eISSN: 2710-3463
pISSN: 2221-1659
www.nmt.org.pk
www.nooremarfat.com
Declaration No: 7334

سہ ماہی تحقیقی مجلّہ

نورِ معرفت

جلد:15 شمارہ:3 مسلسل شمارہ:65 جولائی تا ستمبر 2024

★ "اصول فلسفہ وروش رئالیسم"-چند صفحات کا مطالعہ (4)
★ لواط اور فریقین (شیعہ-سنی) کے نزدیک اس کی سزا
★ حضرت امام محمد تقیؑ کے علمی و اخلاقی کمالات وفضائل کا تحقیقی جائزہ
★ عقلانیت کے معنی اور مقام کا فہم مجدد: مغربی فلسفہ اور قرآن کریم کی نظر میں
★ اسلامی نظام تعلیم وتربیت، سید علی حسینی خامنہ ای کے قرآنی تأملات کی روشنی میں
★ Evolving the Dynamics of Violent *Takfir* in Pakistan (1980-2024)

مدیر

ڈاکٹر محمد حسنین نادر

ناشر: نور تحقیق وترقی پرائیویٹ لمیٹڈ

Indexed in

Www.australianislamiclibrary.org/

Https://iri.aiou.edu.pk/

Https://www.archive.org/

Https://www.tehqeeqat.org/

EBSCOhost
https://www.ebsco.com/

Websites

https://www.nooremarfat.com

https://www.nmt.org.pk/

https://orcid.org/0000-0001-593-4436

کمپوزنگ اینڈ ڈائزائننگ:بابرعباس

eISSN: 2710-3463
pISSN: 2221-1659
www.nmt.org.pk
www.nooremarfat.com
Declaration No: 7334

سہ ماہی تحقیقی مجلہ

نورِ معرفت

جلد: 15 شمارہ: 3 مسلسل شمارہ: 65

جولائی تا ستمبر 2024ء بمطابق محرم الحرام تا ربیع الاول 1446ھ

مدیر: ڈاکٹر محمد حسنین نادرؔ

ORCID iD: https://orcid.org/0000-0002-1002-153X

E-mail: noor.marfat@gmail.com

ناشر: نور تحقیق و ترقی پرائیویٹ (لمیٹڈ)، بارہ کہو، اسلام آباد۔

پبلشر سید حسنین عباس گردیزی نے پکٹوریل پرنٹرز، پرائیویٹ لمیٹڈ، 21، آئی اینڈ ٹی سینٹر، آبپارہ سے چھپوا کر نور تحقیق و ترقی پرائیویٹ (لمیٹڈ)، آفس بارہ کہو سے شائع کیا۔

رجسٹریشن فیس پاکستان، انڈیا: 1000 روپے؛ مڈل ایسٹ: 70 ڈالرز؛ یورپ، امریکہ، کینیڈا: 150 ڈالرز۔

مدیر اعلیٰ و ناشر: **سید حسنین عباس گردیزی** ایم۔اے اسلامیات و ادبیات عرب؛ پرنسپل جامعہ الرضا، بارہ کہو، اسلام آباد۔

مجلس نظامت

مدیر	ڈاکٹر محمد حسنین نادرؔ	پی۔ ایچ۔ ڈی۔ فلسفہ و کلام اسلامی، نور الہدیٰ ٹرسٹ (رجسٹرڈ)، اسلام آباد۔
معاون مدیر	ڈاکٹر ندیم عباس بلوچ	پی۔ ایچ۔ ڈی، اسلامک اسٹڈیز، نیشنل یونیورسٹی آف ماڈرن لینگویجز، اسلام آباد۔
معاون تحقیقی امور	ڈاکٹر محمد نذیر اطلسی	پی۔ ایچ۔ ڈی۔ علوم قرآن، جامعۃ الرضا (رجسٹرڈ)، اسلام آباد۔
مشاور مدیر	ڈاکٹر ساجد علی سبحانی	پی۔ ایچ۔ ڈی۔ ادبیات عرب، جامعۃ الرضا (رجسٹرڈ) اسلام آباد۔
نگران فنی امور	ڈاکٹر ذیشان علی	پی۔ ایچ۔ ڈی، کمپیوٹر سائنسز۔
معاون فنی امور	فہد عبید	ایم۔ ایس (سی۔ ایس)

مجلس ادارت

ڈاکٹر حافظ محمد سجاد	شعبۂ علوم اسلامی، علامہ اقبال اوپن یونیورسٹی، اسلام آباد۔
ڈاکٹر عائشہ رفیق	شعبۂ علوم اسلامی، گفٹ یونیورسٹی، گوجرانوالہ۔
ڈاکٹر عبد الباسط مجاہد	شعبۂ تاریخ، علامہ اقبال اوپن یونیورسٹی، اسلام آباد۔
ڈاکٹر سید نثار حسین ہمدانی	شعبۂ اقتصادیات (الٰہی اقتصادیات)، چیئرمین ہادی انسٹیٹیوٹ مظفر آباد، آزاد جموں و کشمیر۔
ڈاکٹر ذوالفقار علی	شعبۂ تاریخ، نور الہدیٰ مرکز تحقیقات، اسلام آباد۔
ڈاکٹر روشن علی	شعبۂ علوم اسلامی، اسلام آباد ماڈل کالج فار بوائز، اسلام آباد۔
ڈاکٹر علی رضا طاہر	شعبۂ فلسفہ، پنجاب یونیورسٹی لاہور۔
ڈاکٹر کرم حسین ودھو	شعبۂ ثقافتِ اسلامی، ریجنل ڈائریکٹوریٹ آف کالجز، لاڑکانہ۔

قومی مجلس مشاورت

ڈاکٹر ہمایوں عباس	شعبۂ علوم اسلامی، جی سی یونیورسٹی، فیصل آباد۔
ڈاکٹر حافظ طاہر اسلام	شعبۂ علوم اسلامی، علامہ اقبال اوپن یونیورسٹی، اسلام آباد۔
ڈاکٹر عافیہ مہدی	شعبۂ علوم اسلامی، نیشنل یونیورسٹی آف ماڈرن لینگویجز، اسلام آباد۔
ڈاکٹر سید قندیل عباس	شعبۂ بین الاقوامی تعلقات، قائداعظم یونیورسٹی، اسلام آباد۔
ڈاکٹر زاہد علی زہدی	شعبۂ علوم اسلامی، یونیورسٹی آف کراچی۔
ڈاکٹر محمد ریاض	شعبۂ علوم اسلامی، بلتستان یونیورسٹی، اسکردو۔
ڈاکٹر محمد شاکر	شعبۂ نفسیات اور انسانی ترقی، یونیورسٹی آف بہاولپور۔
ڈاکٹر محمد ندیم	شعبۂ ایجوکیشن، گورنمنٹ صادق ایجرٹن کالج، بہاولپور۔
ڈاکٹر رازق حسین	ہیڈ آف آئی۔ آر ڈیپارٹمنٹ، مسلم یوتھ یونیورسٹی، جاپان روڈ، اسلام آباد۔

بین الاقوامی مجلس مشاورت

ڈاکٹر وارث متین مظاہری	شعبۂ علوم اسلامی، جامعہ ہمدرد، نیو دلی، انڈیا۔
ڈاکٹر سید زوار حسین شاہ	شعبۂ علوم قرآنی و حدیث، انجمن حسینی، اوسلو، ناروے۔
ڈاکٹر سید عمار یاسر ہمدانی	شعبۂ قرآن و قانون، المصطفیٰ انٹرنیشنل یونیورسٹی ایران۔
ڈاکٹر غلام رضا جوادی	شعبۂ تاریخ، خاتم النبیینؐ یونیورسٹی، کابل، افغانستان۔
ڈاکٹر جابر حسین محمدی	شعبۂ قرآن اور تربیتی علوم، جامعۃ المصطفیٰ العالمیہ، قم، ایران۔
ڈاکٹر غلام حسین میر	شعبۂ علوم تقابلی حدیث، جامعۃ المصطفیٰ العالمیہ، قم، ایران۔
ڈاکٹر شہلا بختیاری	شعبۂ تاریخ اسلام، جامعۃ الزہراء، تہران، ایران۔
ڈاکٹر فیضان جعفر علی	اردو و فارسی تنظیم، پورہ معروف، ایم۔اے۔یو۔ یو۔ پی انڈیا۔

مقالات ارسال فرمائیں

سہ ماہی تحقیقی مجلّہ "نور معرفت" دینی و سماجی علوم و موضوعات پر مقالات شائع کرتا ہے۔ یہ مجلّہ قومی اور بین الاقوامی سطح پر معاشرتی رواداری اور ادیان ومذاہب کے درمیان تعمیری مکالمے کی فضا کو فروغ دینے کے ساتھ ساتھ اسلامی تعلیمات کی روشنی میں عدل وانصاف پر مبنی عالمی اسلامی معاشرے کے قیام کے لئے فکری بنیادیں فراہم کرتا ہے۔اس مجلے کا ایک اہم ہدف، یونیورسٹیز اور دینی تعلیمی مراکز ومدارس کے اساتذہ اور طلاب کے درمیان تحقیقی ذوق بیدار کرنا اور ان کے تحقیقی آثار شائع کرنا ہے۔ ایسے مقالات کی اشاعت کو ترجیح دی جاتی ہے جو تحقیقی ہونے کے ساتھ ساتھ اسلامی جمہوریہ پاکستان کی سالمیّت، ملّی یکجہتی اور مذہبی، سماجی رواداری اور محبت کو فروغ دیں اور عصر حاضر کے انسانوں کی عملی مشکلات کا راہ حل پیش کرتے ہوں۔

تفسیر و علوم قرآن، حدیث ورجال، فقہ واصول، فلسفہ وکلام، سیرت وتاریخ، تقابل ادیان، تعلیم وتربیت، ادبیات، عمرانیات، سیاسیات، اقبالیات، تہذیب وتمدن، اسلامی قوانین اور بطور کلی، کسی بھی موضوع پر اسلامی نکتۂ نگاہ سے لکھے گئے مقالات کی مجلّہ ہذا میں اشاعت بلامانع ہے۔ یہ مجلّہ علماء اور دانشور طبقہ کو دعوت دیتا ہے کہ وہ مجلّہ کے Scope کو پیشِ نظر رکھتے ہوئے اپنے قیمتی مقالات اشاعت کے لئے ارسال فرمائیں۔ مقالات کی تدوین میں درج ذیل ویب لنک پر دی گئی ہدایات کی مکمل پابندی کی جائے:

https://nmt.org.pk/author-guidelines/

تمام مقالہ نگاروں سے گزارش ہے کہ اپنے مقالات درج ذیل ویب لنک پر Submit کروائیں:

https://nooremarfat.com/index.php/Noor-e-marfat/about/submissions

ضروری نوٹ:

مجلّہ نور معرفت میں شائع ہونے والے مقالات کے مندرجات کی ذمہ داری خود مقالہ نگاروں پر ہے۔

مجلّہ نور معرفت مقالات کے تمام مندرجات سے متفق ہونا ضروری نہیں ہے۔

فہرست

نمبر شمار	موضوع	مقالہ نگار	صفحہ
١	اداریہ	مدیر	6
٢	حضرت امام محمد تقیؑ کے علمی واخلاقی کمالات و فضائل کا تحقیقی جائزہ	محمد احمد فرید فاطمی	8
٣	لواط اور فریقین (شیعہ – سنی) کے نزدیک اس کی سزا	غلام قنبر حیدری	20
۴	"اصول فلسفہ و روش رئالیسم" - چند صفحات کا مطالعہ (4)	ڈاکٹر ابو ہادی	35
۵	اسلامی نظام تعلیم و تربیت، سید علی حسینی خامنہ ای کے قرآنی تأملات کی روشنی میں	محمد صغیر	45
٦	عقلانیت کے معنی اور مقام کا فہم مجدد: مغربی فلسفہ اور قرآن کریم کی نظر میں	ڈاکٹر کوثر علی	67
7	Evolving the Dynamics of Violent *Takfir* in Pakistan (1980-2024)	Dr. Syed Sibtain Hussain Shah	94
8	Editorial	Editor	128

اداریہ

سہ ماہی تحقیقی مجلّہ نور معرفت کا 65 واں شمارہ پیش خدمت ہے جس کا پہلا مقالہ "حضرت امام محمد تقی علیہ السلام کے فضائل و کمالات" کے بیان سے مزین ہے۔ اس مقالے میں سب سے پہلے اس مسئلہ کی وضاحت پیش کی گئی ہے کہ امامت جیسے الٰہی منصب کا حامل ہونے کے لیے کسی خاص سن و سال کی کوئی قید نہیں ہے۔ نیز یہ کہ حضرت امام محمد تقی علیہ السلام کو خداوند تعالیٰ نے وہ علم عطا کر دیا تھا جو امامت کی شرط ہے۔ نیز یہ کہ آپ اخلاقی فضائل و کمالات کی معراج پر فائز تھے۔ اس مقالہ کے اختتام پر آپؑ کی سیرت و کردار کو مشعلِ راہ بنانے پر تاکید کی گئی ہے۔

اس شمارے کے دوسرے مقالے کا عنوان ہے: "لواط اور فریقین (شیعہ-سنی) کے نزدیک اس کی سزا" اس مقالہ میں سب سے پہلے تو یہ واضح کیا گیا ہے کہ لواط کا شمار کھلے منکرات اور قبائح میں ہوتا ہے۔ یہ ایک ایسی برائی ہے جو تباہ کن سماجی اور اخلاقی نتائج کی حامل ہے۔ جہاں تک اس کی اسلامی سزا کا تعلق ہے تو اس میں اہل تشیع اور اہل تسنن، دونوں کی فقہی آراء مختلف ہیں۔ مقالہ میں ان آراء کا تفصیلی جائزہ لیا گیا ہے۔ ضمنی طور پر اس مقالے میں لواط کے قبیح فعل میں بعض ایسی شخصیات کے ملوث ہونے یا نہ ہونے کا بھی تحقیقی جائزہ لیا گیا ہے جو مخصوص مسلکی شناخت کی حامل سمجھی جاتی ہیں۔ مقالے کے اختتام پر یہ یاددہانی کروائی گئی ہے کہ اپنی مسلکی برتری ثابت کرنے کے لیے دیگر مسالک کے پیروکاروں کی طرف ناروا نسبتیں قائم کرنا، بذاتِ خود اخلاقی پستی، علمی بے مائیگی اور باطل طریقہ کار ہے۔

موجودہ شمارے کا تیسرا مقالہ، درحقیقت، سابقہ شماروں کی ایک بحث کا تسلسل ہے۔ "اصول فلسفہ و روش ریالیسم"- چند صفحات کا مطالعہ (4)" کے عنوان کے تحت اس مقالے میں جس اہم سوال کا جواب دیا گیا ہے وہ یہ ہے کہ آیا سائنسی دلائل کی روشنی میں فلسفی مدعیات کو برحق یا باطل ثابت کیا جا سکتا ہے یا نہیں؟ اس کے علاوہ، یہاں فلسفہ کے علم کے بارے میں اس گمان کو بھی غلط ثابت کیا گیا ہے کہ فلسفہ ایک فرسودہ علم ہے۔ نیز، پیشِ نظر مقالہ میں فلسفے، سفسطے اور مادہ پرستی، نیز جدلیاتی مادہ پرستی کا مختصر مگر جامع تعارف بھی پیش کیا گیا ہے۔

چوتھے مقالے میں عالم اسلام کے ایک عظیم شخصیت آیۃ اللہ سید علی حسینی خامنہ ای دام ظلّہ کے قرآنی تاملات کی روشنی میں "اسلامی نظام تعلیم و تربیت کے خدّوخال" کا جائزہ لیا گیا ہے۔ اس مقالے کا مدعیٰ یہ ہے کہ دینِ مبین اسلام نے انسان کی تعلیم و تربیت کو بہت زیادہ اہمیت دی ہے۔ نیز یہ کہ کسی بھی معاشرے میں اسلامی تہذیب کی تشکیل اُس وقت تک ناممکن ہے جب تک کہ اسلام کے نظام تعلیم و تربیت سے تربیت یافتہ صالح افراد معاشرے کے سپرد نہ کیے جائیں۔ مقالہ ہٰذا میں ایک توصیفی، تطبیقی اور تحلیلی روش کے تحت حضرت آیۃ

اللہ سید علی حسینی خامنہ ای کے قرآنی تاملات کی روشنی میں اسلامی نظام تعلیم و تربیت کی نظریاتی بنیادوں، اہداف، اصول اور طریقوں کو بیان کیا گیا ہے۔

پانچویں مقالے میں یورپی مفکرین اور مسلمان مفکرین کے نزدیک "عقلانیت" کے معنی و مفہوم اور اس کی اہمیت و کردار کا تقابلی جائزہ لیا گیا ہے۔ "عقلانیت کے معنی اور مقام کا فہم مجدد: مغربی فلسفہ اور قرآن کریم کی نظر میں" کے عنوان کے تحت، اس مقالہ کا مدعا یہ ہے کہ مغربی اور اسلامی تہذیب کے درمیان ٹکراؤ دراصل، ان کے جداجدا علمیاتی افکار سے جڑ پکڑتا ہے۔ اور مغرب و مشرق کی تہذیبوں کے اس تصادم کو روکنے کا واحد راستہ یہ ہے کہ مغربی فلسفہ پر حاکم اپسٹمہ اور مشرقی محققین کے قرآنی اپسٹمہ کا تقابلی جائزہ لیا جائے اور اس کے نتیجے میں ایک متوازن اور جامع اپسٹمہ تک پہنچ کر اُس کی بنیاد پر تہذیبوں کے ٹکراو کا راہ حل پیش کیا جائے۔

اس مقالہ میں پوری تفصیل کے ساتھ مغربی دانشوروں کے دماغ پر حاکم عقلانیت کے مختلف اَدوار اور قرائتوں کا جائزہ لینے کے بعد اُس کا قرآنی اپسٹمہ کے ساتھ موازنہ پیش کیا گیا ہے۔ اس تقابلی جائزہ کے اختتام پر فاضل مقالہ نگار مدعی ہیں کہ بنی نوعِ بشر کو ایک بار پھر قرآن کے آفاقی اپسٹمہ اور عقلانیت کے مطالعہ کی شدید ضرورت ہے جس کے نتیجے میں اُس کے اندر یہ قابلیت ایجاد ہوسکے گی کہ وہ لوگوں کے فکری الجھاو کو سلجھاسکےاور تہذیبی ٹکراو میں مصالحت کی راہیں تلاش کرسکے۔

اس شمارے کے آخری مقالے کا عنوان "Evolving the Dynamics of Violent *Takfir* in Pakistan (1980-2024)" ہے۔ اس مقالہ میں سنہ 1980 سے لے کر 2024 تک مملکتِ خداداد پاکستان میں مسلمان فرقوں اور بعض دیگر آسمانی ادیان کے پیروکاروں کی تکفیر کے رجحان کی پیدائش کے مختلف عوامل کا تفصیلی جائزہ لیا گیا ہے۔ یہاں یہ ثابت کیا گیا ہے کہ اہل ایمان کی تکفیر کا رجحان، درحقیقت، نہ فقط مملکتِ خداداد پاکستان میں بسنے والوں اہل وطن کے لئے ایک پریشان کن رویّہ ہے؛ بلکہ یہ رجحان، اس مملکت کے امن واستحکام اور اس کی سالمیت و بقاء کے لیے بھی ایک دَردناک چیلنج ہے جس سے موثر طریقے سے نمٹنا، وقت کا تقاضا ہے۔

ہمیں امید ہے کہ ہمیشہ کی طرح مجلّہ نور معرفت کا یہ شمارہ بھی قارئین کی علمی پیاس بجھانے میں جامِ شیریں کا کام دے گا اور اُن کی روزمرہ زندگی کی فکری اور عملی مشکلات کے حلّ میں مدد و معاون ثابت ہوگا۔

مدیر مجلّہ،
ڈاکٹر محمد حسنین نادر

حضرت امام محمد تقیؑ کے علمی واخلاقی کمالات وفضائل کا تحقیقی جائزہ

A Research Review of the Scholarly and Moral Excellences of Hazrat Imam Muhammad Taqi (a.s.)

Open Access Journal
Qtly. Noor-e-Marfat
eISSN: 2710-3463
pISSN: 2221-1659
www.nooremarfat.com
Note: All copy rights are preserved.

Muhammad Ahmad Fareed Fatemi
M.A. Urdu (UoK), B.S. Islamic Studies, MIU, Qum, Iran.
E-mail: ahmadfatimiofficial@gmail.com

Abstract:

In this article, the Imamate of *Imam Muhammad Taqi* (peace be upon him) and various aspects of his life and character have been examined. First of all, in this, it will answer the doubt raised on the assumption of the position of *Imamat* at the age of nine years, and it has been proved that the Prophets and Saints of God were in the position of guidance and guidance to mankind. There is no age or age limit to become a graduate.

Also, this knowledge and wisdom was given to *Hazrat Imam Muhammad Taqi* (peace be upon him) by Allah, on the basis of which he was aware of hidden matters from the common people In this paper, the precise scholarly answers to the questions of Yahya bin Ikhtham, the Qazi of the Abbasid government of Imam Muhammad Taqi (peace be upon him), have been included. Also, his role in promoting the religion of Islam has been highlighted. Along with this, the noble morals and virtues of the Imam have been described and torches of guidance have been lit by his teachings in the present age. This thesis is a scholarly and research effort, which will provide the reader with an opportunity to dive into the sea of ethics and

knowledge of Imam Jawad (a.s.) and encourage him to seek guidance from his teachings.

Keywords: Imam Muhammad Taqi, Knowledge, Ethics, Ahl al-Bayt, Hujat God.

خلاصہ

اس مقالہ میں امام محمد تقی علیہ السلام کی امامت اور آپ کی سیرت و کردار کے مختلف گوشوں کا جائزہ لیا گیا ہے۔ سب سے پہلے اس میں آپ ع کے نو سال کی عمر میں منصب امامت پر فائز ہونے پر اٹھائے جانے والے شبہ کا جواب دیا گا ہے اور یہ ثابت کیا گیا ہے کہ انبیاء اور اولیائے الٰہی کے بنی نوع بشر کی ہدایت و ارشاد کے مقام پر فائز ہونے کے لیے کسی عمر اور سن و سال کی قید نہیں ہے۔ نیز یہ حضرت امام محمد تقی علیہ السلام کو اللہ تعالی نے وہ علم و حکمت عطا فرمایا تھا جس کی بنیاد پر آپ عام لوگوں سے مخفی امور سے آگاہی رکھتے تھے۔

اس مقالہ میں امام محمد تقی علیہ السلام کے عباسی حکومت کے قاضی، یحییٰ بن اکثم کے سوالات کو دقیق علمی جوابات کو شامل کیا گیا ہے۔ نیز دین مبین اسلام کی ترویج میں آپ کے کردار پر روشنی ڈالی گئی ہے۔ اس کے ساتھ ساتھ امام کے کریمانہ اخلاق اور فضائل بیان کیے گئے ہیں اور عصر حاضر میں آپ کی تعلیمات سے رہنمائی کی مشعلیں روشن کی گئی ہیں۔ یہ مقالہ ایک علمی اور تحقیقی کوشش ہے، جو قاری کو امام جواد علیہ السلام کے اخلاق و علم کے سمندر میں غوطہ زن ہونے کا موقع فراہم کرے گا اور ان کی تعلیمات سے رہنمائی حاصل کرنے کی ترغیب دے گا۔

کلمات الفاظ: امام محمد تقی، علم، اخلاق، اہل بیت، حجت خدا۔

تعارف

اسلام ایک کامل دین ہے، جس کی تشریح کے لیے شارح دین کا کامل ہونا لازم ہے۔ نبوت کے بعد امامت اسی کا عنوان جدید ہے۔ اسلامی تاریخ کے افق پر اہلِ بیت علیہم السلام کے کردار اور خدمات ایک نمایاں حیثیت رکھتی ہیں۔ یہ عظیم ہستیاں نہ صرف دینی رہنمائی فراہم کرتی رہیں بلکہ انسانی معاشرت کو اخلاق و علم کے اعلیٰ ترین اصولوں سے بھی روشناس کراتی رہیں۔ ان ہستیوں میں سے ایک درخشندہ ستارہ امام محمد تقی علیہ السلام کی ذاتِ مبارکہ ہے، جو علم، حلم، اخلاق اور تقویٰ کے پیکر تھے۔ امام محمد تقی علیہ السلام، جنہیں "جواد الائمہ" کے لقب

سے یاد کیا جاتا ہے، نہایت کم عمری میں امامت کے عظیم منصب پر فائز ہوئے۔ آپ نے نہ صرف اپنے وقت کے پیچیدہ علمی و دینی مسائل کا حل پیش کیا بلکہ اپنے اخلاق و کردار سے ان گنت دلوں کو نورِ ہدایت سے منور کیا۔ آپ کی حیاتِ طیبہ میں ایسے بے شمار واقعات ملتے ہیں جو علم و معرفت اور اخلاق و کردار کے بہترین نمونے ہیں۔

ان واقعات کی روشنی میں امام محمد تقی علیہ السلام کی علمی حیثیت اور آپ کے اخلاقی فضائل کو اجاگر کرنا امتِ مسلمہ کے لیے نہایت اہم ہے۔ یہ مقالہ امام محمد تقی علیہ السلام کی علمی واخلاقی فضیلتوں کے مختلف پہلوؤں کا جائزہ لیتا ہے۔ اس میں تاریخی منابع اور معتبر حوالوں کی روشنی میں آپ کے علمی کمالات، اخلاقی برتری اور اسلامی تعلیمات کی ترویج میں آپ کے کردار کا تحقیقی مطالعہ پیش کیا گیا ہے۔ مقالے کا مقصد نہ صرف امام علیہ السلام کی شخصیت کو بہتر طور پر سمجھنا ہے بلکہ ان کی تعلیمات کو عصرِ حاضر کے تناظر میں قابلِ عمل بنانے کی کوشش کرنا بھی ہے۔ یہ مطالعہ ہمیں اس بات پر غور و فکر کی دعوت دیتا ہے کہ امام محمد تقی علیہ السلام کی شخصیت اور ان کی تعلیمات کس طرح ہماری انفرادی اور اجتماعی زندگی کو بہتر بنا سکتی ہیں۔

امام محمد تقی علیہ السلام: علم الہیٰ کا مخزن

علم الہیٰ کی ترویج اور امامت کے لیے عمر کے کم یا زیادہ ہونے کو میعار قرار نہیں دیا جا سکتا۔ یہ قرآن و سنت و سیرت سے مشخص ایک امر ہے، جب امام محمد تقی علیہ السلام نو سال کی عمر میں امامت کے منصب پر منصوب ہوئے تو داخلی اور خارجی طور پر یہ اعتراض اٹھایا گیا کہ ایک نو سال کا بچہ کس طرح سے امامت مسلمین و مومنین کے منصب پر فائز ہو سکتا ہے۔ شیخ کلینیؒ کی نقل کے مطابق ایک شخص نے امام محمد تقی علیہ السلام سے سوال کیا: مولاؑ! بعض افراد آپ کی کم عمری کے متعلق سوال اٹھاتے ہیں تو ان کا کیا جواب ہے؟ امامؑ نے جواب دیا: خدا نے داودؑ کو وحی فرمائی کہ سلیمانؑ کو اپنا وصی مقرر کر دو، حالانکہ سلیمانؑ اس وقت بچے تھے اور بھیڑ بکریوں کو چراتے (اور ان سے کھیلتے) تھے۔[1]

اسی طرح امام محمد تقی علیہ السلام نے امیر المومنینؑ کے کم سن ہونے سے استدلال کرتے ہوئے علی ابن حسان کی روایت میں فرمایا: علیؑ کے سوا کسی نے بھی اس وقت نبی اکرمؐ کی پیروی نہیں کی تھی، جب آیت قُلۡ هٰذِهٖ سَبِيۡلِىۡۤ اَدۡعُوۡۤا اِلَى اللّٰهِ نازل ہوئی تھی، اس وقت علیؑ نو سال کے تھے اور میں بھی نو سال کا ہوں۔[2] امام محمد تقی علیہ السلام بچپن میں ہی اپنے زمانہ کے تمام علماء میں سب سے زیادہ علم رکھتے تھے، علماء آپ کے مناظروں، فلسفی، کلامی اور

فقہی گفتگو سے متأثر ہو کر آپ کو مانتے تھے اور سات سال کی عمر میں ہی آپ کا بہت زیادہ احترام کرتے تھے۔ یہاں تک کہ آپ کی فضیلت عام ہو گئی۔

جب مامون نے اپنی بیٹی کا امام سے عقد کرنے کا ارادہ کیا، تو اُس نے عباسیوں کو بلایا، اُنہوں نے مامون سے امام کے امتحان کا مطالبہ کیا تو مامون نے قبول کر لیا۔ اس نے امام محمد تقیؑ کے امتحان کے لیے بغداد کے قاضی یحییٰ بن اکثم کو مقرر کیا اور یہ وعدہ کیا کہ اگر وہ امام کو ناکام کر دے اور وہ جواب نہ دے سکیں تو اس کو بہت زیادہ مال و دولت دیا جائے گا۔ یحییٰ اس محفل میں پہنچا جس میں وزراء اور حکام موجود تھے۔ سب کی نظریں امام پر لگی ہوئی تھیں، چنانچہ اس نے امام سے عرض کیا: کیا مجھے اجازت ہے کہ میں آپ سے کچھ دریافت کروں؟ امام محمد تقی علیہ السلام نے فرمایا: ''اے یحییٰ! جو چاہو پوچھو!

یحییٰ نے امام محمد تقی علیہ السلام سے کہا: حالت احرام میں شکار کرنے والے شخص کا کیا حکم ہے؟ امام نے یحییٰ سے سوال کیا کہ تم نے کون سی شق پوچھی ہے؟ پھر آپ نے فرمایا: اُس نے حدود حرم سے باہر شکار کیا تھا یا حرم میں، شکار کرنے والا مسئلہ سے آگاہ تھا یا نہیں۔ اس نے عمداً شکار کیا ہے یا غلطی سے۔ شکار کرنے والا آزاد تھا یا غلام، وہ بالغ تھا یا نابالغ۔ اُس نے پہلی مرتبہ شکار کیا تھا یا بار بار شکار کر چکا تھا۔ شکار پرندہ تھا یا کوئی اور جانور، شکار چھوٹا تھا یا بڑا۔ شکاری شکار کرنے پر نادم تھا یا مُصر، شکار رات کے وقت کیا گیا ہے یا دن میں اور اس نے حج کے لیے احرام باندھا تھا یا عمرہ کے لیے؟

یحییٰ عاجز ہو گیا، چونکہ اُس نے اپنے ذہن میں اتنی شقیں سوچی بھی نہیں تھیں اور سب پر یہ آشکار ہو گیا کہ اللہ نے اہل بیتؑ کو علم وحکمت اسی طرح عطا کیا ہے، جس طرح انبیاء اور رسل کو عطا کیا ہے۔ امام محمد تقی علیہ السلام نے اس مسئلہ کی متعدد شقیں بیان فرمائیں جبکہ ان میں سے بعض شقوں کا حکم ایک تھا، جیسے شکار رات میں کیا جائے یا دن میں ان دونوں کا حکم ایک ہے۔ لیکن امام نے اس کی دشمنی کو ظاہر کرنے اور اسے عاجز کرنے کے لیے ایسا کیا تھا چونکہ وہ آپ کا امتحان لینے کی غرض سے آیا تھا۔ مامون نے اپنے خاندان والوں کی طرف متوجہ ہو کر ان سے کہا: ہم اس نعمت پر خدا کے شکر گذار ہیں، جو کچھ میں نے سوچا تھا وہی ہوا، کیا تمہیں اُن کی معرفت ہو گئی جن کا تم انکار کر رہے تھے؟

مامون عباسیوں سے مخاطب ہوا: کیا تم میں کوئی اس مسئلہ کا جواب دے سکتا ہے؟ نہیں، خدا کی قسم! نہیں۔ کیا تم نہیں جانتے کہ اہل بیتؑ عام مخلوق نہیں ہیں؟ کیا تمہیں نہیں معلوم کہ حضرت علیؑ نو سال کی عمر میں رسول اللہؐ پر ایمان لائے، اور اللہ ورسولؐ نے ان کا ایمان قبول کیا اور ان کے علاوہ کسی کا ایمان قبول نہیں کیا؟ نہ ہی رسول اللہؐ نے آپ کے علاوہ کسی اور کو دعوت دی۔ کیا تمہیں نہیں معلوم کہ اس ذریت میں جو حکم پہلے پر نافذ ہو گا، وہی حکم آخری پر نافذ ہو گا۔[3]

امام محمد تقی علیہ السلام اور مخفی امور کا علم

ابن ارومہ کی روایت ہے کہ میرے پاس ایک مومنہ خاتون آئی اور کچھ درہم مع چند کپڑوں کے مجھے دیے تاکہ میں وہ امام محمد تقی علیہ السلام کی خدمت میں پہنچادوں، ابن ارومہ کا خیال تھا کہ وہ مال اسی ایک خاتون کا ہے۔ جب وہ مال اور باقی مومنین کا مال لے کر امام کی خدمت میں پہنچا تو امام نے اس کو قبول کرنے کے بعد، ایک خط لکھا اور ابن ارومہ کو دیا، امام محمد تقی علیہ السلام نے اس خط میں لکھا: "فلاں اور فلاں شخص کی جانب سے جو کچھ بھیجا گیا، وہ ہم نے موصول کر لیا اور اسی طرح اُن دو خواتین کی جانب سے بھی موصول کر لیا ہے۔ خدا اس مال کو تم سب کی جانب سے قبول فرمائے اور تم سب کو دنیا اور آخرت میں ہمارے ساتھ قرار دے۔"

ابن ارومہ نے اس بات پر تعجب کیا اور حتیٰ بہ نقل روایت امامؑ کے خط پر شک کیا، چونکہ اس کی دانست میں ایک خاتون کا مال تھا اور امام نے دو خواتین کا ذکر کیا تھا۔ جب یہ اپنے وطن واپس پلٹا تو وہ خاتون اس کے پاس آئی اور اس سے سوال کیا کہ کیا میرا اور میری بہن کا مال ہمارے مولاؑ کی بارگاہ میں پہنچا دیا ہے؟ اس نے حیرت سے سوال کیا، کیا وہ صرف تمہارا مال نہیں تھا؟ تو خاتون نے جواب دیا نہیں! وہ میرا اور میری بہن کا مال تھا۔[4]

یحییٰ بن اکثم کے سوالات کا جواب

ایک مرتبہ یحییٰ ابن اکثم قاضی حکومتِ عباسیہ نے امام محمد تقی علیہ السلام سے سوال کیا۔ اے فرزند رسولؐ! اس روایت کے بارے میں آپ کیا کہتے ہیں کہ ایک مرتبہ جبرائیلؑ بارگاہ رسالت میں آئے اور پیغام لائے، اے رسولؐ! خدا کا کہنا ہے کہ میں ابوبکر سے راضی ہوں، اس سے پوچھیں کیا وہ بھی مجھ سے راضی ہے؟ امام محمد تقی علیہ السلام مسکرائے اور فرمایا، اے یحییٰ ابن اکثم! میں ابوبکر کی اس فضیلت کا انکار نہیں کر رہا مگر ہمیں اس روایت کو اس حدیثِ رسولؐ سے مقایسہ کرنا ہو گا، جو آپؐ نے حجۃ الوداع میں بیان فرمائی تھی کہ مجھ پر بہت زیادہ جھوٹ باندھا جا رہا ہے اور مستقبل میں بھی میرے نام پر جھوٹ باندھا جائے گا۔

پس آگاہ رہو، جس نے بھی مجھ پر عمداً جھوٹ باندھا اس کا ٹھکانہ جہنم ہے، جب بھی میری کوئی بات تمہارے پاس پہنچے تو اس کو قرآن اور میری عملی سنت و سیرت سے موازنہ کرکے دیکھو، اگر وہ بات ان میعارات کے مطابق ہو تو قبول کر لو اور اگر ایسا نہ ہو تو اس کو ٹھکرا دو، کیونکہ وہ میری بات نہیں ہے۔ اے قاضی! یہ روایت جو تم نے ابوبکر کی فضیلت میں ذکر کی ہے، یہ روایت مندرجہ بالا میعار کے مطابق قرآن کے خلاف ہے۔ کیونکہ قرآن میں پروردگار عالم کا فرمانا ہے: ہم نے انسان کو خلق فرمایا ہے کہ اس کے دل میں پیدا ہونے والے تمام خیالات و تصورات سے آگاہ ہیں اور ہم اس کی شہ رگ سے بھی زیادہ اس کے قریب ہیں (16:50) اس لیے یہ عقلاً محال ہے کہ ابوبکر کے دل کا حال خدا سے پوشیدہ اور مخفی ہو، جس کو جاننے کے لیے اسے جبرائیل کو ارسال کرنے کی ضرورت پیش آئے۔[5]

پھر یحییٰ ابن اکثم نے کہا، یہ روایت بھی موجود ہے کہ ابوبکر و عمر زمین پر ایسے ہی ہیں جیسے آسمان پر جبرائیل و میکائیل ہیں۔ اس کے جواب میں امام محمد تقی علیہ السلام نے فرمایا: اے قاضی! جبرائیل و میکائیل خدا کے دو مقرب و مقدس فرشتے ہیں، جنہوں نے اپنی خلقت کے لمحے سے آج تک کبھی ایک لحظے کے لیے بھی خدا کی کوئی نافرمانی نہیں کی۔ جبکہ ابوبکر و عمر نے اپنی زندگی کا زیادہ تر حصہ خدا کی مخالفت اور شرک کرتے ہوئے بسر کیا ہے اور پھر مختصر مدت حیات کو اسلام کے تحت گزارا ہے۔ پس یہ مقایسہ و تقابل ہی درست نہیں ہے، جس کے تحت ابوبکر و عمر کو جبرائیل و میکائیل کے برابر قرار دیا جاسکے۔[6]

یحییٰ نے کہا، ایک اور روایت بھی موجود ہے کہ ابوبکر و عمر جنت کے بوڑھوں کے سردار ہیں۔ امام محمد تقی علیہ السلام نے جواباً فرمایا: یہ بھی نادرست ہے کیونکہ اہل جنت کی صفات میں سے یہ ہے کہ وہ سب کے سب جوان ہوں گے اور وہاں کوئی سن رسیدہ نہیں ہو گا۔ جب وہاں کوئی سن رسیدہ نہیں ہو گا تو وہاں سن رسیدہ کے سردار کس وجہ سے ہوں گے۔ اس کے بعد یحییٰ ابن اکثم نے ایک اور کوشش کی، کہنے لگا فرزندِ رسولؐ! ایک اور روایت موجود ہے کہ عمر اہل جنت کے لیے چراغ ہیں۔ امام محمد تقی علیہ السلام مسکرائے اور آپؑ نے فرمایا: اے قاضی! وہ جنت جہاں اللہ کے تمام مقرب فرشتے موجود ہیں، جہاں آدمؑ سے لے کر محمد مصطفیٰ ﷺ تک سب انبیاءؑ موجود ہیں، یہ کیونکر ہو سکتا ہے کہ ان کا نور جنت کو روشن نہ کرے اور جنت کو عمر کے چراغ کی اضافی ضرورت پیش آئے۔

اب یحییٰ کہنے لگا: فرزند رسولؐ! کہنے لگا فرزند رسولؐ! یہ روایت بھی موجود ہے کہ سکینۃ الٰہیہ (اطمینان الٰہی یا صندوق عہد) عمر کی زبان سے بات کرتا اور ظاہر ہوتا ہے۔ امام محمد تقی علیہ السلام مسکرائے اور فرمایا: قاضی یحییٰ! میں عمر کے لیے اس فضیلت کا منکر نہیں ہوں مگر ابوبکر تو عمر سے زیادہ برتر تھا، جبکہ ابوبکر نے منبر پر جا کر کہا تھا: میرے ساتھ میرے نفس میں شیطان ہے، جو مجھ کو بار بار ورغلاتا ہے، پس اگر میں کہیں پر غلط راہ پر چل پڑوں تو میری اصلاح کرنا۔ جب عمر سے برتر انسان کا یہ حال ہے تو عمر کس طرح ترجمان عہدِ الٰہی بن سکتا ہے۔

یحییٰ نے کہا، فرزند رسولؐ! ہمارے پاس یہ حدیث بھی پہنچی ہے کہ رسول اکرم ﷺ نے فرمایا: اگر میں مبعوث بہ رسالت نہیں ہوتا تو میری جگہ پر عمر مبعوث ہوتا۔ امام محمد تقی علیہ السلام نے اس کے جواب میں فرمایا: تم جو کچھ کہہ رہے ہو اس کی نسبت، اللہ کی کتاب سب سے زیادہ سچ بولنے والی کتاب ہے۔ قرآن میں خدا کا فرمان ہے کہ "بتحقیق ہم نے نبیوں سے پہلے سے ہی میثاق لے لیا تھا۔"

اے ابن اکثم! کس طرح ممکن ہے کہ خدا نے جو عہد عالم ملکوت میں لے لیا ہے، اس کو تبدیل کیا جا سکے، جبکہ وہ عہد ان سے لیا گیا تھا، جنہوں نے لحہ بھر کے لیے بھی شرک نہیں کیا۔ ان کی صف میں کیسے خدا ایک ایسے انسان کو مبعوث بہ رسالت کر سکتا ہے، جس کی زندگی کا اکثر حصہ شرک میں گزرا ہو اور اس کے علاوہ خود رسول

اکرمؐ کا اپنا فرمان ہے "میں اس وقت بھی نبی تھا، جب آدمؑ مٹی اور پانی کے درمیان تھے۔" [7]

اسلامی علوم کی ترویج میں امام محمد تقی علیہ السلام کا کردار

امام محمد تقی علیہ السلام کا دور اسلامی علوم کے فروغ اور تحقیق میں ایک اہم سنگ میل کی حیثیت رکھتا ہے۔ آپ کی حیاتِ طیبہ میں حدیث، فقہ، اور تفسیر کے شعبوں میں گہرے اثرات نمایاں ہیں۔ امام نے اپنی زندگی کے دوران علم کے وہ اصول وضع کیے جو بعد کے اسلامی علوم کے لیے بنیاد فراہم کرتے ہیں۔ شیخ صدوقؒ اپنی کتاب علل الشرائع میں لکھتے ہیں: "قالَ الإمامُ الجوادُ عليه السلام: إنَّ العلمَ نورٌ يقذِفُهُ اللهُ في قلوبِ عبادهِ المخلصينَ۔"[8] یعنی "علم ایک نور ہے جو اللہ اپنے مخلص بندوں کے دلوں میں ڈال دیتا ہے۔"

اس قول سے واضح ہوتا ہے کہ امام جواد علیہ السلام نے علم کو ایک روحانی اور الٰہی عطیہ قرار دیا، اور یہ تصور اسلامی علوم میں تفکر و تدبر کو فروغ دینے کا باعث بنا۔ حدیث کے میدان میں امام محمد تقی علیہ السلام نے نہایت اہم کردار ادا کیا۔ آپ نے متعدد احادیث بیان کیں، جن میں اسلامی عقائد، عبادات، اور اخلاقیات پر روشنی ڈالی گئی۔ آپ کے فرامین میں جامعیت اور گہرائی نظر آتی ہے، جس نے شیعہ حدیثی ذخیرے کو غنی کیا۔ سیرت ائمہ معصومینؑ میں سید مہدی شہیدی لکھتے ہیں کہ امام محمد تقی علیہ السلام کے شاگردوں نے آپ سے سینکڑوں احادیث روایت کیں، جنہیں بعد کے علماء نے اسلامی علوم کی بنیاد کے طور پر استعمال کیا۔ [9]

امام محمد تقی علیہ السلام کا یہ کردار اس بات کا غماز ہے کہ آپ نے حدیث کو نہ صرف روایت کرنے بلکہ اس کی تفہیم اور تحلیل کو بھی اہمیت دی، تاکہ معاشرتی مسائل کے حل کے لیے ان احادیث کو استعمال کیا جا سکے۔ فقہ کے شعبے میں امام محمد تقی علیہ السلام نے اسلامی قوانین کی وضاحت اور ان کی تطبیق کے لیے نہایت اہم خدمات انجام دیں۔ امامؑ نے اسلامی فقہ کے اصولوں کو نہ صرف سکھایا بلکہ ان میں موجود باریکیوں کی وضاحت بھی کی، تاکہ ہر مسئلے کا واضح اور مستند حل پیش کیا جا سکے۔

آپ کا مشہور فرمان ہے: "لَا يَحِلُّ لِلْعَالِمِ أَنْ يَتَغَافَلَ عَنْ أُمُورِ أُمَّتِهِ" [10] یعنی: "عالم کے لیے جائز نہیں کہ وہ اپنی امت کے مسائل سے غافل رہے۔" یہ اصول امام تقی علیہ السلام کے اجتہادی طرز عمل کو واضح کرتا ہے، جو اسلامی فقہ میں عملی مسائل کے حل کے لیے رہنمائی فراہم کرتا ہے۔ تفسیر قرآن کے میدان میں بھی امام محمد تقی علیہ السلام کی خدمات انتہائی نمایاں ہیں۔ آپ نے قرآن مجید کی آیات کی گہری تشریح کی اور ان میں پوشیدہ اسرار و حکمت کو واضح کیا۔ امام کا تفسیر قرآن کا طرز عمل اس بات پر زور دیتا ہے کہ قرآن کی تشریح میں عقل و منطق کے ساتھ ساتھ الٰہی علم کا بھی دخل ہونا چاہیے۔ سید مہدی شہیدی کے مطابق: "امام الجواد عليه السلام كان يفسر القرآن تفسيرا يعتمد على بيان المعاني الباطنية دون اغفال المعاني الظاهرة"[11]

امام جواد علیہ السلام قرآن کی تفسیر میں باطنی معانی کی وضاحت کرتے تھے اور ظاہری معانی کو بھی نظرانداز نہیں کرتے تھے۔آپ کا یہ طریقہ کار نہ صرف قرآنی آیات کو بہتر طور پر سمجھنے میں مدد دیتا ہے بلکہ موجودہ دور میں قرآن کے عملی نفاذ کے لیے بھی رہنمائی فراہم کرتا ہے۔ امام محمد تقی علیہ السلام کے علمی اصول اور آپ کی خدمات اسلامی علوم کی ترقی اور ترویج میں سنگِ میل کی حیثیت رکھتے ہیں۔آپ کی حیاتِ مبارکہ اسلامی علوم کے ہر پہلو میں رہنمائی فراہم کرتی ہے اور امت مسلمہ کے لیے ایک قیمتی سرمایہ ہے۔

حضرت امام محمد تقی علیہ السلام کی اخلاقی تعلیمات

فرد اور معاشرے کی اصلاح کے لیے جن اقدار اور ارزشوں کی ضرورت ہوتی ہے، ان کو اخلاق کہا جاتا ہے، جن کی بنا پر اپنے اعمال و اقدامات کو سنوار کر ایک سماج یا فرد تکامل کی راہیں طے کرتے ہوئے سعادت دارین کی منزل تک پہنچ سکتا ہے۔اس اخلاق کا کتبی منشور جہاں قرآن مجید کی صورت میں موجود ہے، وہیں اس کا عملی اسوہ محمدؐ وآلؑ محمدؐ کی صورت میں انسانیت کو عطیہ کیا گیا۔ تاکہ وہ جو قرآن میں لفظی ہے، ان کے وجودہائے مبارکہ میں عملاً دیکھیں اور ان کی پیروی کریں۔ اپنے آباء طاہرینؑ کی مانند امام محمد تقی علیہ السلام بھی اسی اسوہ حسنہ کے مالک تھے، آپؑ نے اپنی حیات میں اخلاق محمدیؐ کے ایسے نمونے پیش کیے، جو انسان کے لیے راہِ سعادت پر سفر کرنے کے لیے مشعل راہ کی حیثیت رکھتے ہیں۔

1. احسان اور اخلاق کا رابطہ:

امام محمد تقیؑ نے امیر المومنینؑ سے روایت نقل کرتے ہوئے فرمایا ہے کہ "ہر کسی کی قیمت اتنی ہی ہے، جس قدر وہ دوسروں سے نیکی اور احسان کرتا ہے۔"[12] معاشرے میں کسی ضرورت مند کی مدد کرنے والے کو محتاج اور جو مدد کر رہا ہے اس کو غنی تصور کیا جاتا ہے۔ لیکن امام محمد تقی علیہ السلام نے اخلاق اہلبیتؑ کے خوبصورت اصول تعلیم دیتے ہوئے، مدد کرنے والوں کی تربیت اخلاقی کے لیے بیان فرمایا:[13]

"وہ جو نیکی کرتے ہیں، وہ نیک کام سرانجام دینے کے زیادہ محتاج اور ضرورت مند ہیں، ان لوگوں کی نسبت جو ان کی نیکی کی احتیاج رکھتے ہیں۔ اس لیے جو بھی کسی دوسرے کے ساتھ نیکی کرتا ہے، وہ خود اپنے نفع میں یہ کام انجام دیتا ہے۔ اس لیے جو کام تمہارے اپنے فائدے میں کیا گیا ہے، اس کو انجام دینے پر دوسروں سے شکریہ اور تعریف کا طلب گار ہونا شائستہ اور سزاوار نہیں ہے۔"[14]

2. باادب، بانصیب

اخلاق کا ایک اہم جزو آداب ہیں، جو کہ اخلاق ہی سے نمو پاتے ہیں۔ معاشرہ ہمارے عملی رویوں سے ہمارے اخلاق کا پتہ لگاتا ہے۔ باادب ہونا اور زندگی کو اخلاق کی بنیاد پر، آداب سے آراستہ کرنا کس قدر اہم اور اس کا کتنا اجر ہے؟

اس بابت امام محمد تقی علیہ السلام کا فرمان ہے کہ "کہیں پر بھی کوئی ایسے دو افراد جمع نہیں ہوتے، مگر یہ کہ ان میں سے اللہ کی بارگاہ میں نزدیک تر وہ ہوتا ہے، جو ان میں سے زیادہ باادب ہوتا ہے۔"[15]

3. مومن کی دل جوئی

عصرِ حضورِ ائمہؑ کی تمام تر جغرافیائی، سیاسی، سماجی اور ریاستی مشکلات کے باوجود اہلبیتؑ نے اپنے چاہنے والوں کو نہ تو خود کبھی تنہا چھوڑا اور نہ ہی ان کو ایسی تربیت دی کہ خدانخواستہ ایک دوسرے سے غافل ہو جائیں۔ ولایت تکوینی کے علاوہ، عمومی وسائل کا استعمال کرتے ہوئے، مومنین کی خبرگیری کرتے اور ان کو احساسِ تنہائی نہیں ہونے دیتے تھے۔ مثلاً اختیار معرفۃ الرجال طوسی کے مطابق امام محمد تقی علیہ السلام اپنے ان شیعوں سے، جو دور افتادہ مقامات پر رہائش پذیر تھے اور مدینہ تک ان کی رسائی آسان نہیں ہوتی تھی، ان سے باقاعدہ خط وکتابت کے ذریعے ان کی دل جوئی فرماتے اور ان کی رہنمائی کرتے۔[16]

مثلاً ایک مومن کے بیٹے کا انتقال ہو گیا تو امام محمد تقی علیہ السلام نے اس کو خط لکھا، اس کی دل جوئی فرمائی اور دعا فرمائی کہ خدا اس کو اس فرزند کے بدلے میں ایک اور بیٹا عطا فرمائے۔[17] اسی طرح جب ہمدان ابن احمد حضینی کے بھائی کا انتقال ہوا، تو امام محمد تقی علیہ السلام نے حمدان کو خط لکھا، اس کو تسلی دی اور اس کے بھائی کو اپنے مقرب شیعوں میں سے شمار فرمایا۔[18] جہاں ایک جانب یہ عمل تھا، وہیں دوسری جانب اچھے اور مباح کاموں میں مومنین کی حوصلہ افزائی کرنا اور ان کو خشک اور تشدد پسندانہ مذہبی رویوں سے دور رکھنے کے لیے بھی ائمہؑ نے انتہائی بہترین اقدامات فرمائے۔

مثلاً جب بھی کوئی مومن امام محمد تقی علیہ السلام کی بارگاہ میں اظہارِ عقیدت کے طور پر کوئی مدح لکھ کر ارسال کرتا تو امام نہ صرف اس کو قبول فرماتے بلکہ اس کی حوصلہ افزائی بھی فرماتے تھے۔ اسی طرح جب کوئی مومن امام محمد تقی علیہ السلام سے اس بات کی اجازت طلب کرتا کہ وہ آپ کے لیے کوئی منقبت لکھے تو امامؑ اس کی درخواست کو قبول فرماتے تھے۔[19]

عصری مسائل اور امام محمد تقی علیہ السلام کی تعلیمات

امام محمد تقی علیہ السلام کی تعلیمات آج کے دور کے چیلنجز کے حل کے لیے ایک مضبوط بنیاد فراہم کرتی ہیں۔ آپ کے فرمودات نہ صرف اسلامی اخلاقیات اور سماجی انصاف کی اعلیٰ مثال ہیں بلکہ ان میں موجود ہدایتیں انسانی حقوق، انصاف، اور فرد و معاشرے کی ترقی کے اصولوں کو بھی اجاگر کرتی ہیں۔ امام جوادؑ نے فرمایا: "حق کی پیروی کرو اور انصاف کو اپنا شعار بناؤ، کیونکہ معاشرے کی بقا عدل و انصاف پر ہے۔"[20]

موجودہ دور میں، جب سماجی ناانصافی، اخلاقی انحطاط، اور مالی بدعنوانی جیسے مسائل عام ہو چکے ہیں، امام محمد تقی علیہ السلام کی یہ تعلیمات انفرادی اور اجتماعی اصلاح کا ایک بہترین ذریعہ ہیں۔آپ کی تعلیمات انسان کو اپنی ذمہ داریوں اور حقوق کے درمیان توازن قائم رکھنے کی ترغیب دیتی ہیں، جو کہ موجودہ دنیا میں امن و ترقی کے لیے ضروری ہے۔ عصر حاضر کے پیچیدہ حالات، جیسے کہ نوجوانوں میں مقصدیت کی کمی، بڑھتی ہوئی مادہ پرستی، اور سماجی تفرقات، امام محمد تقی علیہ السلام کے اصولوں کی روشنی میں مؤثر طریقے سے حل کیے جا سکتے ہیں۔
امام محمد تقی علیہ السلام نے ہمیشہ تعلیم کی اہمیت پر زور دیا اور فرمایا: "علم وہ ہتھیار ہے جو جاہلیت کی تاریکی کو دور کرتا ہے اور انسان کو بصیرت عطا کرتا ہے۔" [21]
یہ اصول جدید تعلیمی نظام میں اخلاقی تربیت کو شامل کرنے کی ضرورت کی طرف رہنمائی کرتے ہیں، تاکہ نوجوان صرف مادّی ترقی کے بجائے اخلاقی اور روحانی اقدار کے حامل ہوں۔ اس کے ساتھ ساتھ امام کی تاکید کہ انسان کسی بھی حالت میں اپنے اخلاقی اصولوں سے پیچھے نہ ہٹے، ایک ایسی ہدایت ہے جو موجودہ دور کے بحرانوں سے نکلنے کے لیے ایک مضبوط راہ دکھاتی ہے۔

نتیجہ

امام محمد تقی علیہ السلام کی حیات نہایت مختصر تھی لیکن امام تقی علیہ السلام کا کم سنی اور شدید دباؤ کے باوجود علم و اخلاق اہلبیتؑ کو آشکار کرنا، ایک تاریخی امر تھا۔ امام محمد تقی علیہ السلام کی حیاتِ مبارکہ علم و اخلاق کا ایسا کامل نمونہ پیش کرتی ہے، جو ہر زمانے کے انسان کے لیے مشعلِ راہ ہے۔آپ کے علمی مناظرات اور تعلیمات نے اسلامی علوم کی گہرائی کو واضح کیا اور معاشرے میں اخلاقی اقدار کو فروغ دیا۔ امام جواد علیہ السلام نے اپنی زندگی میں عدل، انصاف، صبر، اور عفو و درگزر کے جو اصول اپنائے، وہ آج کے معاشرتی مسائل کا بہترین حل پیش کرتے ہیں۔ یہ مقالہ اس بات کو اجاگر کرتا ہے کہ امام محمد تقی علیہ السلام کے علمی و اخلاقی فضائل نہ صرف انفرادی زندگی میں بہتری لانے کا ذریعہ ہیں بلکہ معاشرتی فلاح و بہبود کا بھی ایک مستحکم بنیاد فراہم کرتے ہیں۔ موجودہ دور میں، جب اخلاقی زوال اور علمی بحران کا سامنا ہے، امام محمد تقی علیہ السلام کی تعلیمات سے رہنمائی حاصل کرنا وقت کی اہم ضرورت ہے۔

*****

References

1. Muhammad Ibn Yaqub, Kulani, *Al-Kafi*, Vol. 1, (Tehran, Dar al-Kitab al-Islamiyyah, 1407 AH), 383; Mujtabi, Garavand, Barsi Naqsh-e-Ilmi Imam Jawad (a.s.), Mahdipur, (Qom, Markaz Madiriat Hozha-e-Ilmia, 1396 SH), 7.

محمد بن یعقوب، کلینی، الکافی، ج1، (تہران، دار الکتب الإسلامیۃ، 1407ق)، 383؛ مجتبی، گراوند، بررسی نقش علمی امام جوادؑ، مہدی پور، (قم، مرکز مدیریت حوزہ ہای علمیہ، 1396ش)، 7۔

2. , Kulani, *Al-Kafi*, 384; Garavand, Mahdipur, 8.

کلینی، الکافی، 384؛ گراوند، "مہدی پور"، 8۔

3. Hassan bn Ali, Ibn Shu'ba, *Tufh al-Aqool an Aal al-Rasul* (Tehran, Ilmia Islamia, 1363 SH), 452; Muhammad Ibn Hassan, Har Amili, *Wasal al-Shi'a*, Vol. 9, (Qom, Mosahat Al-Nashar al-Islami, 1424 AH), 188; Muhammad bn Muhammad, Al-Mufid, *Al-Arshad* (Qom, Al-Moatar Al-Alami-e-ul-Alfiyah Al-Shaikh al-Mufid, 1413 AH), 312.

حسن بن علی، ابن شعبہ، تحف العقول عن آل الرسول (تہران، علمیہ اسلامیہ، 1363ش)، 452؛ محمد بن حسن، حر عاملی، وسائل الشیعۃ، ج9، (قم، مؤسسۃ النشر الإسلامی، 1424ق)، 188؛ محمد بن محمد، مفید، الارشاد (قم، المؤتمر العالمی لألفیۃ الشیخ المفید، 1413ق)، 312۔

4. Muhammad Baqir, Al-Majlisi, *Bahar al-Anwar al-Jamaa Ladarr Akhbar Al-Ayma al-Athar*, Vol. 5, (Tehran, Antarhat Kitab Nashr, 1986), 52.

محمد باقر، مجلسی، بحارالانوار الجامعۃ لدرر اخبار الائمۃ الاطہار، ج5، (تہران، انتشارات کتاب نشر، 1986ش)، 52۔

5. Ahmad bin Ali, Tabarsi, *Al-Ihtjaj*, Vol. 4, (Beirut, Mosahat Illilmi Lil-Matbohat, 1421 AH), 210.

احمد بن علی، طبرسی، الاحتجاج، ج4، (بیروت، مؤسسۃ الأعلمی للمطبوعات، 1421ق)، 210۔

6. Ibid.

ایضاً۔

7. Ibid, 213-214.

ایضاً، 213۔214۔

8. Muhammad bin Ali bin Babuyyah, Saduq, *Ilal al-Shari'a*, (Najaf, Maktaba al-Haidriya, 2018), 223.

محمد بن علی بن بابویہ، صدوق، علل الشرائع، (نجف، مکتبۃ الحیدریہ، 2018)، 223۔

9. Syed Mahdi, Shahidi, *Seerat al-Imam al-Masoomin (a.s.)*, Vol. 2, (Qom, Idara Tablighat Islami, 2015), 112.

سید مہدی، شہیدی، سیرت ائمہ معصومینؑ، ج2، (قم، ادارہ تبلیغات اسلامی، 2015)، 112۔

10. Saduq, *Ilal al-Shari'a*, 225.

صدوق، علل الشرائع، 225۔

11. Shahidi, *Seerat al-Imam al-Masoomin (a.s.)*, 113.

شہیدی، سیرت ائمہ معصومینؑ، 113۔

12. Muhammad bin Ali, Saduq, *Amali Sheikh Saduq*, (Tehran, Kitabchi, 1376 SH), 532.

محمد بن علی، صدوق، امالی شیخ صدوق، (تہران، کتابچی، 1376ش)، 532۔

13. Muhammad, Ghafouri, "*Ikhlaq Ejtamai Imam Jawad (a.s.)* "Majmoha Mqalaat Hamesh Serah wa Zamana Imam Jawad a.s (Qom, Markaz Madiriat Hozha-e-Ilmia, 1396 SH), 7.

محمد، غفوری، اخلاق اجتماعی امام جوادؑ "مجموعہ مقالات ہمایش سیرہ و زمانہ امام جواد (قم، مرکز مدیریت حوزہ ہای علمیہ، 1396ش)، 7۔

14. Ali bin Isa, Arbali, *Kafs al-Ghamma fi Marafah al-Aymah*, (Qom, al-Sharif al-Razi, 1421 AH), 347.

علی بن عیسی، اربلی، کشف الغمۃ فی معرفۃ الائمۃ، (قم، الشریف الرضی، 1421ق)، 347۔

15. Kulani, *Al-Kafi*, 496.

کلینی، الکافی، 496۔

16. Muhammad bin Umar, Kushi, *Akhtar al-Marifa al-Rijal*, Vol. 2 (Qom, Al-Al-Bait (Alaim-o-Slam) Lil-Ahya Al-Tasraat, 1404 AH), 798.

محمد بن عمر، کشی، اختیار معرفۃ الرجال، ج2 (قم، مؤسسۃ آل البیت (علیہم السلام) لإحیاء التراث، 1404ق)، 798۔

17. Kulani, *Al-Kafi*, Vol. 3, 205.

کلینی، الکافی، ج3، 205۔

18. Kushi, *Akhtar al-Marifa al-Rijal*, 835.

کشی، اختیار معرفۃ الرجال، 835۔

19. Har Amili, *Wasal al-Shi'a*, Vol. 10, 468.

حر عاملی، وسائل الشیعہ، ج10، 468۔

20. Muhammad Hussain, Tabatabai, Muhammad Baqir, Mousavi, *Tafsir al-Mizaan*, Vol. 20, (Qom, Jamia Madraseen, 1378 SH), 112,

محمد حسین، طباطبائی، محمد باقر، موسوی، تفسیر المیزان، ج20، (قم، جامعہ مدرسین، 1378)، 112،

21. Ibid, 115.

ایضاً، 115۔

لواط اور فریقین (شیعہ-سنی) کے نزدیک اس کی سزا

Sodomy and its Punishment According to the Both Parties (Shia'-Sunni)

Open Access Journal
Qtly. Noor-e-Marfat
eISSN: 2710-3463
pISSN: 2221-1659
www.nooremarfat.com
Note: All copy rights are preserved.

Ghulam Qanbar Haidari
Ph.D Scholar; MIU, Mashhad, Iran.
E-mail: qumberhaider55@gmail.com

Abstract:

Among the wrongdoings that the Holy Quran has explicitly declared as sins and wrongdoings, one of them is the immorality of *Liwa't* (sodomy). In this article, in addition to examining the history of the evil act of sodomy and the destructive social and moral consequences of the movement promoted by homosexuals in the present day, it has been concluded that sodomy, in addition to being a sin in terms of Islamic *Sharia'h* (Law), is the cause of a great human and social crisis.

This article also highlights the Sharia status of the act of sodomy and concludes that there is a difference in the jurisprudential opinions of Shiites and Sunnis regarding the punishment of sodomy. Shiites believe that this act is forbidden, rather they consider it a punishable crime and have defined a *Hadd* (a definite punishment) for it; while Sunnis have issued a fatwa of *Ta'zir* (an indefinite punishment) for this act.

In addition, this article has also conducted a research study on the involvement or non-involvement of some such personalities in the evil act of sodomy who are considered to have religious status and religious identity. In this part of the article, it has been concluded that the establishment of false associations by some ignorant people of the evil act of sodomy on the part of some

religious figures or the declaration of some such personalities as followers of a religion or sect of which they were not followers is in itself an act that is intellectually incorrect, morally despicable and legally considered a crime. Therefore, in the affirmation or denial of any religion or sect, establishing false, baseless and false associations towards the followers of that religion and resorting to slander is in itself a cowardice, moral lowliness, academic dishonesty and evidence that the plaintiff is wrong.

Key words: Qur'an, *Lawat*, Sodomy, People of Lot, Punishment, *Tazeer, Hadd*, Shia, Ahl al-Sunnah.

خلاصہ

لواط کا شمار اُن بدکاریوں میں سے ہوتا ہے جنہیں قرآن کریم نے صریحاً گناہ اور منکر قرار دیا ہے۔ اس مقالہ میں لواط کے قبیح فعل کی تاریخ کا جائزہ لینے کے ساتھ ساتھ اور کی زمانہ حال کے ہم جنس بازوں کی طرف سے ترویج کی حرکت کے تباہ کن سماجی اور اخلاقی نتائج کا بھی جائزہ لینے کے ضمن میں یہ نتیجہ اخذ کیا گیا ہے کہ لواط، شرعی لحاظ سے گناہ ہونے کے ساتھ ساتھ، عظیم انسانی اور سماجی بحران جنم دینے کا موجب ہے۔

اس مقالے میں لواط کے فعل کی شرعی حیثیت کو بھی اجاگر کیا گیا ہے اور یہ بتایا گیا ہے کہ لواط کی سزا کے حوالے سے اہل تشیع اور اہل تسنن کی فقہی آراء میں اختلاف پایا جاتا ہے۔ اہل تشیع اس فعل کی حرمت کے قائل ہیں، بلکہ اسے قابل سزا جرم قرار دیتے ہیں اور اس کے لیے اُن کے ہاں حدّ معین کی گئی ہے؛ جبکہ اہل تسنن کے ہاں اس فعل پر تعزیر کا فتوا دیا گیا ہے۔

ضمنی طور پر اس مقالے میں لواط کے قبیح فعل میں بعض ایسی شخصیات کے ملوث ہونے یا نہ ہونے کے بارے میں بھی تحقیقی جائزہ لیا گیا ہے جو شخصیات دینی حیثیت و مقام اور مسلکی شناخت کی حامل قرار دی جاتی ہیں۔ مقالہ کے اس حصے میں یہ نتیجہ اخذ کیا گیا ہے کہ بعض نادانوں کی طرف سے بعض مذہبی شخصیات کی طرف کے لواط کے قبیح فعل میں مبتلا ہونے کی ناروا نسبتیں قائم کرنا یا بعض ایسی شخصیات کو ایسے دین و مذہب کا پیروکار قرار دینا، جس کے وہ پیروکار نہیں تھے، بذاتِ خود ایک ایسی حرکت ہے جو عقلی طور پر نادرست، اخلاقی نکتہ نگاہ سے رذیلت اور قانونی لحاظ سے جرم شمار ہوتی ہے۔ لہٰذا کسی بھی دین و مذہب کے اثبات و ابطال میں اُس مذہب کے پیروکاروں کی طرف غلط، بے بنیاد اور ناروا نسبتیں قائم کرنا اور تہمتوں کا سہارا لینا، بذات خود ایک بزدلی، اخلاقی پستی، علمی بے مائیگی اور مدعی کے باطل پر ہونے کی دلیل ہوتی ہے۔

کلیدی کلمات: قرآن، لواط، قوم لوط، حدّ، تعزیر، شیعہ، اہل سنت۔

لواط کی تعریف اور لواط کی تاریخ

دو مردوں کی آپس میں ہمبستری کو "لواط" کہا جاتا ہے۔ قرآن کریم نے حضرت لوط علیہ السلام کی قوم کو وہ پہلی قوم قرار دیا ہے جو اِس قبیح فعل میں مبتلا ہوئی۔ جیسا کہ ارشاد پروردگار ہے: مَا سَبَقَكُم بِهَا مِنْ أَحَدٍ مِّنَ الْعَالَمِينَo إِنَّكُمْ لَتَأْتُونَ الرِّجَالَ شَهْوَةً مِّن دُونِ النِّسَاءِ (28:29) ترجمہ: "تم سے پہلے بے حیائی کا یہ کام دنیا جہان والوں میں سے کسی نے نہیں کیا۔ تم عورتوں کو چھوڑ کر مردوں سے اپنی خواہش پوری کرتے ہو۔" حضرت لوط علیہ السلام نے اِس قوم کو لواط کے قبیح فعل سے مسلسل روکا اور انہیں جنسی خواہشات کی تکمیل کے فطری راستے پر چلنے کی تبلیغ کی۔ لیکن جب ان کی قوم نے اپنی مجرمانہ روش پر اصرار کیا تو اُن پر عذابِ الٰہی نازل ہوا اور یہ قوم نابود ہو گئی۔

قرآن کریم اور لواط کی قباحت

قرآن کریم نے لواط کی فعل کی قباحت اور اس کی ممنوعیت پر کافی زور دیا ہے۔ متعدد قرآنی آیات سے لواط کی قباحت کے حوالے سے درج ذیل اہم نکات سامنے آتے ہیں:

1. **<u>لواط ایک گناہ اور برائی ہے۔</u>** چنانچہ ارشاد باری تعالی ہے: وَلُوطًا إِذْ قَالَ لِقَوْمِهِ أَتَأْتُونَ
2. الْفَاحِشَةَ۔۔(80:7) ترجمہ: "اور ہم نے لوط کو بھیجا انہوں نے اپنی قوم سے کہا کہ آیا تم بے حیائی کا کام کرتے ہو؟"
3. **<u>لواط ایک غیر فطری عمل ہے۔</u>** فطری طور پر انسان جنسِ مخالف کی طرف تمایل رکھتا ہے۔ گویا لواط انسانی فطرت سے بھی گر جانے کے مترادف حرکت ہے: أَلَيْسَ مِنكُمْ رَجُلٌ رَّشِيدٌ(78:11)ترجمہ: "آیا تم میں کوئی سمجھدار انسان نہیں ہے؟"
4. **<u>لواط انتہا درجے کی جہالت ہے:</u>** بَلْ أَنتُمْ قَوْمٌ تَجْهَلُونَ (55:27)ترجمہ: "کیا تم عورتوں کو چھوڑ کر مردوں سے شہوت رانی کرتے ہو؟ بلکہ تم بڑے ہی جاہل لوگ ہو"۔
5. **<u>لواط کی قباحت اظہر من الشمس ہے:</u>** أَتَأْتُونَ الْفَاحِشَةَ وَأَنتُمْ تُبْصِرُونَ (54:27) ترجمہ: "اور ہم نے لوط کو بھی (رسول بنا کر بھیجا) جب انہوں نے اپنی قوم سے کہا کہ تم بے حیائی کا کام کرتے ہو حالانکہ تم دیکھ رہے ہو (جانتے بوجھتے ہو)"۔
6. **<u>لواط انتہائی اخلاقی پستی کی دلیل ہے:</u>**
7. بَلْ أَنتُمْ قَوْمٌ مُّسْرِفُونَ (81:7) ترجمہ: "بلکہ تم بڑے حد سے گزرے ہوئے لوگ ہو"۔

8. **لواط ایک کثافتوں بھرا اور آلودہ کام ہے**: جبکہ اس کے مقابلے میں جنس مخالف سے جنسی لذّت پوری کرنا ایک پاکیزہ اور قرین صحت کام ہے: قَالَ يَا قَوْمِ هَـٰؤُلَاءِ بَنَاتِي هُنَّ أَطْهَرُ لَكُمْ (78:11) ترجمہ: "لوط (علیہ السلام) نے کہا اے میری قوم! یہ میری بیٹیاں موجود ہیں یہ تمہارے لیے مناسب اور پاکیزہ ہیں"۔

9. **لواط انسانی سماج کی تباہی کا موجب ہے**: قَالَ رَبِّ انصُرْنِي عَلَى الْقَوْمِ الْمُفْسِدِينَ (30:29) ترجمہ: "لوط (علیہ السلام) نے کہا: اے میرے پروردگار فساد برپا کرنے والی قوم کے خلاف میری مدد فرما"۔

ہم جنس بازی اور عصر جدید کی جاہلیت

حضرت لوط علیہ السلام کی قوم جس بدکاری میں مبتلا ہوئی تھی، بدقسمتی سے یونانیوں نے بھی اس فحش کاری میں اُن کی پیروی کی اور اسے اخلاقی جواز دینے کی کوشش کی۔ اُن کے بعد عصرِ جدید کی مغربی جاہلیت نے اسے قانونی تحفظ فراہم کر دیا ہے۔ تعجب اِس بات پر ہے کہ جدید جاہلیت کے پیروکار اور اس کا پرچار کرنے والے، صنفی حقوق کی ضامن تعدد زوجات کو ناجائز قرار دیتے ہیں لیکن لواط اور مردوں و عورتوں کی ہم جنس بازی کو صنفِ نسواں کی حق تلفی شمار نہیں کرتے۔ یہ بڑی عجیب منطق ہے کہ بے دینی کی تہذیب میں تعدد زوجات کو غیر انسانی، جبکہ لواط اور ہم جنس بازی کو اخلاقی و قانونی عمل قرار دیا گیا ہے۔ مغرب کے مادی انسان کی فکری و اخلاقی پستی اور قدروں کی پامالی پر حیرت ہوتی ہے، لیکن طفیلی سوچ رکھنے والے مشرقی مغرب زدہ حضرات کی حالت زار پر تو حیرت کی انتہا ہوتی ہے کہ وہ بھی تعدد زوجات کے بارے میں مغربی سوچ کے حامل ہیں۔ عصر جدید کے ہم جنس پرستوں اور انہیں قانونی تحفظ دینے والوں کے مقابلے میں دینی اور سماجی مصلحین کی حیثیت، وہی حضرت لوط علیہ السلام کی سی رہ گئی ہے۔ کیونکہ یہ فسادی ہم جنس بازی کے حق میں وہی منطق رکھتے ہیں جو حضرت لوط علیہ السلام کی قوم کی منطق تھی۔

تعجب کی بات یہ ہے کہ آج کے ہم جنس بازوں عفت و پاکدامنی کی ہر دعوت اور ہر تحریک کو بجائے خود ایک انسانی سماجی کمزوری قلمداد کرتے ہیں۔ لیکن یہ کوئی نئی بات نہیں کیونکہ جب حضرت لوط علیہ السلام اپنی قوم کو اس قبیح فعل سے منع فرماتے تھے تو اُن کا جواب بھی ایسا ہی ہوتا تھا: فَمَا كَانَ جَوَابَ قَوْمِهِ إِلَّا أَن قَالُوا ائْتِنَا بِعَذَابِ اللَّهِ إِن كُنتَ مِنَ الصَّادِقِينَ (29:29) ترجمہ: "پس ان کی قوم کا جواب صرف یہ تھا کہ وہ کہیں: پروردگار! ان مفسدوں کے خلاف میری مدد فرما"۔ قرآن کریم نے ایک اور مقام پر حضرت لوط علیہ السلام کی قوم کا یہ گستاخانہ جواب بھی نقل کیا ہے کہ انہوں نے حضرت لط علیہ السلام کی نصیحت خواہی پر یہ رد عمل دکھایا کہ لوط اور ان کے پیروکاروں کو اپنے شہر سے باہر نکال دو؛ کہ یہ بڑے پاکباز بنے پھرتے ہیں: وَمَا كَانَ جَوَابَ قَوْمِهِ إِلَّا أَن قَالُوا

أَخْرِجُوهُم مِّن قَرْيَتِكُمْ إِنَّهُمْ أُنَاسٌ يَتَطَهَّرُونَ (7:82) ترجمہ: "اور ان کی قوم کے پاس کوئی جواب نہ تھا سوائے اس کے کہ وہ کہیں: انہیں اپنی بستی سے نکال دو۔ یہ بڑے پاکیزہ بننے کی کوشش کرتے ہیں۔"

دراصل، "اِنَّهُمْ اُنَاسٌ يَتَطَهَّرُونَ" اس جملے میں ایک یہ احتمال بھی پایا جاتا ہے کہ قوم لوط کا منشایہ تھا کہ حضرت لوط علیہ السلام اور ان کے پیروکاروں کو تظاہر اور ریاکاری کے ساتھ متہم کریں۔ جیسا کہ ہم اکثر اشعار وغیرہ میں سنا ہے کہ بعض گنہگار اور شراب خوار افراد مقدس اور پاک بندوں کو دکھاوے اور ریاکاری کے ساتھ متہم کرتے ہیں اور بزعم خود اپنے شراب آلودہ چھیتھڑوں کو "زاہد کے مصلیٰ" سے بہتر خیال کرتے ہیں۔ اور یہ ایک جھوٹا برائت نامہ ہے جو وہ خود اپنے ہاتھ سے اپنے لئے لکھ لیتے ہیں۔[1] عصر جدید کے سماجی اخلاقی مفاسد کی طرف دسیوں جیّد علماء کے رشحات قلم سے لکھی گئی عظیم تفسیر، تفسیر نمونہ میں بڑی خوبصورتی سے اشارہ کیا گیا ہے:

"اسلام نے ان ہی اخلاقی اور اجتماعی دلائل کی بناء پر ہم جنسی کا ہر شکل اور ہر صورت میں حرام کیا ہے اور اُس کے لیے بڑی سخت سزا مقرر کی ہے (جس کی حد کبھی موت تک پہنچتی ہے)۔ اِس سلسلے میں اہم بات یہ ہے کہ اس زمانے کی متمدّن دُنیا کی بے لگامی اور تنوع طلبی بہت سے لڑکوں اور لڑکیوں میں نفسیاتی فساد پید کر دیتی ہے۔ لڑکوں میں ناموزوں اور زنانہ لباس پہننے اور خود آرائی کا شوق پیدا ہوتا ہے اور لڑکیوں میں مردانہ لباس زیب تن کرنے کی خواہش ہوتی ہے۔ یہیں سے نفسیاتی انحراف اور میلان ہم جنسی جنم لیتا ہے۔ یہاں تک کہ اِس رُجحان اور ایسے قبیح ترین اعمال کو قانونی شکل دے دی جاتی ہے اور اِسے ہر قسم کی سزا اور تعقیب سے بری سمجھتے ہیں۔ ان حالات کے شرح لکھتے ہوئے قلم کو شرم آتی ہے۔[2]

ہم جنس بازی کا رجحان، بدترین لعنت

تفسیر نمونہ نے ہم جنس بازی اور لواط کو بدترین لعنت قرار دیا ہے۔ تفسیرِ نمونہ کے بقول:

" بھلا اس سے بدتر اور کون سا کام ہو سکتا ہے کہ انسان توالد و تناسل کا واحد ذریعہ یعنی "مرد عورت کا ملاپ" اس کو انسان ترک کر دے۔ یہ ایسا کام ہے جو اصولی طور پر نادرست خلاف عقل اور بدن انسانی کی ساخت کے منافی اور روح کے خلاف ہے۔ جس کا نتیجہ یہ ہے کہ جنسی ملاپ کی جو غرض و غایت ہے وہ فوت ہو کر رہ جائے گی اور انسانی نسل منقطع ہو جائے گی"۔[3]

ایک اور مقام پر اس تفسیر میں لکھا ہے کہ:

"ہم جنسی خواہ مردوں کے درمیان ہو (لواطت) یا عورتوں کے (مساحقہ) وہ ان بدترین انحرافِ اخلاقی میں سے ہے جو معاشرے میں فاسد کا سرچشمہ ہیں۔ اصولاً قدرت نے زن و مرد کے مزاج کو

اس طرح خلق کیا ہے کہ اُنہیں جنس مخالف سے تعلق پیدا کرنے میں آسودگی اور نفسیاتی سکون حاصل ہوتا ہے۔اِس صورت کے علاوہ، انسان میں جو بھی جنسی میلان پیدا ہوتا ہے وہ انسان کی طبع سلیم سے انحراف اور ایک قسم کی نفسیاتی بیماری ہے۔ اگر اس میلان کو روکا نہ جائے تو وہ روز بروز شدید تر ہوتا جاتا ہے۔ اور اس کا نتیجہ یہ ہوتا ہے کہ آدمی کو اپنی جنس مخالف کی طرف میلان خاطر نہیں رہتا اور وہ پھر جنس موافق ہی سے غیر فطری آسودگی حاصل کرنے لگتا ہے۔

اس قسم کے باہمی نامشروع تعلقات انسان کے نظام جسمانی حتی کہ اس سلسلۂ اعصاب اور اس کی نفسیاتی کیفیت کو متاثر کرتے ہیں اور جب یہ میلان عادت بن جاتا ہے تو مرد کو ایک کامل مرد اور عورت کو ایک کامل عورت بننے سے روک دیتا ہے. اس طرح سے کہ اس قسم کے ہم جنس باز مرد یا عورتیں شدید ضعف جنسی کا شکار ہو جاتے ہیں اور اپنی اولاد کے لیے اچھے ماں باپ ثابت نہیں ہوتے اور کبھی ایسا بھی ہوتا ہے کہ ان میں تولید نسل کی قابلیت ہی نہیں رہتی۔ ہم جنسی کے میلان سے لوگوں میں بتدریج یہ نفسیاتی مرض پیدا ہو جاتا ہے کہ وہ خلوت پسند ہو جاتے ہیں۔ مجمع سے گھبرانے لگتے ہیں یہاں تک کہ وہ اپنی ذات سے بھی بیگانہ ہو جاتے ہیں۔ نیز یہ کہ ان میں نفسیاتی تضاد کا مرض پیدا ہو جاتا ہے۔ اگر یہ لوگ اپنی اصلاح کی طرف متوجہ نہ ہوں تو مختلف قسم کی جسمانی اور نفسیاتی امراض کا شکار ہو جاتے ہیں"۔[4]

فریقین (شیعہ، سُنی) کے نزدیک لواط کی سزا

فریقین کے فقہاء نے لواط کی شرعی سزا معین کرنے کے لئے اپنی اپنی روش کے مطابق استدلال کیا ہے۔ بطور کلی شیعہ فقہاء اور مراجع عظام کے نزدیک لواط ایک ایسا گناہ ہے کہ اگر اس کا ارتکاب کرنے والا شخص عاقل اور بالغ ہو تو اُسے قتل کیا جائے گا۔ اس حوالے سے معروف شیعہ فقیہ مرحوم محقق حلی کی کتاب " شرائع الاِسلام فی مسائل الحلال والحرام " کی عبارت یوں ہے: أما اللواط.... و موجب الإيقاب القتل على الفاعل و المفعول إذا كان كل منهما بالغا عاقلا [5] یعنی: "لواط کرنے والے اگر دونوں عاقل بالغ ہو تو دونوں کو قتل کیا جائے گا"۔

اسی طرح معاصر شیعہ فقہاء میں سے جنہوں نے یہ فتوا دیا ہے ان میں سے چند معروف فقہاء کے نام یہ ہیں: آیت اللہ العظمی، حسین طباطبائی بروجردی، آیت اللہ العظمی اباالقاسم خوئی، آیت اللہ العظمی محمد رضا گلپایگانی و آیت اللہ العظمی محمد علی اراکی، آیت اللہ العظمی مرزا جواد تبریزی، آیت اللہ العظمی محمد فاضل لنکرانی، آیت اللہ العظمی محمد تقی بہجت، آیت اللہ العظمی لطف اللہ صافی گلپایگانی (قدس سرّہم)____ آیت اللہ العظمی علی حسینی خامنہ ای، آیت اللہ العظمی سید موسی شبیری زنجانی، آیت اللہ العظمی ناصر مکارم

شیرازی، آیت اللہ العظمی علی حسینی سیستانی، آیت اللہ العظمی حسین نوری ہمدانی (مد ظلّہم)۔ ان فقہاء میں سے بطور نمونہ آیت اللہ العظمی بروجردی کی توضیح المسائل کے مسئلہ نمبر 2798 کی عین عبارت درج ذیل ہے:

اگر مرد مکلف عاقلی با مکلف عاقل دیگر لواط کند، باید هر دوی آنان را بکشند و حاکم شرع می‌تواند لواط کننده را با شمشیر بکشد، یا سنگسار کند، یا زنده بسوزاند، یا دست و پای او را ببندد و از جای بلندی به زیر اندازد و یا دیواری را روی او خراب کند.[6]

یعنی: "اگر کوئی عاقل بالغ دوسرے عاقل بالغ سے لواط کرے تو ان دونوں کو قتل کر دیا جائے گا، اور حاکم شرع کو اختیار ہے کہ وہ تلوار سے مارے یا اسے سنگسار کرے، یا اسے زندہ جلائے، یا اس کے ہاتھ پاؤں باندھ کر اونچی جگہ سے نیچے پھینک دے یا اس پر دیوار کو گرا دے۔"

خلاصہ یہ کہ شیعہ فقہاء کے نزدیک لواط گناہان کبیرہ میں شمار ہوتا ہے۔ احادیث میں لواط کے گناہ کو زِنا کے گناہ سے بھی بڑھا گناہ قرار دیا گیا ہے اور اس گناہ کی شدید ترین سزا مقرر کی گئی ہے۔ شیعہ فقہ میں لواط کے فاعل اور مفعول، دونوں کی سزا قتل ہے اور انہیں انتہائی خوفناک طریقے سے قتل کرنے کا حکم دیا گیا ہے۔ شیعہ فقہ کے مطابق، اس عمل کے مرتکب اور لواط کے فاعل پر مفعول کی بہن، بیٹی اور ماں حرام ہو جاتی ہیں۔ شاید اس کی ایک وجہ یہی ہے جس کی طرف تفسیر الکوثر میں اشارہ ہوا ہے اور وہ یہ کہ اس عمل پر ترتب پانے والی منفی نفسیاتی کیفیات کی روک تھا ہے۔ دراصل، یہ عمل انسان سے مردانگی سلب کر لیتا ہے جس کے نتیجے میں عورتوں میں بے عفتی آ جاتی ہے۔[7]

<u>جہاں تک اہل سنّت فقہاء کا تعلق ہے</u> تو اُن کے ہاں، لواط کی حیثیت اور سزا اتنی شدید نہیں ہے جتنی شیعہ فقہاء کے نزدیک ہے۔ چونکہ اردو دان طبقہ اور پاکستانی اور ہندوستانی اہل سنّت کی اکثریت فقط امام ابو حنیفہ کے مقلدین ہیں، یہاں ہم صرف امام ابو حنیفہ کی رائے کے بیان پر اکتفاء کرتے ہیں تاکہ مقالہ بہت طویل نہ ہو جائے۔

عظیم اہل سنّت فقیہ، امام ابو حنیفہ کے نزدیک لواط کا حکم تعزیر ہے۔ کیونکہ اُن کے مطابق شریعت میں لواط کی خصوصی سزا معین نہیں ہے۔[8] لہٰذا یہ تعزیر سے مشروط ہے۔ امام ابو حنیفہ کے نزدیک لواط کرنے والے کو صرف تعزیر کیا جائے گا کیونکہ لواط کرنے کی صورت میں نسب کا اختلاط نہیں ہوتا ہے اور نہ ہی اکثر ایسا کوئی جھگڑا ہوتا ہے کہ لواط کنندہ کو قتل کیا جائے۔[9] امام ابو حنیفہ کے نزدیک اگر کوئی شخص اجنبیہ عورت کی مقعد میں دخول کرے اس پر زنا والی حد جاری نہیں ہو گی اس کو تعزیر کیا جائے گا۔ اسی طرح اگر کوئی کسی غلام کے ساتھ لواط کرے تو اُس پر بھی حد جاری نہیں ہو گی بلکہ اس کو تعزیر کیا جائے گا۔[10]

لواط کی شرعی حیثیت اور سزا کے بارے میں امام ابو حنیفہ کی رائے کو اہل سنّت کے کئی منابع میں دیکھا جا سکتا ہے۔ ان منابع میں سے ایک منبع کی عین عبارت یوں ہے:

"واما اللواط بِالرِّجَالِ فانه لَيْسَ فِي التَّحْرِيم كالجماع وَلَا يحرم شَيْئا وَحده كَحَد الزِّنَا فِي قَول النَّخعِيّ وابي يُوسُف وَمُحَمّد وابي عبد الله وَفِي قَول ابي حنيفَة لَيْسَ فِيهِ حد وَفِيه التَّعْزِير لَان اللواط عِنْده كأتيان الْبَهَائِم وكأتيان النِّسَاء فِيمَا دون الْفرج...[11]

یعنی: "مردوں کے ساتھ لواط کی حرمت، زنا کی حرمت طرح نہیں ہے۔ اور اس سے کوئی کسی کے لیے حرام نہیں ہوتا۔ اور نخعی، ابو یوسف، محمد اور ابو عبداللہ کے نزدیک اس کی حد زنا کی حد کی طرح ہے۔ لیکن ابو حنیفہ کے نزدیک زنا کی حد نہیں ہے، بلکہ تعزیر ہے؛ کیونکہ ابو حنیفہ کے نزدیک لواط گویا ایسے ہی ہے جیسے جانوروں کے ساتھ اور عورتوں کے ساتھ مقعد کی طرف سے دخول کیا جائے"۔

امام ابو حنیفہ کے ہاں لواط کی حیثیت اور سزا کو کے بارے میں الماوردی کے یہ عبارت بھی قابلِ استناد ہے:

وَقَالَ أَبُو حَنِيفَةَ لَا حَدَّ فِيهِ، وَلَا يَفْسُدُ بِهِ الْحَجُّ وَلَا الصَّوْمُ وَلَا يَجِبُ بِهِ الْغُسْلُ إِلَّا أَنْ يُنْزِلَ فَيَغْتَسِلُ، وَيُعَزَّرَانِ ويحبسان حتى يتوبا استدلالا بأن مَا لَمْ يَنْطَلِقْ عَلَيْهِ اسْمُ الزِّنَا لَمْ يجب فيه حد كالاستمتاع بما دون الفرج...[12]

یعنی: "ابو حنیفہ نے کہا ہے کہ اس سے حج اور روزہ باطل نہیں ہوتا اور اس پر غسل واجب نہیں ہوتا جب تک کہ انزال نہ ہو جائے اور ایسے لوگ تعزیر کے پابند ہیں اور اس وقت تک ان دونوں یعنی فاعل و مفعول کو قید میں رکھا جائے جب تک کہ وہ توبہ نہ کر لیں۔ حقیقت یہ ہے کہ کوئی بھی ایسا عمل جس کو زنا نہیں کہا جائے گا اور نہ ہی اس پر حد واجب ہے، جیسے فرج کے علاوہ کسی اور عورت کے حصے سے لطف اندوز ہونا۔"

حد اور تعزیر کی تعریف اور ان کا بنیادی فرق

شرعی حدّ: اسلام میں بعض گناہوں کے لئے معین کی گئ سزاؤں کو "حدّ" کہا جاتا ہے۔ قرآن اور احادیث میں گناہوں کی نوعیت کو مدّنظر رکھتے ہوئے ان کے سزاؤں کی نوعیت، مقدار اور نفاذ کا طریقہ کار بھی مختلف معین کی گئ ہیں۔ شرعی حدّ، عموما جسمانی سزاؤں جیسے کوڑا مارنا وغیرہ کو کہا جاتا ہے۔ لیکن جن سزاوں کی نوعیت، مقدار اور کیفیت شریعت میں نہیں آئی بلکہ اس تعیین کو حاکم شرع کی صوابدید پر چھوڑا دیا گیا ہے انہیں "تعزیر" کہا جاتا ہے۔ البتہ یاد رہے کہ بعض اوقات "حدّ" کی اصطلاحات شریعت میں معین شدہ سزا کے علاوہ غیر معین سزا کے لئے بھی استعمال ہوتی ہے۔ دوسرے الفاظ میں یہ اصطلاح، تعزیرات کو بھی شامل کرتی ہے۔ تعزیر کے بارے میں کہا گیا ہے کہ:

التَّعْزِيرُ بِالضَّرْبِ لَكِنَّهُ لَا يَنْحَصِرُ فِي الضَّرْبِ بَلْ يَكُونُ بِغَيْرِهِ مِنْ حَبْسٍ وَعَرْكِ أُذُنٍ وَغَيْرِهِ[13]

یعنی: "اگرچہ تعزیر، مارنے کا نام ہے؛ لیکن یہ فقط مارنے میں منحصر نہیں ہے، بلکہ قید میں ڈالنے اور کان مروڑنے سے بھی تعزیر کی جاسکتی ہے"۔

حد اور تعزیر میں بنیادی فرق یہ ہے کہ حد تو شریعت کی وہ سزا ہے جو اللہ تعالی کا حق قرار دی گئی ہے اسی لیے اس کو حق اللہ کہا جاتا ہے جس کی وجہ سے اس میں کوئی بندہ تصرف نہیں کر سکتا لیکن تعزیر کو حق اللہ نہیں کہا جاتا ہے کیونکہ قاضی اس میں تصرف کر سکتا ہے یعنی اگر وہ کوئی مصلحت دیکھے تو قابل تعزیر جرم کو معاف بھی کر سکتا ہے اور موقع و محل اور جرم کی نوعیت کے اعتبار سے سزا میں کمی، زیادتی اور تغیر و تبدل بھی کر سکتا ہے۔[14]

احقاقِ حق اور ابطالِ باطل کی غیر اخلاقی اور بزدلانہ روش

یہ ایک حقیقت ہے کہ ادیان و مذاہب کے درمیان اختلافی موضوعات پر بحث و مباحثہ کا نہ خاتمہ کیا جاسکتا، نہ کرنا چاہیے۔ بلکہ ادیان و مذاہب کے درمیان تعمیری تنقید کا سلسلہ اگر قائم رہے تو اس کا فائدہ ہر صورت یہی نکلتا ہے کہ انسان حق و باطل کے درمیان تشخیص دے سکتا ہے۔ تاہم کسی بھی مذہب و مسلک کے پیروکاروں کے لیے سب سے زیادہ غیر اخلاقی اور بزدلانہ حرکت یہ ہے کہ وہ اپنے دین و مذہب کو حق ثابت کرنے کے لیے دوسروں پر "الزام تراشی"، کا سہارا لیں۔ کیونکہ اگر کبھی کسی دین و مذہب کے پیروکاروں پر جھوٹے الزام لگا کر لوگوں کو اُس دین و مذہب سے دُور رکھا جاسکتا تھا تو آج ذرائع ابلاغ بہت جلد، جھوٹ اور الزام تراشی کی کلی پھوڑ دیتے ہیں اور سلیم الفطرت انسان الزام تراشوں پر لعنت بھیجتے اور اُن کے دین و مذہب سے نفرت کرنے لگتے ہیں۔

بد قسمتی سے آج بھی بعض احمق اسی روش پر کاربند ہیں اور اُن کا کام محض الزام تراشی اور دیگر ادیان و مسالک کی نسبت ناروا نسبتیں قائم کرنا اور اپنے دین و مسلک کی بقاء کے لیے تہمت کو آخری حربے کے طور پر استعمال کرنا ان کا شیوا بن چکا ہے۔ کچھ ایسے پست لوگ شیعہ مسلک اور اہل بیت اطہار علیہم السلام کے پیروکاروں کے خلاف اسی روش پر کاربند ہیں۔ اُن کی شیعہ کے خلاف بے بنیاد تہمتوں میں سے ایک تہمت اور پروپیگنڈہ یہ ہے کہ نعوذ باللہ شیعہ کے نزدیک لواط نہ فقط جائز، بلکہ ایک بہترین عمل ہے۔

جیسا کہ بیان کیا جا چکا ہے شیعہ خیر البریہ کے نزدیک لواط ایک گناہ کبیرہ ہے اور اس کی سزا قتل ہے اور ہم نے لواط کے حوالے سے شیعہ فقہاء عظام کا موقف بڑی وضاحت کے ساتھ پیش کر دیا ہے۔ لیکن شیعوں پر الزام تراشی کرنے والوں کے نزدیک تو اس کی سزا "تعزیر" ہے جو مجھ کان مروڑ دینے سے بھی تحقق پا لیتی ہے۔ اور جہاں تک اہلِ لواط کا تعلق ہے تو اُس کا معاملہ ہمارے قارئین کے لئے اخبارات میں چھپنے والی نت نئی خبروں اور شہ سرخیوں سے واضح ہے کہ کس دین و مذہب کے پیروکار اِس فعلِ حرام کے مرتکب ہوتے ہیں اور کس دین و مذہب کے پیروکاروں کا دامن اس آلودگی سے پاک ہے۔

تعجب یہ ہے کہ بعض بے دینوں نے شیعہ کے نزدیک لواط کے جواز کو ثابت کرنے کے لئے جو افسانے گھڑے ہیں اُن میں ایک افسانہ یہ ہے کہ شیعہ راویان حدیث لواطی تھے۔ اس حوالے سے بعض معاندین نے چند ایسے راویوں کا مسلک، مذہبِ تشیع سے جوڑنے کی کوشش کی ہے جو لواطی شمار کیے گئے ہیں۔ یہ تین افراد حسن بن محمد المعروف ابن بابا اور محمد بن نصیر اور فارس بن حاتم قزوینی سے عبارت ہیں۔ معاندین نے اِن بدفعل لوگوں کو مذہب تشیع کا پیروکار قلمداد کرکے شیعہ خیر البریہ پر یہ الزام لگایا ہے کہ نعوذ باللہ شیعہ کے ہاں لواط جائز ہے۔ حالانکہ اگر ہم شیعہ منابع کو مطالعہ کریں تو بڑا واضح ہے اِن افراد پر ائمہ اہل بیت اطہار علیہم السلام نے لعنت بھیجی ہے اور اُن سے برائت کا اظہار کیا ہے۔ اُن سے روایات لینے سے منع کیا اور اپنے شیعوں کو ان کے پاس جانے سے منع کیا اور ان کا سر پھوڑ دینے کا پروانہ جاری کیا ہے۔ اور یقینا جو شخص شیعہ خیر البریہ کے ائمہ علیہم السلام کا ملعون و مطرود ہو وہ کبھی شیعہ نہیں ہو سکتا۔ اِن افراد کے اہل تشیع کے ہاں ملعون ہونے پر درج ذیل نصوص ملاحظہ فرمائیں:

1) قَالَ نَصْرُ بْنُ الصَّبَّاحِ: الْحَسَنُ بْنُ مُحَمَّدٍ الْمَعْرُوفُ بِابْنِ بَابَا وَ مُحَمَّدُ بْنُ نُصَيْرٍ النُّمَيْرِيُّ وَ فَارِسُ بْنُ حَاتِمٍ الْقَزْوِينِيُّ لَعَنَ هَؤُلَاءِ الثَّلَاثَةَ عَلِيُّ بْنُ مُحَمَّدٍ الْعَسْكَرِيُّ عليه السلام[15]

ترجمہ: "نصر بن صباح کہتے ہیں امام علی نقی علیہ السلام نے 3 آدمیوں پر"۔

2) قَالَ سَعْدٌ، حَدَّثَنِي الْعُبَيْدِيُّ، قَالَ:، كَتَبَ إِلَيَّ الْعَسْكَرِيُّ ابْتِدَاءً مِنْهُ أَبْرَأُ إِلَى اللَّهِ مِنَ الْفِهْرِيِّ وَ الْحَسَنِ بْنِ مُحَمَّدِ بْنِ بَابَا الْقُمِّيِّ فَابْرَأْ مِنْهُمَا، فَإِنِّي مُحَذِّرُكَ وَ جَمِيعَ مَوَالِيَّ وَ إِنِّي أَلْعَنُهُمَا عَلَيْهِمَا لَعْنَةُ اللَّهِ، مُسْتَأْكِلَيْنِ يَأْكُلَانِ بِنَا النَّاسَ، فَتَّانَيْنِ مُؤْذِيَيْنِ آذَاهُمَا اللَّهُ وَ أَرْكَسَهُمَا فِي الْفِتْنَةِ رَكْساً، يَزْعُمُ ابْنُ بَابَا أَنِّي بَعَثْتُهُ نَبِيّاً وَ أَنَّهُ بَابٌ عَلَيْهِ لَعْنَةُ اللَّهِ، سَخَّرَ مِنْهُ الشَّيْطَانُ فَأَغْوَاهُ، فَلَعَنَ اللَّهُ مَنْ قَبِلَ مِنْهُ ذَلِكَ، يَا مُحَمَّدُ إِنْ قَدَرْتَ أَنْ تَشْدَخَ رَأْسَهُ بِالْحَجَرِ فَافْعَلْ! فَإِنَّهُ قَدْ آذَانِي آذَاهُ اللَّهُ فِي الدُّنْيَا وَ الْآخِرَةِ۔[16]

ترجمہ: "عبیدی روایت کرتے ہیں کہ: امام حسن عسکری علیہ السلام نے مجھے ایک خط بھیجا جس میں میں نے ان سے کوئی سوال نہیں کیا اور اس خط میں محمد بن نصیر اور، حسن بن محمد بن محمد بابا قمی سے بیزاری کا اعلان کیا اور فرمایا: تم اور ہمارے تمام عاشقان ان سے دور رہو میں ان پر لعنت بھیجتا اور ان پر خدا کی بھی لعنت ہو! وہ ہمارے نام سے غلط استفادہ کرتے ہیں اور لوگوں کی املاک کھاتے ہیں اور فتنہ انگیزی کرتے ہیں! وہ ہمیں اور ہمارے شیعوں کو تکلیف دیتے ہیں اور انہوں نے فتنے ایجاد کیے

ہیں۔ خُدا اُن کو عذاب دے گا اور اُن کو اُن کی پیدا کردہ فتنہ میں شکست دے گا۔ ابن بابا کا دعویٰ ہے کہ میں نے اسے ایلچی بنا کر بھیجا ہے اور وہ میرا باب ہے۔ اس پر خدا کی لعنت ہو، شیطان نے اس کا گمراہ کیا ہے اور اسے گمراہ کیا، پس جو اس کے دعوے کو قبول کرے، خدا اس پر لعنت کرے۔ اے محمد: اگر آپ اس کا [بابا قمی] کا سر پتھر سے پھوڑ سکتے ہیں تو ایسا کریں۔ بے شک اس نے مجھے اذیت دی ہے، خدا اسے دنیا اور آخرت میں اذیت کرے"۔

اہم نکتہ

مذکورہ بالا روایات سے واضح ہے کہ بعض شیعہ دشمن عناصر نے جن لوگوں کو شیعہ راوی قلمداد کرتے ہوئے ان کے لواطی ہونے کو ثابت کرنے کی کوشش کی ہے، خود شیعہ اور شیعوں کے امام اُن سے بیزار ہیں اور اُن پر لعنت بھیجتے ہیں۔ لہٰذا کسی دین و مذہب کی پیروکاری کا دعوی کرنے والے ہر شخص کو لازمی طور پر اُس مذہب کا پیروکار شمار کرنا اور اس کی بدکرداری کو بہانہ بنا کر اُس کے دین و مذہب کو بدکردار ثابت کرنا ایک بزدلانہ اور نادرس حرکت ہے۔ کیونکہ اگر اس معیار کو تسلیم کر لیا جائے تو پھر خود اہل سنّت کے مذہب سے منسوب کئی افراد ایسے مل جائیں گے جن کا لواطی ہونے ثابت شدہ ہے۔ ان لوگوں میں ایک مثال یَحْیَی بْنُ اَکْثَم ہے جس کے بارے میں البدایہ والنہایہ کا کہنا یہ ہے کہ وہ اہل سنّت کے ائمہ میں سے اور ان کے فقہاء میں سے ایک بڑا فقیہ تھا: وَقَدْ كَانَ يَحْيَى بْنُ أَكْثَمَ هَذَا مِنْ أئمة السنة، وعلماء الناس، ومن المعظمين للفقه وَالْحَدِيثِ وَاتِّبَاعِ الْأَثَرِ۔[17]

بدقسمتی سے یَحْیَی بْنُ اَکْثَم ایک لواطی انسان تھا۔ اس حوالے سے ثمار القلوب نے لکھا ہے کہ:

وَكَانَ يحيى ألوط من ثفر وَمن قوم لوط وَكَانَ إِذا رأى غُلَاما يُفْسِدهُ وَقعت عَلَيْهِ الرعدة وسال لعابه وبرق بَصَره وَكَانَ لَا يستخدم فِي دَاره إِلَّا المرد الملاح --- وَيُقَال إِنَّه هُوَ الذى زين لِلْمَأْمُونِ اللواط وحبب إِلَيْهِ الْولدَان وغرس فِي قلبه محاسنهم وفضائلهم وخصائصهم وَقَالَ إِنَّهُم بِاللَّيْلِ عرائس وبالنهار فوارس وهم للْفراش والهراش وللسفر والحضر فصدر الْمَأْمُون عَن رَأْيه وَجرى فِي طَرِيقه واقتدى بِهِ المعتصم حَتَّى اشْتهر بهم وَملك ثَمَانِيَة آلَاف مِنْهُم وَمَا كَانَ بَنو الْعَبَّاس يحومون حَولهمْ اللَّهُمَّ إِلَّا مَا كَانَ يُؤثر عَن مُحَمَّد الْأمين من اسْتِخْدَام الخصيان والعبث بهم دون فحول الْولدَان و يحكى أَن الْمَأْمُون نظر يَوْمًا إِلَى يحيى فِي مَجْلِسه وَهُوَ يحد النّظر إِلَى ابْن أَخِيه الواثق وَهُوَ إِذْ ذَاك أَمْرَد تَأْكُله الْعين فَتَبَسَّمَ إِلَيْهِ وَقَالَ يَا أَبَا مُحَمَّد حوالينا وَلَا علينا فَقَالَ يَا أَمِير الْمُؤمنِينَ إِن الْكَلْب لَا يَأْكُل النَّار۔[18]

یعنی: "اور یحییٰ قوم لوط سے زیادہ لواطی تھا۔ وہ کسی حسین نوجوان کو دیکھتا تو اس کے منہ میں پانی آ جاتا تھا اور جب وہ کسی نوجوان دیکھتا تھا اس کے دل میں لڈّو پُھوٹنا شروع ہو جاتا تھے اس کا جسم کانپ جاتا تھا اور اس کا لعاب دہن بہنے لگتا اور اس کی آنکھوں سے چمک اٹھتی تھی۔ یحییٰ نے اپنے گھر میں بغیر داڑھی کے جوانوں کے علاوہ کسی بھی اپنے گھر کے کام کے لیے استعمال نہیں کیا۔۔۔ کہا جاتا ہے کہ یہ یحییٰ ہی تھا جس نے مامون کو لواط کی ترغیب دی اور لڑکوں کو اس نظروں میں سجایا اور ان کی خوبیوں اور ان کی خصوصیات کے بارے میں بتایا۔ اور یہ بھی کہا کہ وہ رات کو دلہنوں کا کام کرتے ہیں اور دن میں بہادر گھوڑ سواروں کا کام کرتے ہیں اور یہ گھر میں، شکار اور سفر اور شہر میں کام آتے ہیں۔ اس وجہ سے مامون نے بھی اس کی رائے کو قبول کیا اور اس کے راستے پر چل پڑا"۔

بنابریں، اگر کسی دین و مذہب سے منسوب کسی شخص کی ذاتی برائی اُس مذہب کے بُرا مذہب ہونے کی دلیل بن سکتی ہے تو پھر یحییٰ بن اکثم جو کہ فقط خود لواطی نہیں تھا بلکہ اس نے بنی عباس کہ شہزادوں کو بھی لواط پر لگا دیا تھا، اُس کے لواطی ہونے پر اس کے دین و مذہب کے بارے میں کیا فتوا صادر کرنا چاہیے؟

نتیجہ کلام

نتیجہ کلام یہ ہے کہ لواط ایک انتہائی قبیح فعل اور گناہ کبیرہ ہے جو تباہ کن سماجی اور اخلاقی نتائج کا حامل ہے۔ یہی وجہ ہے کہ اسلام کے مقدس دین نے اسے ممنوع قرار دیا ہے۔ اسلامی مسالک میں سے اہل تشیّع نے اسے حرام قرار دیا ہے اور اس کی سزا قتل بتائی ہے؛ جبکہ اہل سنّت نے اس کی سزا میں تعزیز تجویز کی ہے۔ بہر صورت یہ ایک ایسا گناہ ہے جو سماج میں ہزاروں بدبختیوں اور برائیوں کا موجب بنتا ہے اور اس کی وجہ سے کئ عظیم انسانی، سماجی بحران جنم لیتے ہیں۔ نیز یہ کہ کسی دین و مذہب سے منسوب کسی بدکار اور بد کردار شخص کے کسی ذاتی فعل کو دلیل بنا کر اُس دین و مذہب کے خلاف ہرزہ سرائی، بذاتِ خود ایک بہت بڑی برائی اور علمی، تحقیقی روش کے سراسر منافی ہے۔

*****

References

1. Nasir Makarem, Shirazi, *Tafsir al-Namona*, Mutrajam: Syed Safdar Hussain Najfi,Vol. 4, (Haiderabad Sindh, Misbah al-Quran Trust, nd), 8-167.

ناصر مکارم، شیرازی، تفسیر نمونہ، ترجم: مولانا سید صفدر حسین نجفی، ج4، (لاہور، مصباح القرآن ٹرسٹ، ندارد)، 8-167۔

2. Ibid, Vol.9, 218.

ایضاً، ج9، 218۔

3. Ibid, Vol.4, 166.

ایضاً، ج4، 166۔

4. Ibid, Vol.9, 218.

ایضاً، ج9، 218۔

5. Najam al-Din Jafar bn Hassan, Muhaqiq Heli, *Shariah al-Islam fi Masail al-Halal wa Haram*, Vol. 4, Chaap: II (Qom, Mohsa Ismailian, 1408 AH), 146.

نجم الدین جعفر بن حسن، محقق حلی، شرائع الاِسلام فی مسائل الحلال والحرام، ج4، چاپ: دوم (قم، مؤسسہ اسماعیلیان، 1408ھ ق)، 146۔

6 . Ayatullah al-Uzmah, Hussain Tabatabai Borujerdi, Anees-ul almuqlaydin, *fi Ahkam-e Din*, (Qom, Akhwan Kitabchi, 1366 SH), Issue # 2798.

آیت اللہ العظمی، حسین طباطبائی بروجردی، انیس المقلدین فی احکام الدین؛ (قم، اخوان کتابچی، 1366ھ۔ش)، مسئلہ نمبر2798۔

7. Mohsin Ali, Najafi, *Tafsir al-Kousir*, Vol. 3, Chaap II (Lahore, Misbah-ul-Quran Trust, 1434/2016 AH), 248 – 249.

محسن علی، نجفی، تفسیر الکوثر، ج3، چاپ دوم (لاہور، مصباح القرآن ٹرسٹ، 2016/ 1434ق)، 248 – 249۔

8. Abu Malik Kamal bn Al-Syed Salam, *Saheeh Fiqh Sunnah wa Adillah wa Tawzeeh Mazhab al-Alamah*, Vol. 4, Mah Taliqaat Faqiha Masrah: Fazhila Al-Sheikh/Nasir al-Deen al-Albani (Cairo, *Almaktab-ul altufiqiyah*, 2003), 47-48.

ابومالک کمال بن السید سالم، صحیح فقہ السنۃ وادلتہ وتوضیح مذاہب الائمۃ، ج4، مع تعلیقات فقهية معاصرة:، فضیلۃ الشیخ/ ناصر الدین الالبانی (قاہرہ، المکتبۃ التوفیقیۃ، 2003)، 47-48۔

9. Wahbah bn Mustafa, Zahaili, *Al-Fiqah al-Islami wa Adlata (Al-Shamil lildulat al-Sheria wa al-Arah al-Madina wa Aham alNazariat al-Fiqah wa Tehqeek al-Ahdith al-Nabohat)*, Vol. 7, (Damascus, Dar al-Fikr, 1985.), 5393.

وَہبَۃ بن مصطفیٰ، زحَیلیّ، الفقہِ الاِسلامیُّ وادِلّتُہ (الشّامل للأدّلۃ الشّرعیّۃ والآراء المذہبیّۃ واہمّ النّظریّات الفقہیّۃ وتحقیق الأحادیث النّبویّۃ وتخریجہا، ج7، (دمشق، دار الفکر ، 1985)، 5393۔

10. Hassan bn Mansoor al-Awzjundi Nizam, *Al-Fatawi Al-Hindia, known as Bilfatawiya al-Alamkiriya fi Mazhhab Imam al-Azam Abi Hanifa al-Nu'man*, Al-Baab IV fi Al-Wat al-zhi Yujab al-Hud al-Zhi la Ujba, Vol. 2, (Beirut, Muhammad Ali Baizoun, Dar al-Kitab al-Ulmiya, 1421 AH), 166.

حسن بن منصور الاوزجندی نظام، الفتاوی الہندیۃ، المعروف بالفتاویۃ العالمکیریۃ فی مذہب الإمام الأعظم إبی حنیفۃ النعمان، الباب الرابع فی الوط الذی یوجب الحد والذی لایوجبہ، ج2، (بیروت، محمد علی بیضون، دارالکتاب العلمیہ، 1421ق)، 166۔

11. Ali bn al-Hussain bn Muhammad al-Sughdi, Hanafi, *Al-Natf fi al-Fatawi*, al-Muhaqiq: Al-Muhami Doctor Salah al-Deen al-Nahi, Vol. 1, (Oman Jordan / Beirut Libnan, Dar al-Furqan/Mowsaha Al-Risalah, 1404 AH), 269.

علی بن الحسین بن محمد السُّغدی، حنفی، النتف فی الفتاوی، المحقق: المحامی الدکتور صلاح الدین الناہی، ج1، (عمان الأردن /بیروت، دار الفرقان/مؤسسۃ الرسالۃ، 1404ق)، 269۔

12. Abu al-Hassan Ali bn Muhammad bn Muhammad bn Habib al-Basri al-Baghdadi, Mawardi, *al-Hawi al-Kabeer fi fiqh Mazhhab Imam al-Shafi'I wa ho Sharha Mukhtasir al-Muzni*, al-Muhaqiq: Shaikh Ali Muhammad Ma'awad-al-Shaikh Adel Ahmad Abdul-Mujood, Vol. 13, (Beirut, Dar al-Kutub al-Alamiya, 1419 AH/1999), 222.

إبو الحسن علی بن محمد بن محمد بن حبیب البصری البغدادی، ماوردی، الحاوی الکبیر فی فقہ مذہب الإمام الشافعی وہو شرح مختصر المزنی، المحقق: الشیخ علی محمد معوض-الشیخ عادل إحمد عبدالموجود، ج13، (بیروت، دار الکتب العلمیۃ، 1419 ھ/ 1999)، 222۔

13. Usman bn Ali bn Muhjan al-Bari, Fakhr al-Din, Zila'i al-Hanafi, *Tabi'in al-Haqaiq Sharha Kunz al-Daqaq wa Hashiya al-Shilbi*, Al-Ahshia: Shihab al-Din Ahmed bn Muhammad bn Ahmed bn Yunus bn Isma'il bn Yunus al-Shilbi, Vol. 3, (Al-Cairo, Al-Matababa Al-Kubra Amiriyya, 1313 SH), 163

عثمان بن علی بن محجن البارعی، فخر الدین، زیلعی الحنفی، تبیین الحقائق شرح کنز الدقائق وحاشیة الشِّلْبِيِّ، الحاشیة: شہاب الدین اِحمد بن محمد بن اِحمد بن یونس بن إسماعیل بن یونس الشِّلْبِيُّ، ج3، (القاہرۃ، المطبعۃ الکبری الأمیریۃ، 1313ھ)، 163۔

14. Ibid.

ایضاً۔

15. Muhammad bn Omar bin Abdulaziz Kashi, *Rijal al-Kashi*, Vol. 1, (Beirut, Mowsah Al-Almiya Lilmatbohaat, 1430 AH), 381, 382, 383.

محمد بن عمر بن عبدالعزیز کَشّی، رجال الکشی، ج1، (بیروت، مؤسسہ الاعلمی للمطبوعات، 1430ھ)، 381، 382، 383۔

16. Kashi, *Rijal al-Kashi*, 520; Muhammad bn Umar, Kashi, Muhaqiq/ Masaha: Tusi, Muhammad bn Al-Hassan/Mustafawi, Hassan, Rijal Al-Kashi-Ikhtiyar Marfat Al-Rijal, (Mashhad, Mowsah Nashir Danishgaha, 1409 AH), 520-521, Raqam # 1000/999

محمد بن عمر بن عبدالعزیز کَشّی، رجال الکشی، ج1، (بیروت، مؤسسہ الاعلمی للمطبوعات، 1430ھ)، 520؛ محمد بن عمر کشی، محقق/ مصحح: طوسی، محمد بن الحسن/ مصطفوی، حسن، رجال الکشی-إختیار معرفة الرجال، جلد1، صفحہ 520و521، رقم نمبر 1000/999.

17. Abu al-Fadah Ismail bn Umar bn Kaseer al-Qurashi al-Basri Sum al-Damashqi, Ibn Kaseer, *Al-Badda wa al-Nayya*, Vol. 10, Add al-Ejza (Beirut., Dar al-Fiker, 1407 AH/1986), 316.

اِبو الفداء إسماعیل بن عمر بن کثیر القرشی البصری ثم الدمشقی، ابن کثیر، البدایۃ والنہایۃ، ج10، عدد الأجزاء (بیروت، دار الفکر، 1407ھ/ 1986)، 316۔

18. Abdul-Malik bn Muhammad bn Ismail Abu Mansoor, Sa'alabi, *Samaar al-Qaloob fi Al-Mazaaf wa Al-Mansoob*, (Cairo, Dar al-Maa'rif, nd.), 156-157.

عبد الملک بن محمد بن إسماعیل اِبو منصور، ثعالبی، ثمار القلوب فی المضاف والمنسوب، (القاہرۃ، دار المعارف، سن ندارد)، 156-157۔

"اصول فلسفہ وروش رئالیسم"-چند صفحات کا مطالعہ (4)

Study of a few Pages from:"The Principles of Philosophy and the Methodology of Realism" (4)

Open Access Journal
Qtly. Noor-e-Marfat
eISSN: 2710-3463
pISSN: 2221-1659
www.nooremarfat.com
Note: All Copy Rights are Preserved.

Dr. Abou Hadi
Director Noor Research & Development Pvt (Ltd.); Islamabad.
E-mail: noor.marfat@gmail.com

Abstract:
The current article in question is the 4th part of a series of discussions consisting of a study of *Allama Tabataba*'i's book "*Usul Falsafa wa Rowish-e Realism*"; adorned with explanatory notes by Professor *Murtaza Motahari*. In this article, in the light of the words of *Allama Tabataba'i* and *Ustad Shaheed Murtaza Motahari*, the first thing that has been examined is the question: "whether philosophical claims can be proven true or false in the light of scientific arguments?" The answer to this question is negative and it has been proven that there is no scope to prove or reject a philosophical claim on the basis of scientific experiences and queries.
The second important point made in the present paper is shows that philosophy is not a fixed science in any way and if there is no improvement in philosophical opinions on some topics and issues, this is not a flaw of philosophy but, rather it is a plus point for philosophy. Similarly, this paper proves that science is eligible to give opinion regarding philosophical issues and topics at all because these issues are outside the scope and the subject of discussions of science. Furthermore, a brief, but comprehensive introduction to philosophy, sophism, materialism, and dialectical materialism, has also been presented in this paper. Under this

discussion, the mistakes of some thinkers regarding the distinction between these ism have been also exposed.

Key words: Science, Philosophy, Dialectic, Materialism, Sophims, Allama, Tabatabai, Murtaza, Motahari.

خلاصہ

پیشِ نظر مقالہ استاد مرتضی مطہری کے تشریحی نوٹس سے مزین، علامہ طباطبائی کی کتاب "اصول فلسفہ و روش ریالیسم" کے چند صفحات کے مطالعہ پر مشتمل سلسلۂ بحث کی چوتھی قسط ہے۔ اِس مقالے میں علامہ طباطبائی اور استاد شہید مرتضی مطہری کے کلام کی روشنی میں سب سے پہلے اس امر کا جائزہ لیا گیا ہے کہ آیا سائنسی دلائل کی روشنی میں فلسفی مدعیات کو برحق یا باطل ثابت کیا جاسکتا ہے یا نہیں؟اس مقالہ میں اِس سوال کا جواب منفی ہے اور یہ ثابت کیا گیا ہے کہ ایسا نہیں کیا جاسکتا۔

موجودہ مقالے میں دوسری اہم بات یہ کی گئی ہے کہ فلسفہ کسی صورت کوئی فرسودہ علم نہیں ہے اور اگر بعض موضوعات و مسائل میں فلسفی آراء میں کوئی تبدیلی نہیں آتی تو یہ فلسفے کی خامی نہیں بلکہ یہ اُس کی خوبی ہے۔ اسی طرح اس مقالہ میں یہ بھی ثابت کیا گیا ہے کہ سائنس، سرے سے فلسفی موضوعات میں زبان کھولنے کی مجاز بھی نہیں ہے کیونکہ یہ مسائل، سائنس کے موضوعِ بحث سے باہر ہیں۔ علاوہ ازیں، پیشِ نظر مقالہ میں فلسفے، سفسطے اور مادہ پرستی، نیز جدلیاتی مادہ پرستی کا مختصر مگر جامع تعارف بھی پیش کیا گیا ہے۔اور اِن مکاتبِ فکر کے درمیان حدبندی کے حوالے سے بعض مفکرین کی غلطیوں کو برملا کیا گیا ہے۔

کلیدی کلمات: سائنس، فلسفہ، جدلیاتی، مادہ پرستی، سفسطہ، روش، محمد حسین، طباطبائی، مرتضی، مطہری۔

1. آیا سائنسی دلائل کے ذریعے فلسفی مدعا کو باطل ثابت کیا جاسکتا ہے؟

فلسفے کے مخالفین میں سے ایک بااثر اور اہم طبقہ تحوّلی مادیت Dialectic Materialism کے پیروکاروں کا ہے جو سائنسی معلومات کی بنیاد پر فلسفی نظریات کے خلاف برسرِپیکار رہتے ہیں۔ اِن دانشوروں کا سارازور اس بات پر صرف ہوتا ہے کہ کسی نہ کسی طرح دنیا و مافیہا کو مادہ اور مادے کے مظاہر میں سمیٹ کر رکھ دیں اور ماورائے مادہ کائنات اور مجردات کا انکار کردیں۔ نیز کائنات کے حقائق کو جاننے کے لیے سائنس اور عقل کو کافی قرار دیں اور دین یا میٹافزکس کی ضرورت کا انکار کردیں۔

لیکن حقیقت یہ ہے کہ سائنسی معلومات کی بنیاد پر فلسفی نظریات کے خلاف جنگ لڑتے لڑتے، یہ حضرات بذاتِ

خود فلسفی نظریات پیش کرنا شروع کر دیتے ہیں جو اُن کی سب سے پہلی ناکامی شمار ہوتی ہے۔ دراصل اُن کی یہ حرکت بالکل اسی طرح بے معنی ہے جس طرح ایک شخص مایعات کی مدد سے جامدات کا محل تعمیر کرنا چاہے یا ریاضی کے فارمولوں کی مدد سے انسانی روّیے تجویز کرنا شروع کر دے۔ کیونکہ مادی اور غیر مادی چیزوں یا دوسرے الفاظ میں فلسفے اور سائنس کے درمیان ایسا کوئی تعلق ہی نہیں ہے کہ فلسفی موضوعات کو سائنس کے علم میں زیرِ بحث لایا جاسکے۔ یامادے کے قوانین کی مدد سے مجردات کے قوانین کی تدوین اور اُن کی نفی یا اثبات کیا جاسکے۔

تحوّلی مادیت Dialectic Materialism کے پیروکاروں اِس بنیادی غلطی کی طرف احتمالا پہلی بار علامہ طباطبائی نے اپنی کتاب اصول فلسفہ و روش رئالیسم کے پہلے مقالے کے اختتام پر پہلے نکتہ کے ضمن میں توجہ دلائی ہے۔ آپ فلسفی اور سائنسی بحث کے فرق کو بیان کرتے ہوئے رقمطراز ہیں کہ:

"یہ بات مدّ نظر رکھتے ہوئے کہ فلسفی بحث اپنی سنخ کے لحاظ سے سائنسی بحثوں سے سو فیصد مختلف ہوتی ہے، کبھی بھی کوئی سائنسی مسئلہ، خواہ اس کا تعلق کسی بھی [سائنسی] علم سے ہو، فلسفی بحث شمار نہیں ہوتا اور اسے فلسفی بحث کے متن میں جاگزین نہیں کیا جاسکتا۔ بلکہ ہر فلسفی بحث اور کاوش (خواہ الٰہی، خواہ مادی)، سائنسی مباحث سے دور ہوتی ہے۔ اُس کا اپنا ایک خاص اسلوب ہوتا ہے اور فلسفی بحث میں اشیاء کی پائے جانے اور نہ پائے جانے کے بارے میں بحث کی جاتی ہے۔"[1]

اس کے بعد آپ مادہ پرست دانشوروں کی توجہ اس اہم نکتے کی طرف مبذول کرواتے ہیں کہ:

"ان دانش مندوں کو یہ بات یاد رکھنا چاہیے کہ فلسفی بحث اور سائنسی بحث میں ایک اساسی فرق پایا جاتا ہے اور جیسا کہ اِس سے پہلے کہا جا چکا ہے، اُن کی ڈیالیکٹک میٹیریالزم بھی ہماری میٹافزکس کی مانند حقیقی علوم کے دسترخوان پر بیٹھی ہے اور اِن علوم کے اُس محصول سے جو سرانجام فلسفی بحث پر منحصر ہے، استفادہ کر رہی ہے۔"[2]

یہاں استاد مطہری نے یہ یاد دہانی کروائی ہے کہ اصطلاح میں حقیقی علوم، اُن علوم کو کہا جاتا ہے جو اخلاق وغیرہ جیسے ان عملی علوم کے مقابل قرار پاتے ہیں، جنہیں قدماء اعتباری علوم کہا کرتے تھے۔

علامہ طباطبائی آگے چل کر لکھتے ہیں کہ:

"ہمارے دعوے کی دلیل یہ ہے کہ ان دانش مندوں کی اُس گفتگو میں جو ہم نے اوپر نقل کی ہے، سائنس یا ریاضی کا حتیٰ ایک مسئلہ بھی نہیں ڈھونڈا جاسکتا۔ اس کے برعکس، ریاضی یا فزیکل سائنسز کی کتابوں میں اُن مسائل اور مباحث کا کوئی نام ونشان نہیں ملتا جو ان دانش مندوں نے اپنی کتابوں میں درج کی ہیں۔"[3]

اس نکتے کی وضاحت میں استاد مرتضی مطہری کا کہنا ہے کہ:

"اگر آپ ڈیالکٹیک میٹیریالزم کی کسی کتاب کا دقت کے ساتھ مطالعہ فرمائیں تو مشاہدہ کریں گے کہ ان کے تمام مسائل ایک طرح کے نظری استنباطات ہیں جنہیں مادہ پرست دانش مند سائنسی نظریات سے اور علمی مفروضے بنا کر دکھانا چاہتے ہیں۔ آئندہ فصلوں میں ڈیالیکٹک میٹیریالزم کا ایک ایک فلسفی اصول اپنے جواب کے ہمراہ دقیق بیان ہوگا اور یہ بات واضح ہو جائے گی کہ یہ اصول کیسے علمی نظریات اور مفروضوں سے غلط طریقے سے اخذ کیے گئے ہیں۔"[4]

2. آیا فلسفہ ایک فرسودہ علم ہے؟

تحوّلی مادیت Dialectic Materialism کے پیروکاروں کا ہے فلسفے کے خلاف ایک الزام یہ ہے کہ فلسفہ سرانجام ایسی بند گلیوں میں جا پھنستا ہے جہاں سے نکلنے کا اُسے کوئی راستہ نہیں ملتا۔ دراصل، وہ کہنا یہ چاہتے ہیں کہ فلسفی موضوعات گویا پرانے اور بوسیدہ موضوعات ہیں، فلسفہ ایک فرسود علم ہے اور فلسفی مباحث میں کوئی پیشرفت حاصل نہیں ہوتی۔ جبکہ اُن کے زعم میں ڈیالیکٹیک میٹیریالزم میں یہ خامی نہیں پائی جاتی؛ کیونکہ ڈیالیکٹیک میٹیریالزم کا دار و مدار سائنسی نظریات پر ہے جس میں نت نئی جہات اور جدید انکشافات سامنے آتے رہتے ہیں۔ جس کے نتیجے میں ڈیالیکٹیک میٹیریالزم میں بھی پیشرفت آتی رہتی ہے۔

لیکن علامہ طباطبائی نے اپنی کتاب اصول فلسفہ و روش ریالیسم میں تحوّلی مادیّت کے پیروکاروں کے اس دعوی کو بھی مسترد کیا ہے۔ آپ لکھتے ہیں کہ:

"اگر دوسرے علوم کی مانند مابعد الطبیعت کے فلسفے میں پیشرفت حاصل نہ ہوتی تو اس کی وجہ یہ ہے کہ [فلسفہ کے برعکس] تمام علوم مفروضوں کو بنیاد بنا کر بحث شروع کرتے ہیں۔ لہٰذا تجربات میں پیشرفت اور وسعت آنے کے ساتھ ساتھ ان علوم کے مفروضے بھی بدلتے رہتے ہیں۔ [اور یوں اِن علوم میں گویا پیشرفت حاصل ہوتی رہتی ہے۔] لیکن فلسفے میں اگر علوم جیسی پیشرفت نہیں ہوتی تو اس کی اصل وجہ یہ ہے کہ فلسفے کی بنیاد، "بدیہیات" پر رکھی گئی ہے۔ لہٰذا فلسفی بحثوں کا نتیجہ ایک ثابت اور پائیدار نظریہ کی صورت میں سامنے آتا ہے۔"[5]

یہاں علامہ طباطبائی یہ کہنا چاہ رہے ہیں کہ علوم کی پیشرفت، اُن کی خوبی نہیں، بلکہ اُن کی خامی اور ناپختگی کی دلیل ہے۔ سائنس کی دنیا میں کسی بھی سائنسی موضوع پر پہلے مفروضہ قائم کیا جاتا ہے، پھر چند تجربات کی روشنی میں اس سے کوئی نتیجہ حاصل کیا جاتا ہے۔ لیکن ایک مدّت گزرنے کے بعد جب جدید تجربات سامنے آتے ہیں تو چہ بسا سابقہ تجربات سے اخذ شدہ نتیجہ باطل قرار پاتا ہے اور اُس کی جگہ نیا نظریہ قائم کر لیا جاتا ہے اور اِسے علمی پیشرفت قرار دے دیا جاتا ہے۔ حالانکہ یہ علمی پیشرفت نہیں؛ بلکہ علمی ناکامی اور ناپختگی کی دلیل ہے۔ جبکہ فلسفی

مباحث کا دار و مدار چونکہ بدیہی اور اظہر من الشّمس مطالب پر ہوتا ہے؛ نہ خود ساختہ مفروضوں پر، لہٰذا اِن مباحث کے نتائج بھی پائیدار ہوتے ہیں۔ اور اتفاقاً یہ فلسفے کی سائنس پر برتری کا شاخسانہ ہے؛ نہ کہ اُس کی ابتری کا۔

مزید برآں، اگر کسی علم میں تحول اور پیشرفت حاصل نہ ہو اور وہ پائیدار اور دائمی اصول بیان کرتا ہو اور یہ امر اُس علم کی خامی شمار کی جائے تو یہ خامی نہ فقط مابعد الطبیعیات اور فلسفہ میں بلکہ بذاتِ خود Dialectic Materialism میں بھی پائی جاتی ہے۔ کیونکہ علامہ طباطبائی کے بقول:

> "یہ دانشمند خود اِسی دعوے کو [کہ سائنس میں پیشرفت کے ساتھ ساتھ Dialectic Materialism میں بھی پیشرفت حاصل ہوتی رہتی ہے] ایک پائیدار اور ناقابل تحوّل [فرسودہ] نظریہ کے طور پر ہمیں بیچتے رہتے ہیں۔"[6]

دوسرے الفاظ میں ان دانشوروں کا یہ دائمی نعرہ اور دعوی کہ ڈیالیکٹیک میٹیریالزم میں سائنس کی ترقی کے ساتھ ساتھ ترقی حاصل ہوتی رہتی ہے، خود ایک فرسود اور قدیمی نعرہ اور دعوی ہے۔ پس اگر فلسفے میں پیشرفت نہیں ہے تو ڈیالیکٹیک میٹیریالزم میں بھی پیشرفت حاصل نہیں ہوتی۔

قابل ذکر ہے کہ یہاں علامہ کے شاگرد استاد مطہری نے سائنس میں پیشرفت اور فلسفے میں عدمِ پیشرفت کی حقیقت کے حوالے سے بحث کو اس کتاب کے چوتھے مقالے کی تشریحی نوٹس کا حوالہ دیتے ہوئے موخر کر دیا ہے۔ یقینا چوتھے مقالے میں استاد مطہری کے اس موضوع پر تشریحی نوٹس قابل مطالعہ ہوں گے۔

3. سائنس، فلسفی مسائل کے بارے میں کیوں لب کشائی نہیں کر سکتی؟

علامہ طباطبائی نے اپنی کتاب اصول فلسفہ و روش رئالیسم کے پہلے مقالے کے اختتام پر دوسرے نکتے کے ضمن میں جس اہم مطلب پر بحث کی ہے وہ یہ ہے کہ تمام علوم اپنے موضوع کے اثبات میں کلی طور پر فلسفے کے محتاج ہیں۔ دراصل، ہر علم ایک مخصوص موضوع کا محتاج ہوتا ہے اور اُسی موضوع سے مربوط مسائل پر بحث کرتا ہے۔ مثال کے طور پر میڈیکل سائنسز کا موضوع انسانی یا حیوانی بدن ہے اور یہ سائنس بدن کے اُن مسائل پر بحث کرتا ہے جو صحت اور بیماری کے طور پر سامنے آتے ہیں۔ لیکن میڈیکل سائنسز میں خود بدن کی وجود و عدم وجود پر کوئی بحث نہیں کی جاتی۔ بلکہ بدن کے وجود کو ایک مسلمہ حقیقت کے طور پر اخذ کر لیا جاتا ہے۔ لیکن اگر کوئی شخص خود بدن کے وجود کے بارے میں شک و تردید کا شکار ہو جائے کہ آیا بدن موجود ہے یا نہیں، تو اس سوال کا جواب فلسفے میں ڈھونڈا جائے گا۔ یہی وجہ ہے کہ علامہ طباطبائی علیہ الرحمہ مدعی ہیں کہ: " تمام علوم اپنے موضوع کے اثبات میں کلی طور پر فلسفے کے محتاج ہیں۔"

علامہ طباطبائی یہاں اگلا مطلب جو بیان کرتے ہیں وہ یہ ہے کہ علوم کے موضوعات کا دائرہ بہت محدود ہوتا ہے

لیکن فلسفے کے موضوع کا دائرہ وسیع ترین دائرہ بحث ہے۔بنابرایں، کوئی بھی مادی اور سائنسی علم اپنے موضوع سے باہر کے کسی مسئلہ کے بارے میں اظہارِ رائے کا حق بھی نہیں رکھتا اور اگر وہ اپنے پاوں اپنی چادر سے زیادہ پھلانے کی کوشش بھی کرے تو اُس کی یہ سعی، لاطائل ہو گی۔ بقول علامہ طباطبائی:

" کیونکہ ہر علم کی کاوش اپنے موضوع کے گرد ہوتی ہے۔ لہٰذا اگر اس کا موضوع مادی ہو تو اس کی نفی و اثبات بھی مادہ سے تجاوز نہیں کرے گی اور اسے مادہ کے غیر کی نفی یا اثبات کا حق نہیں ہوگا۔"[7]

لیکن اس کے بر عکس، چونکہ فلسفے کا موضوع فقط کسی ایک مخصوص موجود تک محدود نہیں ہے، لہٰذا فلسفہ تمام علوم کے موضوعات کے بارے میں نفی یا اثبات میں کوئی حکم لگا سکتا ہے:

"بنابریں، ممکن ہے ایک علم کسی چیز کو ثابت کرے، لیکن فلسفہ اس کے اثبات پر قناعت نہ کرے یا علم اُس چیز کی نفی کرے، لیکن فلسفہ اِس نفی کی پروا نہ کرے۔"[8]

اس کے بعد علامہ طباطبائی نے اپنے اِس مدعا کو ایک طب اور دوسری ریاضی کی دو مثالوں کے ذریعے سمجھایا ہے۔ پہلی مثال انسانی "فہم و ادراک" کی ہے۔ سوال یہ ہے کہ سائنسی علوم فہم و ادراک کے حوالے سے کس حد تک نفی و اثبات کر سکتے ہیں؟ علامہ طباطبائی مدعی ہیں کہ سائنسی علوم اس حوالے سے زیادہ سے زیادہ یہ بتا سکتے ہیں کہ جب انسان کسی مطلب کا فہم اور ادراک حاصل کرتا ہے تو سائنسی/طبّی تجربات اتنا بتا سکتے ہیں کہ انسان کے مغز میں فلاں مخصوص تبدیلی واقع ہوتی ہے یا فلاں مادّی کیفیّات ایجاد ہوتی ہے۔ لیکن سوال یہ ہے کہ آیا سائنسی، طبّی تجربات یہ بھی بتا سکتے ہیں کہ انسانی فہم و ادراک کے حصول کے عمل میں انسانی وجود کے اندر کوئی غیر مادّی کیفیّت بھی ایجاد ہوتی ہے یا نہیں؟ اس سوال کا جواب منفی ہے کیونکہ:

"اِس سوال کے جواب میں طبّی تجربات اور بحث خاموش ہیں (اس حوالے سے تیسرے مقالے کو دیکھا جائے)۔ اور اگر "ادراک" کے عمل میں مغز میں ہونے والی مادّی تبدیلی کے علاوہ کوئی غیر مادّی تبدیلی ایجاد ہوتی بھی ہو تو طبّی تجربات اُس کا کھوج نہیں لگا سکتے۔ کیونکہ ہر مقدمہ فقط اپنی سنخ کا نتیجہ پیش کر سکتا ہے۔"[9]

دراصل، یہاں علامہ طباطبائی یہ ثابت کر رہے ہیں کہ اگرچہ انسانی بدن کے بارے میں بحث تو سائنس کا موضوع ہے لہٰذا انسانی مغز میں ایجاد ہونے والی تبدیلیوں کی نفی یا اثبات تو سائنس کے ذریعے کیا جا سکتا ہے لیکن بالفرض یہ سوال درپیش ہو کہ آیا فلان مطلب وکے فہم و ادارک پر انسان خوش ہوا ہے یا غمگیں؟ تو چونکہ خوشی اور غمی انسانی بدن کے مسائل نہیں لہٰذا سائنس ان کے وجود یا نفی کے اثبات کا حق ہی نہیں رکھتی اور اِس معاملے میں اُسے اپنی بولتی بند رکھنی چاہیے۔ بطور کلی، علامہ طباطبائی یہاں یہ نتیجہ اخذ کرتے ہیں کہ:

"اگر طبیعیات میں کسی چیز کے وجود کی نفی کر دی جائے تو فلسفہ تنہا طبیعیات کا سہارا لیتے ہوئے اُس چیز کے

وجود کی نفی پر قناعت نہیں کرے گا اور اپنی کاوش اور جستجو کو جاری رکھے گا۔"[10]

دوسری مثال ریاضی کے ایک فارمولے سے ہے۔ مثال کے طور پر ریاضی میں درج ذیل فارمولا برہانی، یقینی اور قابل قبول ہے کہ: اگر 4 *2- مساوی ہو x کے تو 2*4- بھی x کے مساوی ہو گا۔ یعنی ریاضی میں اِس معادلہ میں یہ ممکن ہے کہ معادلہ کی ایک طرف کے ایجابی عدد کو اٹھا کر سلبی عدد میں تبدیل کرکے معادلے کی دوسری جانب کے سلبی عدد کی جگہ رکھ دیں اور برعکس، ایک سلبی عدد کو اٹھا کر ایجابی عدد میں تبدیل کرکے معادلہ کی پہلی جانب کے ایجابی عدد کی جگہ رکھ دیں۔ لیکن فلسفی مسائل پر ریاضی کا یہ فارمولا لاگو نہیں کیا جا سکتا اور مثال کے طور پر یہ نہیں کہا جا سکتا کہ:

" اگر (Wood) + (Oxygen) مساوی ہو (Fire) کے تو (Oxygen) + (-Wood) بھی (-Fire) کے مساوی ہوں گے۔ یعنی وجود اور عدم کے مسائل جو کہ فلسفی مسائل ہیں، اُن پر ریاضی کے فارمولے لاگو نہیں کیے جا سکتے؛ کیونکہ دونوں کے مسائل کی سنخ جدا جدا ہے۔ یعنی ریاضی میں تو کسی کسی خاص فارمولے کے تحت مثبت اعداد کو منفی میں تبدیل کرکے یا برعکس، ایک جیسے نتائج اخذ کیے جا سکتے ہیں؛ لیکن وجود کو عدم میں یا عدم کو وجود میں تبدیل نہیں کیا جا سکتا۔

مجموعی طور پر اِن علوم اور فلسفے کی مثال ایک ایسے لکڑہارے کی ہے جو اپنا کلہاڑا اٹھائے، ایندھن جمع کرنے کی غرض سے کسی پہاڑی کا رخ کرے اور راستے میں ایک شخص اُس سے یہ کہہ دے کہ: "پہاڑی کا رخ نہ کرو کیونکہ وہاں کچھ نہیں ہے" تو یہاں "کچھ نہیں ہے" سے مراد یہ ہے کہ: "پہاڑ پر ایندھن نہیں ہے۔" کیونکہ یہاں لکڑہارے کی غرض کے ظرف میں "کچھ" مساوی ہے ایندھن کے۔

لیکن اگر کوئی "کچھ نہیں ہے" سے یہ مطلب اخذ کرلے کہ پہاڑی پر سرے سے کوئی چیز بھی نہیں ہے؛ نہ پہاڑ ہے، نہ پتھر، نہ خس و خاشاک، نہ سبزہ اور نہ کوئی اور چیز تو یہ یقینا غلط نتیجہ گیری ہو گی۔ کیونکہ پہاڑی پر یہ سب چیزیں موجود ہیں۔ لہٰذا ایک ایسے شخص سے یہ جملہ کہنا کہ جو پہاڑی کی طرف اس لیے نکلا ہو تاکہ معلوم کر سکے کہ پہاڑی پر کیا کیا پایا جاتا ہے جھوٹ ہو گا۔ اِس مثال سے علامہ طباطبائی یہ نتیجہ اخذ کرتے ہیں کہ:

"دیگر علوم میں کسی چیز کے وجود یا اثبات کے بارے میں پیش کیے گئے کسی نظریہ کو بنیاد بنا کر فلسفہ میں کوئی مثبت یا منفی نظریہ نہیں اپنایا جا سکتا۔"[11]

4. سفسطہ، حقیقت پرستی اور مادہ پرستی

علامہ طباطبائی نے اپنی کتاب اصول فلسفہ و روش ریالیسم کے پہلے مقالے کے اختتام پر تیسرے نکتے کے ضمن میں سفسطےIdealism، فلسفےRealism اور مادہ پرستیMaterialism کا فرق بیان فرمایا ہے۔ اس حوالے سے

آپ رقمطراز ہیں کہ:

"وہ مکتب جو اشیاء کے وجود یا عدم کے اثبات کے درپے ہو، بنیادی طور پر اپنی پہلی تقسیم میں دو قسموں میں تقسیم ہوتا ہے۔ یعنی:

i. فلسفہ یا (Realism)

ii. سفسطہ یا (Idealism)۔

اسی طرح فلسفی مکتب بھی اپنی جگہ ماوراء الطبیعت کے اثبات یا ابطال کے حوالے سے دو قسموں میں تقسیم ہوتا ہے۔ ان میں سے ایک قسم کا نام "ماوراء الطبیعت" یا (Metaphysics) ہے۔۔۔ اور دوسری قسم کا نام "مادہ پرستی" یا (Materialism) ہے۔ آگے چل کر میٹیریالزم ایک ثابت اور دائمی منطق پر موقوف ہونے یا نہ ہونے کے لحاظ سے خود دو مکاتب، مابعد الطبیعی مادیت (Metaphysical Materialism) اور تحولی مادیت (Dialectic Materialism) میں تقسیم ہوتا ہے۔"[12]

5. فلسفہ اور مابعد الطبیعت

کتاب اصول فلسفہ و روش ریالیسم کے پہلے مقالے کے تیسرے نکتے پر اپنے تشریحی نوٹ میں استاد مرتضی مطہری نے چند فلسفہ اور مابعد الطبیعت کی اصطلاحوں کی تعریف اور اُن کا باہمی فرق، نیز اس حوالے سے پائی جانے والی ایک عام غلط فہمی کو واضح کیا ہے۔ آپ رقمطراز ہیں کہ:

"میٹا فزکس ایک یونانی کلمہ ہے جو دو کلموں -(میٹا) یعنی "بعد میں" اور (فزکس) یعنی "طبیعت" - سے مرکب ہے اور اس کا معنی "عالم طبیعت کے بعد" ہوتا ہے۔ فلسفے کی تاریخ میں ارسطو کے بارے میں آیا ہے کہ اس نے ریاضی کے علاوہ، اپنے زمانے (میلاد مسیح سے چار صدیاں قبل) کے دیگر تمام علوم پر کتابیں لکھیں اور اس کی تصنیفات ایک دائرۃ المعارف تھیں۔ یہ دائرۃ المعارف تین بنیادی علوم پر مشتمل تھا:

۱۔ **نظری علوم**: کہ جن میں طبیعیات کے بارے میں کئی کتابیں شامل تھیں اور ان کے اختتام پر فلسفۂ اولیٰ کی کتاب تھی۔

۲۔ **عملی علوم**: کہ جن میں اخلاق، تدبیر منزل اور شہروں وملکوں کی سیاست شامل تھی۔

۳۔ **ابداعی علوم**: کہ جن میں شعر، خطابہ اور جدل شامل تھے۔

اس ترتیب کے پیش نظر، چونکہ فلسفہ اولیٰ، طبیعیات کے بعد قرار پاتا تھا، لہٰذا اسے مابعد الطبیعت کہا گیا۔ یہ نام خود ارسطو نے فلسفے کو نہیں دیا، بلکہ بعد میں آنے والوں نے اس ترتیب کی وجہ سے فلسفے کا نام "مابعد الطبیعت"

رکھ دیا۔ اور بعد میں مترجمین کے غلط ترجمے کے سبب اور غلط تفاسیر کی روشنی میں میٹافزکس کا کلمہ، عالم طبیعت کے اُس پار، عالمِ مجردات کے علم پر بولا جانے لگا اور الٰہی فلاسفرز کو میٹافزیشینز کہا جانے لگا۔"[13]

استاد مطہری کے بقول، اگرچہ یہ غلطی، پہلی نظر میں ایک لفظی غلطی تھی لیکن یہ کئی فکری غلطیوں کا موجب بنی اور بعض مادی مکتب فلسفیوں نے میٹافزکس کی یہ تفسیر بیان کی کہ: "ایک ایسا علم کہ جو خدا اور روح کے بارے میں بحث کرتا ہے۔" حالانکہ (فلسفہ اولیٰ) کا موضوع فقط خدا اور روح نہیں، بلکہ وجود بطور مطلق (Absolute Existence) ہے۔ لہٰذا عین ممکن ہے کہ ایک شخص میٹافزیشن ہوتے ہوئے بھی مادہ پرست ہو۔

6. جدلیاتی مادہ پرستی

پہلے مقالے کے تیسرے نکتے کے ضمن استاد مرتضی مطہری نے جدلیاتی مادہ پرستی پر اپنے تشریحی نوٹ میں اس مکتب کا اجمالی تعارف کروایا ہے۔ آپ لکھتے ہیں کہ:

"جدلیاتی مادہ پرستی کے حوالے سے یہ کہا جاسکتا ہے کہ بنیادی طور پر Dialectique ایک یونانی کلمہ ہے جو Dialogos سے لیا گیا ہے جس کا معنی بحث و مباحثہ ہوتا ہے۔ یہ درحقیقت، بحث کے اُس انداز کا نام ہے جو عظیم یونانی دانش مند سقراط، اپنے مخالفین کے نکتۂ نظر کو غلط اور اپنی بات کو صحیح ثابت کرنے کے لیے اپناتا تھا۔ سقراط کا طریقۂ کار یہ تھا کہ وہ سادہ مقدمات کو لیتا، اُن کے گرد سوالات شروع کرتا اور بہت سی باتوں کا طرفِ مقابل سے اقرار لے لیتا۔ پھر اپنے سوالات کو جاری رکھتا؛ یہاں تک کہ مدمقابل کو اس وقت پتہ چلتا جب سقراط اپنے دعوے کے اثبات میں اعتراف لے چکا ہوتا تھا۔ تعلیم و تربیت میں آج بھی یہ روش، سقراطی روش کے نام سے معروف ہے۔

سقراط کے شاگرد، افلاطون نے بھی "ڈیالیکٹک" کا کلمہ اپنے ایک مخصوص اندازِ بحث یعنی "حقیقی معرفت کے حصول کے لیے عقلی تأملات" کا سہارا لینے کے لیے استعمال کیا۔ افلاطون کا کہنا ہے کہ: "علم کا تعلق محسوسات سے نہیں ہے۔ کیونکہ علم کا متعلق کلی ہونا چاہیے نہ کہ جزئی۔ حقیقی معرفت تو "مُثل" (Forms) کا ادراک ہے۔ اور اس سے قبل کہ انسان اس دنیا میں آئے، ہر شخص کی روح میں یہ معرفت رکھ دی گئی ہے۔ اس دنیا میں علم تو فقط ماضی کے تذکّر اور یاد آوری کا نام ہے۔"

افلاطون کے مطابق، فکری ورزش اور ذوق و عشق کے ذریعے نفس کو اس کا ماضی یاد دلانا چاہیے۔ افلاطون، یاد آوری کے اس عمل کے ذریعے معرفت کے حصول کا نام "ڈیالیکٹک" رکھتا ہے۔ افلاطون کے بعد جرمن فلاسفر، کانٹ جیسے بعض جدید دانش مندوں نے بھی یہ اصطلاح استعمال کی ہے۔ معروف جرمن فلاسفر، ہیگل جس کا شمار انیسویں صدی عیسوی کے نصف اوّل کے فلاسفرز میں سے ہوتا

ہے، اُس نے عقل کی مدد سے حقائق تک پہنچنے کے لیے ایک خاص روش اپنائی اور اس روش کا نام ڈیالیکٹک رکھا۔ ہیگل کی ڈیالیکٹک منطق کی وضاحت آئندہ مقالات میں پیش کی جائے گی۔ اگرچہ ہیگل اپنے فلسفی نظریات میں مادی نہیں تھا۔ لیکن اس کے شاگرد، کارل مارکس اور انگلس، جنہوں نے یہ منطق اپنے استاد سے سیکھی تھی، مادی نظریات کے حامل تھے اور وہ اس حوالے سے اٹھارہویں صدی کے مادی فلاسفرز کے پیروکار تھے۔

جب مارکس اور انگلس نے اپنے مادی نظریات کی توضیح ہیگل سے سیکھی گئی "ڈیالیکٹک منطق" کی اساس پر رکھی تو "ڈیالیکٹک میٹیریالزم" کا مکتب وجود میں آیا۔ درحقیقت، "ڈیالیکٹک میٹیریالزم" کارل مارکس اور انگلس کی طرف سے اٹھارہویں صدی کے مادی فلسفہ اور ہیگل کی منطق کے عناصر کو باہم ملا کر بنائی جانے والی معجون کا نام ہے۔ جیسا کہ بعد میں اس مطلب کی وضاحت پیش کی جائے گی۔ ڈیالیکٹک منطق کا ایک مسلّمہ اصول "اصلِ حرکت" ہے۔ اس اصول کے مطابق، اشیاء کا حرکت اور تحوّل کی حالت میں مطالعہ کیا جانا چاہیئے۔

ڈیالیکٹک منطق کے نزدیک (جیسا کہ خود اس کا دعویٰ ہے) جمود اور یکسانیت، میٹافزیکل طرزِ تفکر کا خاصہ ہے۔ یہی وجہ ہے کہ ڈیالیکٹک میٹیریالزم کے فلاسفرز، اُس مادی فلسفہ کو جس میں پہلے میٹافزیکل طرزِ تفکر پایا جاتا تھا، یعنی وہ اشیاء کو جامد اور یکساں قرار دے کر ان کا مطالعہ کرتا تھا، "میٹافزیکل میٹیریالزم" کا نام دیتے ہیں۔ یعنی ایسی مادہ پرستی جس کا طرزِ تفکر، میٹافزیکل ہو۔ لہٰذا اس لحاظ سے میٹافزیکل میٹیریالزم اور ڈیالیکٹک میٹیریالزم ایک دوسرے کے مدّمقابل قرار پاتے ہیں۔"[14]

*****

References

1 . Allama Syed Muhammad Hussain Tabatabaie, *Usool-e Falsafa wa Rawish-e Realism*. Vol. 1 (Tehran, *Intesharat-e Sadra*, 1393 SH.), 46-7.

2. Ibid, 47. 3. Ibid, 47. 4.Ibid, 47.
5. Ibid, 48. 6. Ibid,48. 7. Ibid, 48.
8. Ibid, 48. 9. Ibid, 49. 10. Ibid, 49.
11. Ibid, 50. 12. Ibid, 50-51. 13. Ibid, 50.
14. Ibid, 51-52.

اسلامی نظام تعلیم وتربیت، سید علی حسینی خامنہ ای کے قرآنی تأملات کی روشنی میں

Islamic Education & Upbringing System in the Light of Syed Ali Hussaini Khamenei's Meditations on Holy Quran

Open Access Journal
Qtly. Noor-e-Marfat
eISSN: 2710-3463
pISSN: 2221-1659
www.nooremarfat.com
Note: All copy rights are preserved.

Mohammad Saghir
Ph. D Scholar, Quran and Educational Sciences, MIU, Qum, Iran.
E-mail: sahgeermari12@gmail.com

Abstract:

The straight and clear religion of Islam has given a high and lofty status to human education and upbringing, and it can be said that the most basic goal of this perfect Islamic law is the education and upbringing of humans. Similarly, the upbringing of righteous individuals is also an important requirement for the formation of a great Islamic civilization, which cannot be achieved without a comprehensive divine, educational and upbringing system.

With this background, the issue of human education and upbringing is analyzed in alignment with Ayatollah Syed Ali Hussaini Khamenaie's meditations about Quran's teachings. In fact, he is one of the prominent and thought-provoking contemporary figures of the Islamic world, whose meditations on Holy Quran are very important for advancing the diverse collective and individual aspects of society.

The research methodology adopted in this article is descriptive, applied and analytical. In this article, the most important elements of the Islamic system of education and upbringing, such as the foundations, goals, principles and methods have been

analyzed and concrete results have been derived.

Key words: Islam, System, Education, Upbringing, Khamenaie, Holy Quran.

خلاصہ

دینِ مبین اسلام نے انسان کی تعلیم و تربیت کو بلند و بالا مقام دیا ہے اور کہا جا سکتا ہے کہ اس کامل اسلامی شریعت کا بنیادی ترین ہدف انسانوں کی تعلیم و تربیت ہے۔ اور اسی طرح عظیم اسلامی تہذیب (تمدن) کی تشکیل کے لیے صالح افراد کی تربیت بھی اہم ضرورت ہے جس کا حصول ایک جامع الہی، تعلیمی و تربیتی نظام کے بغیر ممکن نہیں ہے۔ اس پسِ منظر میں پیشِ نظر مقالہ میں آیۃ اللہ سید علی حسینی خامنہ ای کے قرآنی تاملات کی روشنی میں اس موضوع کا جائزہ لیا گیا ہے۔ دراصل، آپ عالم اسلام کی ممتاز اور فکر انگیز عصری شخصیات میں سے شمار ہوتے ہیں اور آپ کے قرآنی افکار سے معاشرے کے متنوع اجتماعی اور انفرادی مسائل کے حل کے لیے استفادہ بہت ضروری ہے۔ اس مقالہ کی روش توصیفی، تطبیقی اور تحلیلی ہے۔ اس مقالہ میں اسلامی نظام تعلیم و تربیت کے اہم ترین عناصر جیسے بنیادیں، اہداف، اصول اور طریقوں (روشیں) کو بیان کیا گیا ہے اور اس حوالے سے مضبوط نتائج اخذ کیے گئے ہیں۔

کلیدی کلمات: اسلامی، نظام، تعلیم وتربیت، سید علی حسینی خامنہ ای، قرآنی افکار۔

1. مفاہیم شناسی

1) نظام کی تعریف

نظام ایک ایسا مجموعہ ہے جو مربوط عناصر کے مثبت اور منفی امور میں باہمی تعامل سے وجود میں آتا ہے اور اس کے عناصر ایک معین ہدف کے حصول کی طرف کوشاں رہتے ہیں۔[1] دوسرے الفاظ میں، نظام کی تعریف میں کہا جا سکتا ہے کہ یہ ایسے باہم مربوط عناصر کا مجموعہ ہے جو یکسوئی کے ساتھ ایک مشترکہ ہدف کی طرف رواں دواں ہوں۔

2) تعلیم کی لفظی اور اصطلاحی تعریف

تعلیم مادہ (ع ل م) سے عربی زبان کا لفظ ہے جس کا مطلب تعلیم دینا یا اطلاعات منتقل کرنا ہے۔[2] اور اصطلاح میں، تعلیم سے مراد معلم کی راہنمائی میں آسان طریقے سے طالب علم کو مفاہیم اور معلومات کا منظّم انداز سے منتقل کرنا ہے۔[3]

3) حصولی علم اور شہودی علم

"حصولی" یا "کسبی" علم سے مراد وہ علم ہے جس میں معلوم کی اصل حقیقت اس کے عالم کے لیے واضح نہیں

ہوتی، بلکہ اس کے سامنے معلوم کا فقط مفہوم اور تصور ہوتا ہے۔ اس کے مقابلے میں "شہودی" علم سے مراد وہ علم ہے جو صفائے قلب اور باطنی تجربہ سے حاصل ہوتا ہے۔ اس علم کے متعلق علامہ تقی جعفری فرماتے ہیں کہ جس حقیقت تک ظاہری حواس اور عقل کی رسائی نہ ہو اُس کے ساتھ براہ راست باطنی رابطہ قائم کرنے کا نام علم شہودی ہے۔ در حقیقت، کشف و شہود اس وجدانی ادراک کا نام ہے جو حسی بصارت اور عقلی ادراک سے زیادہ مضبوط اور واضح ہوتا ہے۔[4]

4) تربیت کی لفظی اور اصطلاحی تعریف

تربیت عربی زبان کے مادے 'رب ب اور ر ب و' سے ہے جس کا مطلب، نشوونما، اضافہ پانا اور بلندی کی طرف حرکت ہے۔ اصطلاح میں تربیت، متربی (شاگرد) کی فطری صلاحیتوں اور توانائیوں کو نکھارنا اور ان کے درمیان تعادل وہم آہنگی ایجاد کر کے مطلوبہ ہدف کی طرف مرحلہ وار راہنمائی کرنا ہے۔[5]

اسلامی تعلیم وتربیت کی تعریف

تعلیم وتربیت کا مطلب ہے علم اور بصیرت کی گہرائی کے ساتھ منتقلی، رجحانات کی رہنمائی اور تقویت، روحانی اور جسمانی جہتوں میں انسانی صلاحیتوں اور توانائیوں کی ہم آہنگی سے نشوونما اور مطلوبہ کمال تک پہنچنے کا عمل۔[6]

2. سید علی حسینی خامنہ ای

آیت اللہ سید علی حسینی خامنہ ولد حجۃالاسلام والمسلمین سید جواد خامنہ ای کا تعلق ایران کے مقدس شہر مشہد سے ہے۔ آپ دینی وعقلی علوم میں فقیہ اعلم نیز سیرت آئمہ (ع) اور تاریخ و تفسیر کی روشنی میں اجتماعی موضوعات پر ید طولی رکھتے ہیں۔ سید علی خامنہ ای اس وقت ایران کے سپریم لیڈر ہیں اور دنیا میں امت اسلامی کے رہبر کے عنوان سے پہچانے جاتے ہیں قرآن کی روشنی میں آپ کے تربیتی افکار اس قدر اہمیت رکھتے ہیں کہ ان پر تحقیق کی جائے اور مختلف زبانوں میں تراجم کر کے معاشروں کی فکری وعملی تربیت کی جائے۔

3. تعلیم وتربیت کی اہمیت

اسلام کی نگاہ میں تعلیم و تربیت، درحقیقت، ایک شاگرد، سامع یا بطور کلی ایک انسان کو نئی زندگی دینے کے مترادف ہے۔ اسلام کی نگاہ میں تعلیم وتربیت کی مثال ایسے ہے کہ آپ زمین کا وہ حصہ جو بالکل خشک ہو، اُسے اتنا کھودیں کہ اُس سے پانی چشمہ پھوٹ پڑے۔ یا آپ ایک کمزور بیج جو بظاہر بہت معمولی ہے، اُسے ایک مستعد زمین میں کاشت کریں اور اس کی اچھی طرح آبیاری کریں تاکہ اس سے ایک سرسبز پودا جنم لے سکے۔ یہ ہے حقیقی تعلیم وتربیت جس میں تمام مسائل کا حل موجود ہے۔[7] یہی وجہ ہے کہ امام خمینی علیہ رحمہ نے فرمایا: "تعلیم انبیاء کا کام ہے"۔ یہ صرف ایک دلکش نعرہ نہیں ہے بلکہ یہ ایک قرآنی سچائی ہے، انبیاء کی اہم خصوصیات میں

سے ایک تعلیم کا فروغ ہے۔ جیسا کہ ارشاد باری تعالی ہے: وَيُعَلِّمُهُمُ الْكِتَابَ وَالْحِكْمَةَ (2:62) اس کا مطلب یہ ہے کہ آپ اس راستے اور ہدف کی طرف گامزن ہیں جس پر انسانی تاریخ کے بہترین لوگ گامزن رہے۔ درحقیقت، بعثت انبیاءؑ کا اصلی ہدف بھی تعلیم وتربیت ہی تھا۔ ملکی ترقی اور خوشحالی میں تعلیم عامہ کا منفرد اثر و کردار ہے۔[8]

آیت اللہ سید علی حسینی خامنہ ای تعلیم وتربیت کی خصوصی اہمیت کے پیش نظر اس شعبے کو ایک مستقل علم کے طور پر دیکھتے ہیں تاکہ اس کے ذریعے تمام اداروں، دانشگاہوں اور علوم و مضامین نیز مراحل میں کیفیت کے ساتھ ساتھ بصیرتی اور فکری پہلوؤں کو بھی نکھارا جاسکے۔ آپ فرماتے ہیں کہ اگر ہمارے پاس حوزہ علمیہ میں تعلیم و تربیت کا الگ تخصصی شعبہ ہو جہاں ہم ماہرین کو تعلیم وتربیت کے زیور سے آراستہ کریں اور حوزہ علمیہ میں اخلاقیات اور تعلیم وتربیت کے شعبہ کو سنجیدگی سے لیا جائے تو علماء کرام معاشرے کے ہر شعبہ ہای زندگی میں اپنا فعال کردار ادا کر سکتے ہیں۔[9]

4. نظام تعلیم وتربیت کے ارکان

نظام تعلیم وتربیت سات بنیادیں ارا کین پر مشتمل ہے جن کی اس مقالے کی بساط کے مطابق وضاحت دی جائے گی۔

جدول ا: اسلامی نظام تعلیم وتربیت کے ارکان

5. نظام تعلیم وتربیت کی بنیادیں

لفظ بنیاد کا مطلب اصل، اساس، جڑ اور کسی بھی عمارت کا وہ حصہ ہے جس پر عمارت کھڑی ہوتی ہے اور وہ حصہ

زمین کے اندر ہوتا ہے جو ظاہر میں نظر نہیں آتا لیکن کسی بھی عمارت کی اصل واساس وہی حصہ ہوتا ہے۔ اسلامی نظام تعلیم وتربیت کی بنیادوں سے مراد، نظام کے اراکین میں سے وہ اہم رکن ہے جو شناخت کائنات، شناخت خدا، شناخت انسان، شناخت اقدار اور معرفت کے متعلق بحث کرتا ہے اور نظام تعلیم وتربیت کے دیگر اراکین جیسے اہداف، اصول، طریقے، شعبے، مراحل اور عوامل وموانع کی کی تعیین وتوضیح میں اہم کردار ادا کرتا ہے۔[10]

اسلامی طرز تفکر کی بنیادوں کی اہمیت کے متعلق خداوند متعال قرآن میں فرماتا ہے:

أَفَمَنْ أَسَّسَ بُنْيَانَهُ عَلَىٰ تَقْوَىٰ مِنَ اللَّهِ وَرِضْوَانٍ خَيْرٌ أَم مَّنْ أَسَّسَ بُنْيَانَهُ عَلَىٰ شَفَا جُرُفٍ هَارٍ فَانْهَارَ بِهِ فِي نَارِ جَهَنَّمَ وَاللَّهُ لَا يَهْدِي الْقَوْمَ الظَّالِمِينَ (109:9)

ترجمہ: "بھلا جس شخص نے اپنی عمارت کی بنیاد خوف خدا اور اس کی رضا طلبی پر رکھی ہو وہ بہتر ہے یا وہ جس نے اپنی عمارت کی بنیاد گرنے والی کھائی کے کنارے پر رکھی ہو، چنانچہ وہ (عمارت) اسے لے کر آتش جہنم میں جا گرے؟ اور اللہ ظالموں کو ہدایت نہیں کرتا"۔

اس مقالے کے اختصار کو مد نظر رکھتے ہوئے نظام تعلیم وتربیت اسلامی کی اہم ترین بنیادوں کو مختصرا زیر بحث لایا جائے گا۔

6. نظام تعلیم وتربیت کے اصول

تعلیم وتربیت کے اصول درحقیقت ان قواعد وضوابط اور دستورات کا مجموعہ ہیں جو اپنی بنیادوں پر بھروسہ کرتے ہوئے تعلیم وتربیت کے عملی کاموں کی فکری اور انتظامی معاونت کرتے ہیں۔ نیز اساتذہ اور تربیت کاروں کے لیے راہنما اصول قرار پاتے ہیں۔[11] نظام تعلیم وتربیت کے اصول درحقیقت نظام تعلیم کے اہم ترین اہداف جیسے حیات طیبہ تک پہنچنے کے لیے زینہ بنتے ہیں۔

7. تعلیم وتربیت کے اہداف

ہدف کی جمع اہداف ہے جس کا مطلب بلند جگہ، ٹیلہ اور پہاڑ کے ہیں اور اسی طرح وہ مقام جس کی طرف نشانہ باندھا جاتا ہے۔ اور اصطلاحی تعریف کے مطابق وہ مطلوبہ وضعیت ہے جس کے حصول کے لیے معلم اور مربی آگاہانہ، شعوری اور منظّم شیڈول نیز مناسب روش کے ساتھ متعلّم (شاگرد) اور متربی کے لیے کوشش کرتے ہیں۔[12] تعلیم وتربیت کے اہداف کو تعلیم وتربیت کی بنیادوں اور اصولوں کو مد نظر رکھتے ہوئے معین کیا جاتا ہے۔ کسی بھی نظام میں اہداف کا تعین متعلقہ افراد کے لیے سمت، انگیزے، سرعت عمل، رفتار کی جانچ پڑتال اور صلاحیات کے درمیان ہم آہنگی کا سبب بنتا ہے۔ تعلیم وتربیت اسلامی کی کتب میں اہداف تعلیم وتربیت کو مختلف پہلوؤں سے بیان کیا گیا ہے تاکہ ہر ادارہ اپنی بساط کے مطابق آسانی سے اپنے اہداف کا تعین کرسکے جیسے

۱۔الف۔ اہداف ابتدائی ب۔ اہداف متوسط ج۔اہداف غائی

۲۔ الف۔اہداف خاص ب۔ اہداف عام

۳۔ الف۔اہداف شخصی ب۔ اہداف اجتماعی

۴۔الف۔ اہداف دینی ب۔اہداف فرہنگی ج۔ اہداف اقتصادی د۔ اہداف سیاسی

۵۔ الف۔اہداف کلی ب۔اہداف جزئی

8. نظام تعلیم وتربیت کے طریقے

تعلیم وتربیت کی روشوں اور طریقوں سے مراد وہ جزئی اور اختیاری دستور العمل اور عملی رویےّ ہیں کہ مربی واستاد جن کو اہداف کے حصول کے لیے بروئے کار لاتا ہے اور ہدف کی طرف پیش قدمی، راستے کے تعین اور فعالیتوں کی انجام دہی کے لیے ان سے استفادہ کرتا ہے۔[13]

تعلیم وتربیت کی روش اور طریقے عام طور پر اصولوں اور اہداف کو مد نظر رکھ کر اختیار کیے جاتے ہیں تاکہ اصولوں کو مد نظر رکھتے ہوئے صحیح ومشروع روشوں اور طریقوں نیز سرعت اور عمق کے ساتھ اہداف تک پہنچا جاسکے۔ تعلیم وتربیت کے ماہرین نے روشوں اور طریقوں کو مختلف انداز میں بیان اور تقسیم کیا ہے۔

۱۔ عمومی طریقے

۱۔ سوال وجواب ۲۔ قصوں اور داستانوں سے استفادہ ۳۔ اعمال کا مقایسہ ۴۔اپنے آپ کو تلقین

۵۔ تشبیہ اور تمثیل سے استفادہ ٦۔ تمہیدی (مقدماتی) طریقے ۷۔ وعظ ونصیحت

۲۔ خصوصی طریقے: اس کی آگے دو قسمیں ہیں۔

۱۔ایجادی طریقے

۱۔ اسوہ اور نمونہ ۲۔ بشارت ۳۔ تشویق ۴۔اجبار اور انذار

۲۔ اصلاحی طریقے

۱۔ تغافل (نظر انداز) ۲۔ انذار (ڈرانا دھمکانا) ۳۔ امتیازات سے محروم کرنا اور جرمانہ لگانا ۴۔ تلافی اعمال

۵۔ برے نتائج کے عواقب بیان کرنا۔٦۔ متوجہ کرنا، ڈانٹنا

سید علی خامنہ ای کے قرآنی تاملات میں تعلیم وتربیت کی بنیادیں

آیت اللہ خامنہ ای کی نگاہ میں تعلیم وتربیت کے نظام کی بنیادوں کو اختصار کے ساتھ بیان کیا گیا ہے۔

1. شناخت الٰہی

تعلیم وتربیت اسلامی کے ماہرین نے شناخت الٰہی کی بنیاد کو کئی جزئی بنیادوں میں تقسیم کیا ہے جس میں وجود مطلق خداوند، توحید ذاتی، توحید خالقیت، توحید مالکیت، توحید ربوبیت، توحید افعالی اور اس کے علاوہ جو توحید سے متعلق

امور ہیں جس میں قضاو قدر الہی، وحدت نظام ہستی، حکمت الہی، نظام احسن، عدل الہی، ہدایت تکوینی اور تشریعی شامل ہیں توحید کی یہ بنیادیں، نظام تعلیم و تربیت اسلامی پر گہرے اثرات ڈالتی ہیں اور یہ اس صورت میں ممکن ہے جب نظام تعلیم و تربیت، ان الہی بنیادوں پر استوار ہو اور میدان عمل میں بھی نظر آئے، اس کے متعلق مقام معظم رہبری فرماتے ہیں کہ

خدا پرستی اور توحید مومنین کی انفرادی اور معاشرتی زندگی کی بنیادی اساس ہے۔ اللہ ہی معبود واحد ہے، سب کچھ جاننے والا، حکمت والا، غنی، تمام جہانوں کا رب، رحم کرنے والا، ہادی ورہنما، حاکم، تنہا مالک کل کائنات اور اسی طرح عادل کامل ہے کائنات کی تخلیق، شریعت کے نزول اور سزاو جزا کے معاملات میں نیز وسعتوں والا، خامیاں دور کرنے والا، مخلوق کو رزق دینے والا، دعاؤں اور ضرورتوں کو پورا کرنے والا ہے۔ وہ مومنوں کا ولی، خدا کی راہ میں مجاہدین کا مددگار، مظلوموں کا حامی، ظالموں سے بدلہ لینے والا اور اپنے وعدے کا وفادار ہے۔[14]

سید علی حسینی خامنہ ای کا ایک ایک جملہ قرآنی آیات سے ماخوذ ہے اور در حقیقت صفات الٰہیہ کا کامل ترجمان ہے اور یہ اسلامی نظام تعلیم وتربیت کی اساس ہے اسی طرح دوسری جگہ فرماتے ہیں کہ

توحید کا مطلب صرف خدا پر یقین نہیں ہے۔ بلکہ توحید کا مطلب خدا پر ایمان کے ساتھ طاغوت کا انکار بھی ہے۔ یعنی ایک خدا کی عبادت اور غیر خدا سے کی عبادت سے پرہیز:

قُلْ يَا أَهْلَ الْكِتَابِ تَعَالَوْاْ إِلَى كَلِمَةٍ سَوَاءٍ بَيْنَنَا وَبَيْنَكُمْ أَلاَّ نَعْبُدَ إِلاَّ اللّهَ وَلاَ نُشْرِكَ بِهِ شَيْئًا وَلاَ يَتَّخِذَ بَعْضُنَا بَعْضاً أَرْبَابًا مِّن دُونِ اللّهِ فَإِن تَوَلَّوْاْ فَقُولُواْ اشْهَدُواْ بِأَنَّا مُسْلِمُونَ (64:3)

ترجمہ: "کہ دیجئے، اے اہل کتاب! اس کلمے کی طرف آجاؤ جو ہمارے اور تمہارے درمیان مشترک ہے، وہ یہ کہ ہم اللہ کے سوا کسی کی عبادت نہ کریں اور اس کے ساتھ کسی بھی چیز کو شریک نہ بنائیں اور اللہ کے سوا آپس میں ایک دوسرے کو اپنا رب نہ بنائیں، پس اگر نہ مانیں تو ان سے کہہ دیجئے: گواہ رہو ہم تو مسلم ہیں"۔

خدا کے ساتھ کسی چیز کو شریک نہ ٹھہراؤ یعنی اگر آپ بے دلیل عادات و رسوم کی پیروی کرتے ہیں تو یہ توحید کے خلاف ہے اور اسی طرح اگر آپ اللہ کی بجائے، انسانوں کی پیروی کرتے ہیں تو یہ بھی ایسا ہی ہے اور اگر آپ غیر اسلامی، اجتماعی نظاموں کی پیروی کرتے ہیں تو یہ بھی ایک طرح کا شرک ہی ہے۔ دوسرے الفاظ میں انسان کے شخصی، اجتماعی، تعلیمی اور تربیتی امور میں جہاں بھی نظام الہی کی پیروی نہیں ہے ایک طرح کا شرک اور خلاف توحید ہے۔[15]

فَمَنْ يَكْفُرْ بِالطَّاغُوتِ وَيُؤْمِن بِاللّهِ فَقَدِ اسْتَمْسَكَ بِالْعُرْوَةِ الْوُثْقَىَ لاَ انفِصَامَ لَهَا وَاللّهُ سَمِيعٌ عَلِيمٌ (256:2)

ترجمہ: "پس جو طاغوت کا انکار کرے اور اللہ پر ایمان لے آئے، بتحقیق اس نے نہ ٹوٹنے والا مضبوط سہارا تھام لیا اور اللہ سب کچھ خوب سننے والا اور جاننے والا ہے"۔

سید علی حسینی خامنہ ای کے توحیدی افکار نظام تعلیم وتربیت سمیت زندگی کے ہر شعبہ کے لیے مشعل راہ ہیں آپ توحید نظام کی پیروی کو طاغوتی نظام کے ساتھ جنگ شمار کرتے ہیں یعنی لازمہ توحید، طاغوت کا انکار ہے۔

2. انسان کی شناخت کی بنیادیں

تعلیم وتربیت کا اصلی موضوع اور مخاطب انسان ہے۔ اسی لیے نظام تعلیم وتربیت کی بنیاد رکھنے سے پہلے انسان کی صحیح شناخت بہت ضروری ہے تاکہ اہداف کے حصول میں آسانی ہو لہٰذا انسان کی شناخت کی بنیادوں سے مراد وہ موضوعات ہیں جن پر انسانی وجود کی حقیقت، مقام اور تربیتی عمل میں تاثیر گذاری اور تاثیر پذیری پر بحث ہوتی ہے۔[16] ماہرین تربیت نے شناخت انسان کی کئی جزئی بنیادیں ذکر کی ہیں جن میں انسان مرکب روح و بدن، حقیقت روح، ارادہ واختیار، انسان کمال طلب، خدا کی بندگی، تاثیر پذیری وتاثیر گذاری، عقل مندی انسان، محبت محوری، انسان اجتماعی اور کرامت انسان جیسی اہم بنیادیں شامل ہیں۔[17] سید علی حسینی خامنہ ای شناخت انسان کے متعلق فرماتے ہیں کہ انسان کی تخلیق کا مقصد خدا کی معرفت اور عبادت ہے اور اسی مقصد کی روشنی میں وہ قرب الٰہی اور مقام خلافت حاصل کرتا ہے۔ اللہ تعالیٰ قرآن میں فرماتا ہے کہ:

وَمَا خَلَقْتُ الْجِنَّ وَالْإِنسَ إِلَّا لِيَعْبُدُونِ (56:51)

ترجمہ: "اور میں نے جن وانس کو خلق نہیں کیا مگر یہ کہ وہ میری عبادت کریں"۔

انسان اپنی حقیقت اور فطری پہلوؤں کے اعتبار سے جسم اور روح کا مجموعہ ہے اور انسان کی شفاف فطرت درحقیقت نفخہ الٰہی ہے۔ یہ کریمانہ پہلو اپنے اندر خداپرستی، پرہیزگاری، کمال پرستی، سچائی، خیر خواہی، جمال پرستی، انصاف پسندی، آزادی پسندی جیسی دیگر کمالیہ صفات کا حامل ہے۔ انسان کا مادی پہلو اس کی مختلف مادی ضروریات کا سرچشمہ ہے۔ انسان ان دو قسم کی مادی اور معنوی ضروریات کے تقاضوں اور ان کے معقول اور متوازن ادراک کے درمیان جدوجہد میں کمالات کی طرف سفر کرتا ہے۔ انسان کا کمال اور سعادت اجباری نہیں بلکہ اختیاری اور کسبی ہے جس کے ذریعے انسان، صحیح انتخاب، خدائی رہنمائی سے تمسک اور صحیح فکری نشوونما کے ساتھ کمال کے آخری درجے تک پہنچ سکتا ہے۔[18]

آیات کے ذریعے تطبیق

ارشاد باری تعالیٰ ہے: يَا أَيُّهَا النَّاسُ أَنتُمُ الْفُقَرَاءُ إِلَى اللَّهِ وَاللَّهُ هُوَ الْغَنِيُّ الْحَمِيدُ (15:35)

ترجمہ: "اے لوگو! تم اللہ کے محتاج ہو اور اللہ تو بے نیاز، لائق ستائش ہے۔"

نیز ارشاد ہوا: إِنَّا هَدَيْنَاهُ السَّبِيلَ إِمَّا شَاكِرًا وَإِمَّا كَفُورًا (3:76)

ترجمہ: "ہم نے اسے راستے کی ہدایت کر دی ہے خواہ شکر گزار بنے اور خواہ ناشکرا"

دراصل، انسان روح و بدن کا مجموعہ ہے لہٰذا نظام تعلیم و تربیت میں دونوں پہلوؤں اور دونوں کی ضرورتوں کو مدنظر رکھنا چاہیے: فَإِذَا سَوَّيْتُهُ وَنَفَخْتُ فِيهِ مِن رُّوحِي فَقَعُوا لَهُ سَاجِدِينَ (29:15) ترجمہ: "پھر ہڈیوں پر گوشت چڑھایا پھر ہم نے اسے ایک دوسری مخلوق بنا دیا، پس بابرکت ہے وہ اللہ جو سب سے بہترین خالق ہے۔" ایک اور مقام پر ارشاد فرماتا ہے: فَكَسَوْنَا الْعِظَامَ لَحْمًا ثُمَّ أَنشَأْنَاهُ خَلْقًا آخَرَ فَتَبَارَكَ اللَّهُ أَحْسَنُ الْخَالِقِينَ (14:23) ترجمہ: "پھر جب میں اس کی تخلیق مکمل کر لوں اور اس میں اپنی روح میں سے پھونک دوں تو تم سب اس کے آگے سجدہ ریز ہو جاؤ"۔

ایک طرف انسان اپنی فطری ترقی اور بقا کے لیے فقیر الی اللہ یعنی خداوند متعال کی ذات کا محتاج ہے اور دوسری طرف صاحب ارادہ اور اختیار ہے لہٰذا نظام تعلیم و تربیت اسلامی میں انسان کی الٰہی ضرورتوں اور آزادی و اختیار کو مدنظر رکھنا ضروری ہے۔

3. شناخت اقدار

اردو میں لفظ قدر وزن، مقدار، قیمتی چیز اور عزت و عظمت کے معنی میں استعمال ہوتا ہے اور اصطلاح میں وہ مطلوب عناصر یا اشیاء جن کی حد بندی دین، عقل اور انسان کی فطرت سلیم کرتی ہے کو اقدار کہا جاتا ہے۔ نظام تعلیم و تربیت کی بنیادوں میں شناخت اقدار سے مراد وہ ابحاث جو اقدار کی انواع، حدود، منبع، حقیقی یا غیر حقیقی، ثابت اور متغیر نیز مطلق اور نسبی ہونے کی وضاحت کرتی ہیں۔[19]

اقدار کی جڑیں حقائق عالم میں عیاں ہیں اور ان کے اصول ثابت، مطلق اور آفاقی ہیں۔ اقدار کے اصولوں کو عقل اور فطرت کے ذریعے ثابت اور اس کی تفصیلات کتاب خدا اور سنت کے ذریعے دریافت کی جا سکتی ہیں۔ اقدار درحقیقت خدا، خود انسان اور دیگر مخلوقات کے ساتھ انسانی رابطے کی کیفیت کو بیان کرتی ہیں۔ اقدار کا ادراک اور ان پر عمل دنیاوی ترقی اور آخرت میں سعادت کا باعث بنتا ہے۔[20]

سید علی حسینی خامنہ ای کی نظر میں تعلیم و تربیت کے اہم اصول

ا۔ فطرت محوری

فَأَقِمْ وَجْهَكَ لِلدِّينِ حَنِيفًا فِطْرَتَ اللَّهِ الَّتِي فَطَرَ النَّاسَ عَلَيْهَا لَا تَبْدِيلَ لِخَلْقِ اللَّهِ ذَٰلِكَ الدِّينُ الْقَيِّمُ وَلَٰكِنَّ أَكْثَرَ النَّاسِ لَا يَعْلَمُونَ (30:30)

ترجمہ: "پس (اے نبی) یکسو ہو کر اپنا رخ دین (خدا) کی طرف مرکوز رکھیں، (یعنی) اللہ کی اس فطرت کی طرف

جس پر اس نے سب انسانوں کو پیدا کیا ہے، اللہ کی تخلیق میں تبدیلی نہیں ہے، یہی محکم دین ہے لیکن اکثر لوگ نہیں جانتے"۔

تعلیم وتربیت میں انسانی فطرت کو محور قرار دینے کے حوالے سے آیۃ اللہ سید علی حسینی خامنہ ای فرماتے ہیں: "بچے کی صحت اور پاکیزگی کے اعتبار سے ہمیں ایک انسانی مولود کو فطری طور پر پاکیزہ جاننا چاہیے اور ہماری تمام تر کوشش اس کی صحت اور پاکیزگی کو برقرار رکھنے کے لیے ہونی چاہیے۔ یہ سب سے زیادہ اہم ہے جو ہم بچوں کے لیے کر سکتے ہیں۔ بچے کی شخصیت کی نشوونما میں زندگی کے پہلے چھ سال بہت اہم ہوتے ہیں جن میں منطقی اور لسانی صلاحیتوں کی نشوونما، جذباتی توازن اور اجتماعی روابط قائم کرنے کی صلاحیت شامل ہے۔ جیسا کہ کہا جاتا ہے، ہائی اسکول کے اختتام پر ایک نوجوان کی نصف سے زیادہ کامیابیاں سکول میں داخل ہونے سے پہلے کے سالوں کی ہیں۔ لہٰذا نظام تعلیم وتربیت کی ایک اہم ذمہ داری، متربی کے فطری امور کی سلامتی اور آخر تک حفاظت ہے۔"[21]

۲۔ تربیت روحانی

وَالَّذِينَ جَاهَدُوا فِينَا لَنَهْدِيَنَّهُمْ سُبُلَنَا وَإِنَّ اللهَ لَمَعَ الْمُحْسِنِينَ (69:29) ترجمہ: "اور جو ہماری راہ میں جہاد کرتے ہیں ہم انہیں ضرور اپنے راستے کی ہدایت کریں گے اور بتحقیق اللہ نیکی کرنے والوں کے ساتھ ہے۔"

ہر انسان میں ایک لطیف معنوی پہلو موجود ہوتا ہے۔ ہر انسان جہاں مختلف فطری صلاحیتوں کا مجموعہ ہے وہاں اس کے اندر انتہائی لطیف معنوی میلانات بھی ہوتے ہیں جو نوجوانی میں زیادہ قوی اور شفاف ہوتے ہیں۔ اگر ہم انسان اس معنوی میلان اور پہلو کو اپنے اندر مضبوط کرلیں تو یہ ہمارے باقی میلانات کی بھی رہنمائی کرے گا۔ جب آپ دنیا میں برے لوگوں کو دیکھتے ہیں تو ان میں سے بعض ظالم وسفاک، پیسہ پرست، یا ہوس پرست و شکم پرست ہیں درحقیقت یہ وہ لوگ ہیں جن پر معنوی کی بجائے مادی میلانات غالب آ گئے ہیں۔ ان افراد نے اپنے معنوی پہلو کی طرف توجہ نہیں کی جس کی وجہ سے مادی پہلو معنوی میلانات پر غالب آگئے ہیں اور یہ ظالم افراد دائرہ انسانیت سے خارج ہوگئے ہیں لہٰذا حصول علم کے دوران معنوی تربیت کی طرف توجہ بہت ضروری ہے:[22]

۳۔ استاد تربیت محور

يَرْفَعِ اللهُ الَّذِينَ آمَنُوا مِنكُمْ وَالَّذِينَ أُوتُوا الْعِلْمَ دَرَجَاتٍ ۚ وَاللهُ بِمَا تَعْمَلُونَ خَبِيرٌ (11:58)

ترجمہ: "تم میں سے جو لوگ ایمان لے آئے اور وہ لوگ جنہیں علم دیا گیا ہے ان کے درجات کو اللہ بلند فرمائے گا اور جو کچھ تم کرتے ہو اللہ اس سے خوب باخبر ہے۔"

فَبِمَا رَحْمَةٍ مِّنَ اللّٰهِ لِنتَ لَهُمْ وَلَوْ كُنتَ فَظًّا غَلِيظَ الْقَلْبِ لَانفَضُّوا مِنْ حَوْلِكَ (159:3)

ترجمہ: "(اے رسول) یہ مہرالٰہی ہے کہ آپ ان کے لیے نرم مزاج واقع ہوئے اور اگر آپ تندخو اور

سنگدل ہوتے تو یہ لوگ آپ کے پاس سے منتشر ہو جاتے۔"

سید علی حسینی خامنہ ای استاد کے متعلق فرماتے ہیں کہ: "ایک استاد در حقیقت اپنے شاگرد پر لیکچر سے زیادہ اپنی شخصیت سے اثرانداز ہوتا ہے۔ ایک عقلمند، باشعور، خود پر قابو رکھنے والا، موثر، مستقبل کے لیے پُر امید اور گروہی کام کی خو رکھنے والا استاد اپنے شاگرد کو بھی انہیں صفات سے ثمر آور کرتا ہے۔ لیکن سخت مزاج اور بے حوصلہ استاد چاہے درس جو بھی ہو اپنے شاگرد پر اسی طرح کا اثر ڈالتا ہے۔ اس لیے تعلیم وتربیت میں استاد کو اہمیت دینا، اسلامی نظام میں ایک اہم اور اولین درجے کا اصول ہے۔"[23]

۴۔ تعلیم تفکر محور

سید علی حسینی خامنہ ای تعلیم تفکر محور کے متعلق فرماتے ہیں کہ: "اگر ہم تعلیم کو وسیع معنوں میں لیں تو اس میں یہ تین شعبے شامل ہیں: ایک تعلیم دینا، دوسرا جو زیادہ اہمیت کا حامل ہے وہ طرز تفکر یعنی شاگرد کو ایک مفکر بنانا ہے اور تیسرا، اخلاق و عمل کی تعلیم دینا ہے۔ کیونکہ اگر شاگرد کے اندر غور و فکر کی صلاحیت پیدا ہو جائے تو وہ اہم ترین علمی مسائل کو حل کرنے کے قابل ہو جاتا ہے۔ ہمارے بچے کو سوچنا اور فکر کرنا سیکھنا چاہیے درست سوچ، منطقی سوچ اور صحیح سوچنے اور اعلی تفکر کی طرف اس کی رہنمائی کی جانی چاہیے کیونکہ سطحی تعلیم اور سطحی سوچ و نظریات، معاشرتی زندگی کو زمین بوس کر دیتے ہیں اور معاشرے صدیوں تک بد بختی کا شکار رہتے ہیں پس راہ حل یہ ہے کہ معاشروں میں صحیح طرز فکر کی بنیاد ڈالنی چاہیے۔"[24]

قرآن کریم، فکر کے بارے میں اس طرح فرماتا ہے۔

الَّذِينَ يَذْكُرُونَ اللّهَ قِيَامًا وَقُعُودًا وَعَلَىَ جُنُوبِهِمْ وَيَتَفَكَّرُونَ فِي خَلْقِ السَّمَاوَاتِ وَالأَرْضِ رَبَّنَا مَا خَلَقْتَ هَذا بَاطِلاً سُبْحَانَكَ فَقِنَا عَذَابَ النَّارِ

ترجمہ: "(صاحبان عقل) جو اٹھتے بیٹھتے اور اپنی کروٹوں پر لیٹتے ہر حال میں اللہ کو یاد کرتے ہیں اور آسمانوں اور زمین کی خلقت میں غور و فکر کرتے ہیں، (اور کہتے ہیں:) ہمارے رب! یہ سب کچھ تو نے بے حکمت نہیں بنایا، تیری ذات (ہر عبث سے) پاک ہے، پس ہمیں عذاب جہنم سے بچالے"۔

قُلْ إِنَّمَا أَعِظُكُم بِوَاحِدَةٍ أَن تَقُومُوا لِلَّهِ مَثْنَى وَفُرَادَى ثُمَّ تَتَفَكَّرُوا مَا بِصَاحِبِكُم مِّن جِنَّةٍ إِنْ هُوَ إِلَّا نَذِيرٌ لَّكُم بَيْنَ يَدَيْ عَذَابٍ شَدِيدٍ (46:34)

ترجمہ: "کہہ دیجئے: میں تمہیں ایک بات کی نصیحت کرتا ہوں کہ تم اللہ کے لیے اٹھ کھڑے ہو ایک ایک اور دو دو کر کے پھر سوچو کہ تمہارے ساتھی میں جنون کی کوئی بات نہیں ہے، وہ تو تمہیں ایک شدید عذاب سے پہلے خبر دار کرنے والا ہے"۔

۵۔شاگرد کی تکریم

سید علی حسینی خامنہ ای شاگرد کی تکریم کے بارے میں فرماتے ہیں۔

اسلام کے مطابق جس طرح استاد، محترم ہے، اسی طرح طالب علم کا بھی احترام ہونا چاہیے۔طالب علم کی بھی عزت ہونی چاہیے۔طالب علم کی توہین نہ کی جائے۔طالب علم کی تکریم کا تربیت کے ساتھ بہت گہرا تعلق ہے۔امام صادق علیہ السلام سے روایت ہے کہ تَوَاضَعُوا لِمَنْ تَتَعَلَّمُونَ مِنْهُ وَ تَوَاضَعُوا لِمَنْ تُعَلِّمُونَ: جس سے تم سیکھتے ہو اس کے سامنے عاجزی کرو اور جس کو تم سکھاتے ہو اس کے سامنے بھی فروتنی کرو۔ اسی طرح جبر کی دو قسمیں ہیں: جبر سیاسی اور جبر تعلیمی لہٰذا علمی جابر اور عالم جابر مت بنو عین فرعون کی طرح۔ میں نے کئی سال پہلے، شاید 40، 45 سال پہلے ملک کی کسی یونیورسٹی میں ایسے پروفیسر کو دیکھا تھا، جو اپنے طلباء کے ساتھ فرعونیت کی طرح بات کرتا، پڑھاتا اور برتاؤ کرتا تھا۔ بلکہ استاد کو ایک شفیق باپ کی طرح اپنے شاگرد کے ساتھ برتاؤ کرنا چاہیے۔ یہ ممکن ہے کہ استاد کسی وقت شاگرد کے ساتھ تھوڑی سختی کرے لیکن اس سختی کا مطلب توہین و تحقیر نہیں ہے۔ ہر صورت میں شاگرد کا اکرام واحترام ہونا چاہیے۔[25]

وَلَقَدْ كَرَّمْنَا بَنِي آدَمَ وَحَمَلْنَاهُمْ فِي الْبَرِّ وَالْبَحْرِ وَرَزَقْنَاهُم مِّنَ الطَّيِّبَاتِ وَفَضَّلْنَاهُمْ عَلَىٰ كَثِيرٍ مِّمَّنْ خَلَقْنَا تَفْضِيلاً (70:17)

ترجمہ: "اور بتحقیق ہم نے اولاد آدم کو عزت و تکریم سے نوازا اور ہم نے انہیں خشکی اور سمندر میں سواری دی اور انہیں پاکیزہ چیزوں سے روزی عطا کی اور اپنی بہت سی مخلوقات پر انہیں بڑی فضیلت دی۔"

۶۔سیر حس عاطفی شاگرد

شاگردوں کے عاطفی جذبات کی قدردانی اور سیر تربیت کے اہم اصولوں میں سے ہے کیونکہ عاطفہ اور مہر و محبت انسان کے فطری تقاضوں میں سے ہے اسی لیے مربی کو ان عواطف اور ان کے درمیان تعادل کا خیال رکھنا چاہیے تاکہ متربی ہر لحاظ سے صحیح وسالم اپنے اہداف کی طرف گامزن رہے اور احساس کمتری نیز نفسیاتی مسائل کا شکار نہ ہو۔اس سلسلے میں سید علی حسینی خامنہ ای فرماتے ہیں کہ:

عورت کے اہم فرائض میں سے ایک یہ ہے کہ وہ اپنے بچے کی عواطف اور محبت بھرے احساسات و جذبات کے ساتھ پرورش کرے۔ بچے کے ساتھ دلداری، دقیق سرپرستی سمیت اس طرح معاشرے کے لیے آمادہ کرے کہ یہ انسان۔ خواہ لڑکی ہو یا لڑکا جب وہ بڑا ہو تو روحانی طور پر ایک صحت مند انسان ہو، بغیر پیچیدگیوں کے، بغیر کسی پریشانی اور احساس ذلت نیز مصائب وآفات کے کہ جس سے آج یورپ اور

امریکہ میں مغرب کی نوجوان اور نوعمر نسلیں دوچار ہیں سے آزاد ہو۔

سامعین کے ذہن کی گہری تہوں پر اپنا اثر ڈالیں اور فقط اس پر مطمئن نہ ہوں کہ اس کے جذبات واحساسات آپ نے اپنی طرف جلب کر لیے ہیں۔ نہیں بلکہ ذہن کی ان گہری تہوں پر اثر ڈالنے کی کوشش کریں تاکہ زندگی کے مختلف نشیب وفراز میں یہ اثر ذائل نہ ہو۔ مہر وعاطفہ کی نسبت خداوند متعال نے اپنی طرف دی ہے یعنی یہ فطری ہے قرآن میں آیا ہے کہ: إِنَّ الَّذِينَ آمَنُوا وَعَمِلُوا الصَّالِحَاتِ سَيَجْعَلُ لَهُمُ الرَّحْمَٰنُ وُدًّا (96:19) ترجمہ: "جو لوگ ایمان لائے ہیں اور نیک اعمال بجالائے ہیں ان کے لیے رحمٰن عنقریب دلوں میں محبت پیدا کرے گا"۔

وَاعْتَصِمُواْ بِحَبْلِ اللّهِ جَمِيعًا وَلاَ تَفَرَّقُواْ وَاذْكُرُواْ نِعْمَتَ اللّهِ عَلَيْكُمْ إِذْ كُنتُمْ أَعْدَاءً فَأَلَّفَ بَيْنَ قُلُوبِكُمْ فَأَصْبَحْتُم بِنِعْمَتِهِ إِخْوَانًا وَكُنتُمْ عَلَىَ شَفَا حُفْرَةٍ مِّنَ النَّارِ فَأَنقَذَكُم مِّنْهَا كَذَلِكَ يُبَيِّنُ اللّهُ لَكُمْ آيَاتِهِ لَعَلَّكُمْ تَهْتَدُونَ (103:3)

ترجمہ: "اور تم سب مل کر اللہ کی رسی کو مضبوطی سے تھام لو اور تفرقہ نہ ڈالو اور تم اللہ کی اس نعمت کو یاد کرو کہ جب تم ایک دوسرے کے دشمن تھے تو اللہ نے تمہارے دلوں میں الفت ڈالی اور اس کی نعمت سے تم آپس میں بھائی بھائی بن گئے اور تم آگ کے گڑھے کے کنارے تک پہنچ گئے تھے کہ اللہ نے تمہیں اس سے بچالیا، اس طرح اللہ اپنی آیات کھول کر تمہارے لیے بیان کرتا ہے تاکہ تم ہدایت حاصل کرو"۔

۷۔ تعلیم قرآن

سید علی حسینی خامنہ ای تعلیم اور تفکر قرآن پر بہت زور دیتے ہیں آپ بچے کی اوائل عمر یعنی کم سنی سے ہی تعلیم، تفکر اور حفظ قرآن پر تاکید کرتے ہیں، لہٰذا آپ کی نظر میں تعلیم اداروں کے اندر یہ تین امور تسلسل سے انجام دیئے جانے چاہییں۔ آپ نوجوانوں کو خطاب کرتے ہوئے فرماتے ہیں:

اے قرآن سیکھنے والے نوجوانو، آپ جان لیں کہ آپ زندگی بھر کے لیے فہم وفراست کا ایک اہم ذخیرہ فراہم کر رہے ہیں۔ یہ بہت قیمتی سرمایہ ہے۔ ممکن ہے چھوٹی عمر میں آپ قرآن کی آیات سے گہرے معانی اور علم کے موتی نہ نکال سکیں یا آپ صرف سطحی باتیں اور تھوڑی سی معلومات پر ہی اکتفا کریں۔ لیکن جیسے جیسے آپ کی علمی سطح بڑھتی جائے اور علم ومعرفت میں اضافہ ہوتا جائے گا اس وقت آپ قرآن کی ان آیات سے زیادہ استفادہ کریں گے جو آپ کے حافظے اور ذہن میں ہیں لہٰذا انسانی ذہن میں قرآنی آیات کی موجودگی ایک بہت بڑی نعمت ہے۔[26]

لَقَدْ مَنَّ اللّهُ عَلَى الْمُؤمِنِينَ إِذْ بَعَثَ فِيهِمْ رَسُولاً مِّنْ أَنفُسِهِمْ يَتْلُواْ عَلَيْهِمْ آيَاتِهِ وَيُزَكِّيهِمْ وَيُعَلِّمُهُمُ الْكِتَابَ وَالْحِكْمَةَ وَإِن كَانُواْ مِن قَبْلُ لَفِي ضَلاَلٍ مُّبِينٍ (164:3)

ترجمہ: "ایمان والوں پر اللہ نے بڑا احسان کیا کہ ان کے درمیان انہی میں سے ایک رسول بھیجا جو انہیں اس کی آیات پڑھ کر سناتا ہے اور انہیں پاکیزہ کرتا اور انہیں کتاب و حکمت کی تعلیم دیتا ہے جب کہ اس سے پہلے یہ لوگ صریح گمراہی میں مبتلا تھے"۔

كِتَابٌ أَنزَلْنَاهُ إِلَيْكَ مُبَارَكٌ لِّيَدَّبَّرُوا آيَاتِهِ وَلِيَتَذَكَّرَ أُولُوا الْأَلْبَابِ (29:38)

ترجمہ: "یہ ایک ایسی بابرکت کتاب ہے جو ہم نے آپ کی طرف نازل کی ہے تاکہ لوگ اس کی آیات میں تدبر کریں اور صاحبان عقل اس سے نصیحت حاصل کریں"۔

وَاذْكُرْنَ مَا يُتْلَىٰ فِي بُيُوتِكُنَّ مِنْ آيَاتِ اللَّهِ وَالْحِكْمَةِ إِنَّ اللَّهَ كَانَ لَطِيفًا خَبِيرًا (34:33)

ترجمہ: "اور اللہ کی ان آیات اور حکمت کو یاد رکھو جن کی تمہارے گھروں میں تلاوت ہوتی ہے، اللہ یقینا بڑا باریک بین، خوب باخبر ہے۔"

جدول ۲: تعلیم وتربیت کے اصول

سید علی حسینی خامنہ ای کی نظر میں نظام تعلیم وتربیت اہم کے اہداف

سید علی حسینی خامنہ ای اہداف کی بحث میں فرماتے ہیں کہ:

"ترقی کے آرمانی اسلامی ماڈل کی بنیادی اقدار زمان و مکان کی قید سے بالاتر ہیں۔ ان اقدار میں سب سے بنیادی قدر خلافت الٰہیہ اور حیات طیبہ ہے۔ سب سے اہم اقدار جو حیات طیبہ کو تشکیل دیتی ہیں وہ حقائق کا علم، غیب پر ایمان، جسمانی اور ذہنی صحت، ہم نوع انسانوں کے ساتھ رواداری، مسلمان بھائیوں کے ساتھ اخوت و بھائی چارہ، پوری طاقت اور اقتدار کے ساتھ دشمنوں کا مقابلہ، قدرتی وسائل

کی عادلانہ تقسیم اور استفادہ، عقل محور تفکر اور سوچ، آزادی مسوٴلیت پذیر، سماجی نظم وضبط اور قانون کی حکمرانی، عدالت محوری، باہمی تعاون، ذمہ داری کا مظاہرہ، ایمانداری، خود کفالت کا حصول، سلامتی اور فراوانی ہے۔"[27]

آیات سے استناد

وَإِذْ قَالَ رَبُّكَ لِلْمَلَائِكَةِ إِنِّي جَاعِلٌ فِي الْأَرْضِ خَلِيفَةً (30:2)

ترجمہ: "اور جب تیرے رب نے فرشتوں سے کہا: میں زمین میں ایک خلیفہ (نائب) بنانے والا ہوں"۔

مَنْ عَمِلَ صَالِحًا مِّن ذَكَرٍ أَوْ أُنثَىٰ وَهُوَ مُؤْمِنٌ فَلَنُحْيِيَنَّهُ حَيَاةً طَيِّبَةً وَلَنَجْزِيَنَّهُمْ أَجْرَهُم بِأَحْسَنِ مَا كَانُوا يَعْمَلُونَ (97:16)

ترجمہ: "جو نیک عمل کرے خواہ مرد ہو یا عورت بشرطیکہ وہ مومن ہو تو ہم اسے پاکیزہ زندگی ضرور عطا کریں گے اور ان کے بہترین اعمال کی جزا میں ہم انہیں اجر (بھی) ضرور دیں گے"۔

إِنَّمَا الْمُؤْمِنُونَ إِخْوَةٌ فَأَصْلِحُوا بَيْنَ أَخَوَيْكُمْ وَاتَّقُوا اللهَ لَعَلَّكُمْ تُرْحَمُونَ

ترجمہ: "مومنین تو بس آپس میں بھائی بھائی ہیں، لہٰذا تم لوگ اپنے دو بھائیوں کے درمیان صلح کرادو اور اللہ سے ڈرو تاکہ تم پر رحم کیا جائے"۔

يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُواْ كُونُواْ قَوَّامِينَ لِلّهِ شُهَدَاءَ بِالْقِسْطِ وَلاَ يَجْرِمَنَّكُمْ شَنَآنُ قَوْمٍ عَلَى أَلاَّ تَعْدِلُواْ اعْدِلُواْ هُوَ أَقْرَبُ لِلتَّقْوَى وَاتَّقُواْ اللّهَ إِنَّ اللّهَ خَبِيرٌ بِمَا تَعْمَلُونَ (8:5)

ترجمہ: "اے ایمان والو! اللہ کے لیے بھرپور قیام کرنے والے اور انصاف کے ساتھ گواہی دینے والے بن جاؤ اور کسی قوم کی دشمنی تمہاری بے انصافی کا سبب نہ بنے، (ہر حال میں) عدل کرو! یہی تقویٰ کے قریب ترین ہے اور اللہ سے ڈرو، بے شک اللہ تمہارے اعمال سے خوب باخبر ہے"۔

سید علی حسینی خامنہ ای نے ایک مختصر پیراگراف میں حیات انسانی کے اہداف کا خلاصہ کر دیا ہے۔ خلافت الٰہیہ اور حیات طیبہ نظام تعلیم و تربیت کے اہم ترین اور بلند ترین اہداف ہیں، اسی طرح عدالت اجتماعی اور تزکیہ نفس وغیرہ کا شمار درمیانی اہداف جب کہ آپسی تعلقات اور اداراتی نظم و بہترین نظام تعلیم و تربیت کا شمار ابتدائی اور آلی اہداف میں ہوتا ہے۔

اس مقالے میں طوالت سے بچنے کے لیے فقط عناوین کے ذکر پر اکتفا کیا گیا ہے اور مزید تفصیل کے حصول کے لیے متعلقہ کتابوں کی طرف رجوع کیا جا سکتا ہے۔ آیت اللہ خامنہ ای کی نظر میں نظام تعلیم و تربیت کے جزئی اہداف مندرجہ ذیل ہیں۔

۱۔ ایمان اور معنویت کی تقویت

۲۔ انسان عاقل و صاحب خرد کی تربیت

۳۔ انگیزہ اور علمی صلاحیت کو فروغ دینا

۴۔ استقامت اور پائداری کے جذبے کو مضبوط کرنا

۵۔ بصیرت اور فکر کو مضبوط کرنا

۶۔ خود اعتمادی کو مضبوط کرنا

۷۔ امید اور فتح کے جذبے کو مضبوط کرنا

۸۔ باہمی اتحاد اور وحدت کے افکار کی نشوونما

۹۔ انقلابی انسان کی تربیت

سید علی حسینی خامنہ ای کی نظر میں تعلیم وتربیت کے طریقے

سید علی حسینی خامنہ ای فرماتے ہیں کہ

روش تعلیم اس طرح ہونی چاہیے کہ وہ باقاعدہ ذہن سازی کرے، دماغ کو فعال اور متحرک رکھے اور اس سے بھی بڑھ کر سیکھنے والے کے دل میں علم کے حصول کا جذبہ اور شوق پیدا کرے۔[28]

اگرچہ سید علی حسینی خامنہ ای کے بیانات میں تعلیم وتربیت کے اہداف تک پہنچنے کے لیے متعدد طریقے اور روشیں بیان ہوئی ہیں لیکن ہم اختصار کو مد نظر رکھتے ہوئے چند ایک اہم روشوں کو سپرد قلم کریں گے۔

۱۔ اسوہ اور نمونہ عمل

انسان فطری طور پر مقلد ہے یعنی اپنے اعمال میں دوسروں کی نقل کرتا ہے اور یہ تقلید اور نقل بچپن اور طالب علمی کے زمانے میں زیادہ تاثیر گزار ہوتی ہے۔ اسی لیے استاد کی فضیلت اسلام میں زیادہ ہے کیونکہ انسان کے فطری پہلو اس بات کا تقاضا کرتے ہیں کہ استاد، شاگرد کے لیے نمونہ عمل بنے اور اسی طرح انبیاؑ اور آئمہ اہلبیتؑ جیسی معصوم ہستیوں کو زندگی کے ہر عمل میں اسوہ قرار دیا گیا ہے تاکہ انسان اپنے اعمال میں خطا سے بچ سکے۔ سید علی حسینی خامنہ ای اساتذہ کو بہ عنوان اسوہ، مخاطب کرتے ہوئے فرماتے ہیں کہ:

"کلاس روم میں آپ کے سامنے بیٹھا یہ نوجوان یا بچہ آپ کے مکمل اختیار میں ہے۔ آپ اسے اپنی گفتار، کردار اور رویے سے ایک بااعتماد و مفید شخص بنا سکتے ہیں۔ آپ اسے امید دے سکتے ہیں۔ آپ اس کو میدان عمل کا شاہکار بنا سکتے ہیں۔ آپ اسے اپنے مذہب کی روح کے ساتھ کاملا ہم آہنگ کر سکتے ہیں جس کا وہ مستحق ہے۔ آپ اسے ایک ہوشیار، محنتی، سماجی شخص بنا سکتے ہیں جو کمیونٹی اور معاشرے کے مفادات کا امین ہو۔ آپ اس میں جدت واختراع کی روح کو زندہ کر سکتے ہیں۔"[29]

لَقَدْ كَانَ لَكُمْ فِي رَسُولِ اللهِ أُسْوَةٌ حَسَنَةٌ لِّمَن كَانَ يَرْجُو اللهَ وَالْيَوْمَ الْآخِرَ وَذَكَرَ اللهَ كَثِيرًا (21:33)

ترجمہ: "بتحقیق تمہارے لیے اللہ کے رسول میں بہترین نمونہ ہے، ہر اس شخص کے لیے جو اللہ اور روز آخرت کی امید رکھتا ہو اور کثرت سے اللہ کا ذکر کرتا ہو"۔

فَبَعَثَ اللّٰهُ غُرَابًا يَبْحَثُ فِي الْأَرْضِ لِيُرِيَهُ كَيْفَ يُوَارِي سَوْءَةَ أَخِيهِ قَالَ يَا وَيْلَتَا أَعَجَزْتُ أَنْ أَكُونَ مِثْلَ هَـٰذَا الْغُرَابِ فَأُوَارِيَ سَوْءَةَ أَخِي فَأَصْبَحَ مِنَ النَّادِمِينَ (31:5)

ترجمہ: "پھر اللہ نے ایک کوے کو بھیجا جو زمین کھودنے لگا تاکہ اسے دکھادے کہ وہ اپنے بھائی کی لاش کیسے چھپائے، کہنے لگا: افسوس مجھ پر کہ میں اس کوے کے برابر بھی نہ ہو سکا کہ اپنے بھائی کی لاش چھپا دیتا، پس اس کے بعد اسے بڑی ندامت ہوئی"۔

۲۔ علمی روشوں سے استفادہ

علمی روشوں سے مراد شاگرد کو مسئلہ محور تحقیق اور اس کے ذہن کو علمی سیر کا عادی بنانا ہے جیسے ایک دانشمند کسی موضوع پر ایک فنی سوال بناتا ہے اور پھر اس پر غور و تحقیق کے بعد اس کو کئی جزئی سوالات میں تبدیل کرتا ہے اور پھر ہر جزئی سوال کا جواب مختلف روشوں کے ذریعے تلاش کرتا ہے لہٰذا اگرچہ روش تدریس اور روش تحقیق میں تھوڑا فرق ہوتا ہے لیکن یہ امکان ہے کہ روش تحقیق میں کچھ جزوی تبدیلیاں کرکے اس طرح اجرا کیا جائے جو تدریس کے ساتھ بھی ہم آہنگ ہو جائے۔ علمی انگیزہ اور تحقیقی مہارتیں اسی طرح تحقیقی اور تحلیلی عمل سے وجود میں آتے ہیں۔[30]

خداوند متعال کی تخلیقات اور طبیعی قوانین پر تسلط حاصل کرکے انسان خدا پر یقین کے ساتھ دنیا پر اپنی برتری بھی ثابت کر سکتا ہے البتہ یہ برتری فقط الٰہی اہداف کے راستے میں تحقیق پذیر ہونی چاہیے جیسا کہ خداوند متعال قرآن میں تحقیق کا حکم دیتے ہوئے فرماتا ہے کہ: قُلِ انظُرُوا مَاذَا فِي السَّمَاوَاتِ وَالْأَرْضِ وَمَا تُغْنِي الْآيَاتُ وَالنُّذُرُ عَن قَوْمٍ لَّا يُؤْمِنُونَ (101:10) ترجمہ: "کہہ دیجئے: آسمانوں اور زمین میں نظر ڈالو کہ ان میں کیا کیا چیزیں ہیں اور جو قوم ایمان لانا ہی نہ چاہتی ہو اس کے لیے آیات اور تنبیہیں کچھ کام نہیں دیتیں۔"

وَكَذَٰلِكَ نُرِي إِبْرَاهِيمَ مَلَكُوتَ السَّمَاوَاتِ وَالْأَرْضِ وَلِيَكُونَ مِنَ الْمُوقِنِينَ (75:6)

ترجمہ: "اور اس طرح ہم ابراہیم کو آسمانوں اور زمین کا (نظام) حکومت دکھاتے تھے تاکہ وہ اہل یقین میں سے ہو جائیں۔"

۳۔ مسؤلیت دہی اور تربیت عملی

شاگردوں کی عملی تربیت کے لیے ان کو مسؤلیتیں دینا چاہیے ان کے اوپر بوجھ ڈالنا چاہیے تاکہ وہ عملی زندگی میں

ذمہ دار اور مسوئلیت پذیر بن سکیں اور اسی طرح اس کام سے ان کی صلاحیتوں اور خلاقیت کی حس میں بھی اضافہ ہو گا۔ سید علی حسینی خامنہ ای اس بارے میں فرماتے ہیں کہ:

ایک نوجوان بعض اوقات اپنے ارد گرد یعنی کلاس، استاد اور یہاں تک کہ پورے ادارے اور یونیورسٹی کو بھی اپنی روحانی شخصیت کے زیر اثر لا سکتا ہے۔ یقیناً یہ اہم کام سیاسی چالاکیوں سے حاصل نہیں کیا جا سکتا۔ یہ فقط روحانیت و معنویت کے ساتھ ہی حاصل کیا جا سکتا ہے، یہ پاکیزگی کے ساتھ حاصل ہوتا ہے، یہ خدا کے ساتھ مضبوط تعلق سے حاصل ہوتا ہے۔ میرے عزیزو! خدا کے ساتھ اپنے تعلق کو سنجیدگی سے لیں۔[31]

نوجوانوں کو لانا، انہیں دین کی ترغیب کے ساتھ میدان عمل میں وارد کرنا، انہیں ذمہ داری (مسوئلیت) سونپنا، ان پر اعتماد کرنا، یہ اب ایک نمونہ عمل بن چکا ہے اور اس ماڈل کو بہت سے ممالک میں ہمارے دوستوں نے کامیابی کے ساتھ لاگو کرکے بھرپور فائدہ اٹھایا ہے اور پھر دشمنوں نے [بھی] بیٹھ کر اس کے خلاف منصوبہ بندی کی ہے۔[32]

قَالُوا مَن فَعَلَ هَٰذَا بِآلِهَتِنَا إِنَّهُ لَمِنَ الظَّالِمِينَo قَالُوا سَمِعْنَا فَتًى يَذْكُرُهُمْ يُقَالُ لَهُ إِبْرَاهِيمُo قَالُوا فَأْتُوا بِهِ عَلَىٰ أَعْيُنِ النَّاسِ لَعَلَّهُمْ يَشْهَدُونَ (21: 59،60،61)

ترجمہ: "وہ کہنے لگے: جس نے ہمارے معبودوں کا یہ حال کیا ہے یقیناً وہ ظالموں میں سے ہے۔ کچھ نے کہا: ہم نے ایک جوان کو ان بتوں کا (برے الفاظ میں) ذکر کرتے ہوئے سنا ہے جسے ابراہیم کہتے ہیں۔ کہنے لگے: اسے سب کے سامنے پیش کرو تاکہ لوگ اسے دیکھ لیں۔"

نَحْنُ نَقُصُّ عَلَيْكَ نَبَأَهُم بِالْحَقِّ إِنَّهُمْ فِتْيَةٌ آمَنُوا بِرَبِّهِمْ وَزِدْنَاهُمْ هُدًىo وَرَبَطْنَا عَلَىٰ قُلُوبِهِمْ إِذْ قَامُوا فَقَالُوا رَبُّنَا رَبُّ السَّمَاوَاتِ وَالْأَرْضِ لَن نَّدْعُوَا مِن دُونِهِ إِلَٰهًا لَّقَدْ قُلْنَا إِذًا شَطَطًا (18: 13،14)

ترجمہ: "ہم آپ کو ان کا حقیقی واقعہ سناتے ہیں، وہ کئی جوان تھے جو اپنے رب پر ایمان لے آئے تھے اور ہم نے انہیں مزید ہدایت دی۔ اور جب وہ اٹھ کھڑے ہوئے تو ہم نے ان کے دلوں کو مضبوط کیا پس انہوں نے کہا: ہمارا رب تو وہ ہے جو آسمانوں اور زمین کا رب ہے، ہم اس کے سوا کسی اور معبود کو ہرگز نہیں پکاریں گے، (اگر ہم ایسا کریں) تو ہماری یہ بالکل نامعقول بات ہوگی۔"

۴۔ قصّے اور کہانیاں

سید علی حسینی خامنہ ای اچھی کہانیوں کے تربیتی عمل پر تاثیر کے متعلق فرماتے ہیں کہ:

کہانی سنانا بہت اچھا فن ہے۔ اچھی کہانیاں بچوں کے کردار کی تعمیر کرتی ہیں۔ آج جب ہم ان پرانی

کہانیوں کا جائزہ لیتے ہیں جو ہم نے اپنی ماں سے، اپنی نانی سے یا کسی اور بوڑھی خاتون سے سنی تھیں، تو ہم دیکھتے ہیں کہ ان میں کتنی حکمت ہے! انسان ان کہانیوں کے کرداروں میں اپنی خصلتیں اور خیالات تلاش کرتا ہے، لیکن کہانیاں باہدف اور اچھی ہونی چاہییں۔[33] اسی اہمیت کے پیش نظر قرآن کریم کے ۱۱۴ سورہ میں سے ۶۴ سوروں میں ۲۰۸ کہانیاں ذکر ہوئی ہیں۔

لَقَدْ كَانَ فِي قَصَصِهِمْ عِبْرَةٌ لِأُولِي الْأَلْبَابِ مَا كَانَ حَدِيثًا يُفْتَرَى وَلَكِن تَصْدِيقَ الَّذِي بَيْنَ يَدَيْهِ وَتَفْصِيلَ كُلِّ شَيْءٍ وَهُدًى وَرَحْمَةً لِّقَوْمٍ يُؤْمِنُونَ (111:12)

ترجمہ: "بتحقیق ان (رسولوں) کے قصوں میں عقل رکھنے والوں کے لیے عبرت ہے، یہ (قرآن) گھڑی ہوئی باتیں نہیں بلکہ اس سے پہلے آئے ہوئے کلام کی تصدیق ہے اور ہر چیز کی تفصیل (بتانے والا) ہے اور ایمان لانے والوں کے لیے ہدایت و رحمت ہے۔"

۵۔ تربیتی فلمیں

آیت اللہ خامنہ ای نے فرمایا کہ جو لوگ اس وقت انقلابی موضوعات اور دفاع مقدس جیسی فلموں کے میدان میں کام کر رہے ہیں، وہ واقعی جہاد کر رہے ہیں۔ انہوں نے فنی آلات کے مناسب استعمال اور کہانیوں کے مضبوط اسکرین پلے کے استعمال کو فلم سازی میں بنیادی ضرورتوں میں شمار کیا اور تاکید کی کہ ملک میں مختصر کہانیوں اور ناولوں کا زمرہ مطلوبہ مقام سے دور ہے اور اس شعبے کو مضبوط کیا جانا چاہیے۔ رہبر آیت اللہ خامنہ ای نے اسلامی انقلاب کی تاریخ، دفاع مقدس، فلسطین اور اسلامی بیداری سے متعلق مسائل کو فلم سازی میں استعمال ہونے والے اہم اور بھرپور موضوعات میں شامل کیا اور فرمایا کہ یہ جو کہا جاتا ہے کہ آرٹ کو سیاست کے ساتھ نہیں ملانا چاہیے، جب کہ ہالی ووڈ سمیت مغربی آرٹ کے ذخیرے مکمل طور پر سیاسی ہیں، اور اگر ایسا نہ ہوتا تو ایران کی ظالم یہودیوں کے خلاف فلموں کو عالمی فلم فیسٹیول میں شرکت کی اجازت کیوں نہیں ہے؟[34]

اہم نکتہ

نظام تعلیم و تربیت اسلامی کے عناصر جیسے تعلیم و تربیت کے شعبے (تربیت اخلاقی، تربیت سیاسی، تربیت اقتصادی و غیرہ۔۔۔)، عوامل اور موانع، اختصار کی وجہ سے اس تحقیق میں ذکر نہیں ہوئے جس کے مطالعہ کے لیے متعلقہ کتابوں کی طرف رجوع کیا جاسکتا ہے۔

نتیجہ تحقیق

ا۔ استعداد پرور نظام تعلیم و تربیت میں استاد و شاگرد کا رابطہ حفظ اطلاعات اور اشباع حافظے والا نہیں ہے بلکہ فطری صلاحیات کو فعال کرکے کارآمد بنانے والا ہے۔

۲۔ اسلام کی نگاہ میں تعلیم و تربیت در حقیقت ایک شاگرد، سامع اور انسان کو نئی زندگی دینے کے مترادف ہے۔ انبیاء کی اہم خصوصیات میں سے ایک تعلیم کا فروغ ہے۔

جدول ۳: تعلیم و تربیت کے طریقے

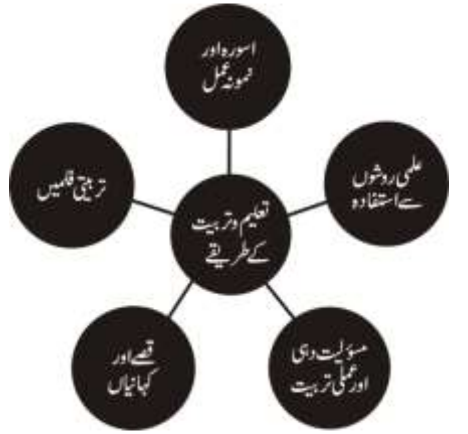

۳۔ انسان کے شخصی، اجتماعی، تعلیمی اور تربیتی امور میں جہاں بھی نظام الٰہی اور توحید کی پیروی نہیں ہے تو یہ ایک طرح کا شرک اور خلاف توحید ہے۔

۴۔ انسان کا کمال اور سعادت اجباری نہیں بلکہ اختیاری اور کسبی ہے جس کے ذریعے انسان صحیح انتخاب، خدائی رہنمائی سے تمسک اور صحیح فکری نشو و نما کے ساتھ کمال کے آخری درجے تک پہنچ سکتا ہے۔

۵۔ اقدار کے اصولوں کو عقل اور فطرت کے ذریعے ثابت اور اس کی تفصیلات کتاب خدا اور سنت کے ذریعے دریافت کی جا سکتی ہیں۔ اقدار در حقیقت خدا، خود انسان اور دیگر مخلوقات کے ساتھ انسانی رابطے کی کیفیت کو بیان کرتی ہیں۔

۶۔ بچے کی صحت اور پاکیزگی کے اعتبار سے ہمیں ایک انسانی مولود کو فطری طور پر پاکیزہ جاننا چاہیے اور ہماری تمام تر کوشش اس کی صحت اور پاکیزگی کو برقرار رکھنے کے لیے ہونی چاہیے۔

۷۔ سید علی حسینی خامنہ ای تعلیم و تربیت کے اصولوں میں تربیت فطرت محور، معنوی تربیت، استاد تربیت محور، تعلیم تفکر محور، تکریم شاگرد، سیر حس عاطفی شاگرد اور تعلیم قرآن شمار کرتے ہیں۔

۸۔ آیت اللہ سید علی حسینی خامنہ ای کی نظر میں نظام تعلیم و تربیت کے اہداف میں ایمان اور معنویت کی تقویت، انسان عاقل و صاحب خرد کی تربیت، انگیزہ حصول علم اور علمی صلاحیت کو فروغ دینا، استقامت اور پائیداری کے جذبے کی نشو و نما، بصیرت اور فکر کو مضبوط کرنا، خود اعتمادی کو فروغ دینا، امید اور فتح کے جذبے کی تقویت،

باہمی اتحاد اور وحدت کے افکار کی نشوونما اور ایک انقلابی انسان کی تربیت شامل ہے۔

*****

References

1. Dawood Mohammadi, *Tajzia wa Tehlil Sisthamha*, (Tehran, Intasharat Qaqnos, 1389 SH), 7.

داؤد محمدی، *تجزیہ وتحلیل سیستم ھا*، (تہران، انتشارات ققنوس، 1389)، 7۔

2. Abdul Rahman al-Khalil bn Ahmad al-Farahidi, *Kitab al-Ain*, Vol. 2, (Qom, Nasher Hijrat, 1367 SH), 152.

عبدالرحمٰن الخلیل بن احمد الفراہیدی، *کتاب العین*، ج2، (قم، نشر ہجرت، 1367)، 152۔

3. Syed Ali Akbar Hussaini, Muhammad Saeed Razi, *Darsnameh Tahleem wa Tarbiyat Islami*, (Qom, Darul-Mubulgheen, 1403 AH), 29.

سید علی اکبر حسینی، محمد صاعد رازی، درسنامہ *تعلیم وتربیت اسلامی*، (قم، دارالمبلغین، 1403)، 29۔

4. Muhammad Taqi, Jafari, *Sharh wa Tafsir Nahj al-Balaghah*, Vol. 7 (Tehran, Daftar Nasher Frang Islami, 1398 SH), 8281.

محمد تقی، جعفری، *شرح وتفسیر نہج البلاغہ*، ج7 (تہران، دفتر نشر فرہنگ اسلامی، 1398ش)، 8281۔

5. Ahmad, Ibn Faris, *Muqays al-Lugha*, Vol. 2 (Qom, Dafter Tablighat Islami, 1363 SH), 483.

احمد، ابن فارس، *مقاییس اللغہ*، ج2 (قم، دفتر تبلیغات اسلامی، 1363)، 483۔

6. Muhammad Taqi, Misbah Yazdi, *Philosopha Tahleem wa Tarbiyat Islami*, Burhan, Madrasah Cultural Institute, 1394), 30.

محمد تقی، مصباح یزدی، *فلسفہ تعلیم وتربیت اسلامی*، برہان، مؤسسہ فرہنگی مدرسہ، 1394)، 30۔

7. https://farsi.khamenei.ir/speech-content?id=3428

سید علی حسینی خامنہ ای، بیانات در دیدار معلمان استان فارس، مورخہ: 12/02/1278۔

8. https://farsi.khamenei.ir/newspart-index?id=39542&nt=2&year=1397&tid=1879

سید علی حسینی خامنہ ای، بیانات در دانشگاہ فرہنگیان، مورخہ: 19/02/1397۔

9. https://farsi.khamenei.ir/newspart-index?id=26418&nt=2&year=1389&tid=5309

سید علی حسینی خامنہ ای، بیانات در دیدار جمعی از اساتید وفضلا وطلاب نخبہ حوزہ علمیہ قم، مورخہ: 02/08/1389۔

10. Syed Ali Akbar Hussaini, Muhammad Saeed Razi, *Darsnameh Tahleem wa Tarbiyat Islami*, 69.

سید علی اکبر حسینی، محمد صاعد رازی، درسنامہ تعلیم وتربیت اسلامی، 69۔

11. Syed Ahmed Rahnmai, *Daramdi Bar Philosopha Islami* (Qum, Mowsahat Amoshi wa pasroashi Imam Khomeini, 1388 SH), 77.

سید احمد رھنمایی، درآمدی بر فلسفہ تعلیم وتربیت اسلامی (قم، موسسہ آموزشی وپژوھشی امام خمینی، 1388)، 77۔

12. Syed Ali Akbar Hussaini, Muhammad Saeed Razi, *Darsnameh Tahleem wa Tarbiyat Islami*, 165.

سید علی اکبر حسینی، محمد صاعد رازی، درسنامہ تعلیم وتربیت اسلامی، 165۔

13. Ibid, 282.

ایضاً، 282۔

14.https://farsi.khamenei.ir/news-content?id=40693

سید علی حسینی خامنہ ای، ابلاغیہ، الگوی اسلامی ایرانی پیشرفت، مورخہ 22/07/1397۔

15.https://farsi.khamenei.ir/newspart-index?id=21471&nt=2&year=1391&tid=1188

سید علی حسینی خامنہ ای، بیانات در چہارمین نشست اندیشہ ہای راہبردی، مورخہ: 23/08/1391۔

16. Syed Ali Akbar Hussaini, Muhammad Saeed Razi, *Darsnameh Tahleem wa Tarbiyat Islami*, 135.

سید علی اکبر حسینی، محمد صاعد رازی، درسنامہ تعلیم وتربیت اسلامی، 135۔

17. Misbah Yazdi, *Philosopha Tahleem wa Tarbiyat Islami*, 164.

مصباح یزدی، فلسفہ تعلیم وتربیت اسلامی، 164۔

18.https://farsi.khamenei.ir/news-content?id=40693

سید علی حسینی خامنہ ای، ابلاغیہ، الگوی اسلامی ایرانی پیشرفت، مورخہ 22/07/1397۔

19. Misbah Yazdi, *Philosopha Tahleem wa Tarbiyat Islami*, 191.

مصباح یزدی، فلسفہ تعلیم وتربیت اسلامی، 191۔

20.https://farsi.khamenei.ir/news-content?id=40693

سید علی حسینی خامنہ ای، ابلاغیہ، الگوی اسلامی ایرانی پیشرفت، مورخہ 22/07/1397۔

21. Hassan Maleki, *Daramadi bar Nazeria Tahleem wa Tarbiyat Bayanat Hazrat Ayatollah al-Uzmi Khamenei (Mudazallah al-Ali)*, No. 272 (Tehran, Antarhatat Inqabali-e-Islami, 1403 AH), 199.

حسن ملکی، درآمدی بر نظریہ تعلیم وتربیت در بیانات حضرت آیت اللہ العظمی خامنہ ای (مدّظلّہ العالی)، ش 272 (تہران، انتشارات انقلاب اسلامی، 1403)، 199۔

22. https://farsi.khamenei.ir/speech-content?id=32860

سید علی حسینی خامنہ ای، بیانات در دیدار اعضای انجمن ہای اسلامی دانش آموزان، مورخہ 01/02/1395۔

23.https://farsi.khamenei.ir/speech-content?id=3380

سید علی حسینی خامنہ ای، بیانات در دیدار معلمان، مورخہ 12/02/1386۔

24. https://farsi.khamenei.ir/speech-content?id=26342
سید علی حسینی خامنہ ای، بیانات در دیدار معلمان وفرہنگیان سراسر کشور، مورخہ 17/02/1393۔
25.https://farsi.khamenei.ir/speech-content?id=3428
سید علی حسینی خامنہ ای، بیانات در دیدار معلمان فارس، مورخہ 12/02/1387۔
26.https://farsi.khamenei.ir/newspart-index?id=3086&nt=2&year=1380&tid=1262
سید علی حسینی خامنہ ای، بیانات در دیدار جمعی از حافظان و قاریان قرآن، مورخہ 28/06/1380۔
27.https://farsi.khamenei.ir/news-content?id=40693
سید علی حسینی خامنہ ای، ابلاغیہ، الگوی اسلامی ایرانی پیشرفت، مورخہ 22/07/1397۔
28.https://farsi.khamenei.ir/newspart-index?id=3130&nt=2&year=1381&tid=1604
سید علی حسینی خامنہ ای، بیانات در دیدار مسؤلان آموزش وپرورش ، مورخہ 26/04/1381۔
29.https://farsi.khamenei.ir/speech?nt=1&year=1389
سید علی حسینی خامنہ ای، بیانات در دیدار با گروہ اساتید مورخہ 1389۔
30. Hassan Maleki, *Daramadi bar Nazeria Tahleem wa Tarbiyat Bayanat Hazrat Ayatollah al-Uzmi Khamenei (Mudazallah al-Ali)*, 183.
حسن ملکی، درآمدی بر نظریہ تعلیم وتربیت در بیانات حضرت آیت اللہ العظمی خامنہ ای (مدّظلّہ العالی)، 183۔
31.https://farsi.khamenei.ir/others-report?id=27137
سید علی حسینی خامنہ ای، توصیہ بہ جوانان، مورخہ 12/05/1393۔
32.https://farsi.khamenei.ir/speech?nt=2&year=1395
سید علی حسینی خامنہ ای، بیانات مورخہ 03/09/1395۔
33. https://farsi.khamenei.ir/speech-content?id=3932
سید علی حسینی خامنہ ای، بیانات مورخہ 23/02/1377۔
34.https://farsi.khamenei.ir/speech?nt=13&year=1391
سید علی حسینی خامنہ ای، بیانات مورخہ 01/12/1391۔

عقلانیت کے معنیٰ اور مقام کا فہم مجدد: مغربی فلسفہ اور قرآن کریم کی نظر میں

Reconsidering the Meaning and Status of Rationality: from Viewpoint of Western Philosophy and the Holy Quran

Open Access Journal
Qtly. Noor-e-Marfat
eISSN: 2710-3463
pISSN: 2221-1659
www.nooremarfat.com
Note: All copy rights are preserved.

Dr. Kausar Ali
Faculty Member at MIU, Qum, Iran.
E-mail: kausar.kim110@gmail.com

Dr. Syed Nisar Hussain Hamdani
Professor of Economics, Post Doc from Harvard University and Dean (Rtd.) University of AJk
E-mail: nisarhamdani@gmail.com

Abstract:
At present, our world is facing serious conflicts and crises amongst various civilization, particularly the Western and Islamic civilization that basically is emerged from epistemic thoughts. If these crises of world are not solved, the common people of world will face severe consequences. Therefore; it is dire need of time to understand the dominant episteme on western paradigm since last four century.

It is also recommended that we scholars and researchers should reconsider the Quranic paradigm that has comprehensive and well-balanced episteme in order to make the world a better place for living. Quranic epistemology is comprehensive and encourage of the rational, experimental and intuitional perceptions.

The core issue of the research article is reconsidering the term rationality that is one of the most attractive terms that have been ever used in social sciences and humanities. Western civilization has experienced various kinds of rationality from Aristotle to Jeremy Bentham and from Jeremy Bentham to contemporary philosophy but could not able to establish a well-balanced civilization.

Quran introduces comprehensive and well-balanced episteme that is blessed with specific universal rationality. It has enough potential to solve the fundamental issues in order to make an ideal human society because it is very close to all instinct of human being.

Keywords: Rationality, Paradigm, Episteme, ignorance, Bio-Politics, Quran.

خلاصہ

ہم زمانہ بحران میں زندگی گزار رہے ہیں خاص طور پر مغربی اور اسلامی تہذیب کے درمیان فکری اور عملی ٹکراؤ نے انسانوں کو پریشان کر رکھا ہے۔ اگر ان بحرانوں کو جلد ہی حل نہ کیا گیا تو کرہ ارض کے بسنے والے انسانوں کی شدید مشکلات میں مزید اضافہ ہو سکتا ہے۔ بحرانون کا یہ طوفان علمیاتی افکار سے سیراب ہوتا ہے۔ لہٰذا ضرورت اس امر کی ہے کہ ہم مغربی فلسفہ پر حاکم اپسٹمہ کو سمجھنے کی کوشش کریں اور اس طرح ہمارے علما اور محققین کی ذمہ داری ہے کہ وہ قرآنی اپسٹمہ کو بلاواسطہ سمجھنے کی کوشش کریں اور ایک متوازن اور جامع راہ حل پیش کریں۔
قرآنی اپسٹمہ انسانوں کی ترقی اور کمال کے لیے ایک وسیع، جامع اور متوازن علمیات ہے تو ہمیشہ انسانوں کی فکری اور عملی ہدایت کا سرچشمہ ہے۔ قرآن علمیات حواس خمسہ، عقلی اور قلبی ادراک کو بہت زیادہ اہمیت دیتا ہے لیکن اس تحقیق میں ہم فقط عقلی ادراک اور انسانی معاشرے اور فرد کی تعمیر اور تشکیل میں ان کے کلیدی کردار کو زیر بحث لائیں گے کہ وہ کس طرح قرآنی عقلانیت کس طرح بحرنواں سے نبرد آزما ہونے کا ہنر سکھاتی ہے۔
مغربی تہذیب پر حاکم اپسٹمہ نے، سقراط، افلاطون اور ارسطو سے لے ڈیکارٹ اور کانٹ تک اور ان سے لے کر جرمی بنتھم تک مختلف قسم کی عقلانیت کو تجربہ کیا ہے لیکن پھر بھی وہ پچھلی ۵ صدیوں میں تمام تر ترقی اور اقتدار کے باوجود ایک ایسی تہذیب بنانے میں ناکام نظر آتی کہ یہ دنیا امن کا گہوارہ بن سکے اور تمام انسان عدل اور مساوات اور امنیت کے زیر سایہ زندگی گزار سکیں۔ لہٰذا ضرورت اس امر کی ہے کہ تمام انسان ایک بار پھر قرآن کے آفاقی اپسٹمہ اور عقلانیت کو مطالعہ کریں جس اندر یہ قابلیت موجود ہے کہ وہ انسانوں کے فکری الجھاو کو سلجھا سکتا ہے اور ان بحرانوں کو حل کر سکتا ہے کیونکہ یہ انسانی فطرت کے مطابق کمال کی طرف بڑھنے کا ایک جامع راستہ ہے۔

کلیدی الفاظ: عقلانیت، جہالت، اپسٹمہ، پراڈائیم، بائیو پولیٹکس، قرآن، علمیات۔

عقلانیت ہر دور کے خاص پراڈائیم کو کہتے ہیں۔ ہر عصر پر حاکم پیراڈائیم (Dominant Paradigm) کو اپسٹمہ کہتے ہیں۔ اس سے مراد ایک خاص قسم کے تاریخی اور ثقافتی کردار ہیں جو ایک خاص قسم کی عقلانیت کو حاکم

تعین کرتے ہیں۔ ہر عصر میں ایک ایک خاص عقلانیت حاکم ہوتی ہے۔عقلانیت کی بحث کو سمجھنے کے لیے ضروری ہے کہ ہم اس بات پر توجہ کریں کہ ہر دور میں میں علوم پر ایک خاص قسم کی علمیات(Episteme) حاکم ہوتی ہے جو انہیں ایک خاص جہت دیتی ہے۔ اس علمیات کے نتیجے میں ایک تفکر و تعقل حاصل ہوتا ہے جسے عقلانیت کے نام سے یاد کیا جاتا ہے۔ البتہ میشل فوکو کی نظر میں زندہ موجود کا علم،زبان کے قوانین کا علم اور اقتصادی امور کا علم ایک خاص اپسٹمہ تشکیل دیتے ہیں[1] اور اسی سے عقلانیت خاص تشکیل پاتی ہے۔ قرآن کریم اللہ تعالیٰ کا ایک ابدی پیغام ہے جو قیامت تک انسانوں کی فکری ہدایت کا لازول سرچشمہ ہے۔ جس میں انسان کے لیے عالمی اور آفاقی اصول اور قواعد موجود ہیں جن کی مدد سے وہ اپنی زندگی کے معاملات کو سلجھا کر ترقی اور کمال کی لامتناہی منازل کی طرف بڑھ سکتا ہے۔ معاصر کے اس پرآشوب دور میں ہماری ذمہ داری بنتی ہے کہ ایک بار پھر سے ہم قرآن کریم کے اپسٹمہ اور پراڈایئم کو آیات کی مدد سے، بلاواسطہ، تعقل و تدبر کے ساتھ سمجھنے کی کوشش کریں تاکہ بہت ساری علمی اور فکری مسائل کو دوبارہ سے سلجھایا جاسکے۔

جس دور میں ہم زندگی بسر کر رہے ہیں اس پر فلسفہ معاصر(Contemporary Philosophy) کی گہری چھاپ ہے جو نہلیزم(Nihilism) کے برے اثرات کا سامنا کر رہاہے۔ اس دور کی اہم خصوصیت اضطراب اور بے چینی ہے۔ ہر انسان فطری طور پر اپنی ابتدا، انتہا اور ہدف زندگی کے بارے میں فکر کرتا ہے لیکن اس اضطراب کی فضا میں یہ فلسفی تفکر گم ہو جاتا ہے۔ زندگی کے امور میں ناپائیداری، شکست اور موت کے خوف (Heidegger, Being and Time p.55) نے انسان کے اضطراب کو شدید کر دیا ہے۔ معاشرے میں اچھی اور اطمئنان بخش زندگی گذارنے کے امکان کم ہوتے جا رہے ہیں۔ ایسے میں دانشوروں اور حکما اور عقلا کی ذمہ داری ہے وہ کاروان بشریت کو اس فضا سے نجات دیں اور،انسانی آئیڈیل معاشرے کی طرف انسانی قافلہ کی راہنمائی کریں۔ ان تمام مسائل کو حل کرنے کے لیے ایک خاص عقلانیت کی مدد کی ضرورت ہے۔

پہلا مرحلے میں اس کو فلسفیانہ انداز میں بیان کرنے کی ضرورت ہے اور دوسرے مرحلے میں حکمت عملی کی ضرورت ہو گی تاکہ معاشرے میں اس خاص عقلانیت کو عمومیت دی جا سکے۔ قرآن کریم حواس خمسہ، عقل اور قلب کے ادراکات کو بہت زیادہ اہمیت دیتا ہے، گویا یہ ادراکات اتنی عظیم نعمت ہیں کہ اس پر اللہ تعالیٰ کی حمد اور شکر کرنا فرض قرار پایا ہے۔(41: 20، 22- 23:67- 78:16- 78:23- 9:41)۔ یہ آیات مبارکہ تشکرون پر ختم ہورہی ہیں۔ یہ اتنی عظیم نعمتیں ہیں اگر انسان انہیں استعمال نہیں کرتا تو اللہ تعالیٰ کی طرف سے شدید سرزنش کے لیے تیار رہے: وَلاَ تَقْفُ مَا لَيْسَ لَكَ بِهِ عِلْمٌ إِنَّ السَّمْعَ وَالْبَصَرَ وَالْفُؤَادَ كُلُّ أُولَـئِكَ كَانَ عَنْهُ مَسْؤُولاً (36:17) ترجمہ: "اور اس کے پیچھے نہ پڑ جس کا تجھے علم نہیں ہے کیونکہ کان اور آنکھ اور دل یقیناً ان سب سے بازپرس ہوگی"۔

قرآن کی طرف پیش کی جانے والا علمیات نظام (نظریہ علم اور معرفت شناسی،Epistemology) جامع اور ہمہ گیر ہے لیکن اس تحقیق میں ہم فقط عقل کے ادراکات یعنی تعقل، تدبیر اور تفکر کی عظمت کے بارے میں قرآن کی تائید اور تاکید کو ذکر کریں گے کہ قرآن کریم کس عقل ادرکارات کو اہمیت دیتا ہے اور انسانوں کو ہمیشہ تعقل، تدبر، تفکر اور تذکر کی دعوت دیتا ہے۔ یہ بات ہمیشہ ذہن نشین رہنی چاہیے کہ عقل، انسان کی ہستی کا وہ مرتبہ ہے جس کی مدد سے وہ مختلف سرگرمیاں انجام دیتا ہے مثلاً؛ تفکر اور تدبر، تذکر، تفقہ اور وغیرہ، یہ سب عقل کے ہی افعال ہیں۔ عقل کے مختلف مراتب ہیں، جن میں سے بعض کمزور اور بعض قوی ہیں۔ پس اللہ تبارک تعالیٰ کی جانب سے انسان کو عقل جیسی نعمت عطا کی گئ ہے جس کے ذریعے سے انسان حق اور باطل میں تمیز کر سکتا ہے۔ کلیات اور اصول و قوانین کو بناتا بھی اور ان کو کشف بھی کرتا ہے یعنی ماھوی، فلسفی، ریاضیاتی اور منطقی اور اعتباری قواعد اور اصول۔ اسی عقل کی مدد سے انسان عالم مثال اور مابعد الطبیعات کی دنیا میں قدم رکھتے ہوئے حقائق کی معرفت حاصل کرتے ہیں جبکہ یہ صلاحیت دوسری مخلوقات اور موجودات میں نہیں ہے۔

انتہائی اختصار کے ساتھ اگر بیان کیا جائے تو ایسا کہنا مناسب ہوگا کہ ہر مکتب فلسفہ کی نظر میں عقل اور عقلانیت کے مختلف مطالب ہیں۔ لہٰذا عقلانیت مشترک لفظی ہے۔ مشترک لفظی کے مغالطے سے بچنے کے لیے ضروری ہے کہ ہم متکلم اور مصنف کا معنی مقصود کو سمجھیں کے بعد کسی نتیجے تک پہنچیں۔ مشترک لفظی سے مراد یہ ہے، لفظ ایک ہے لیکن اس کے معنی مختلف ہیں اور ان معنوں کو علیحدہ طور پر وضع کیا گیا ہے۔ لہٰذا ہمارے لیے بہت ضروری ہے کہ ہمیں یہ دیکھنا چاہیے کہ جب لفظ (Rationality) استعمال کیا جا رہا ہے مقصود متکلم کیا ہے اور کس معنی میں استعمال ہو رہا ہے اور اس کا سیاق و سباق کیا ہے؟ اس لیے ضروری ہے کہ متکلم کے فلسفی یا مذہبی یا سائنسی پیراڈائم کیا ہے؟ آیا یہ لفظ معنی کے اعتبار سے کس مقصد کے لیے بولا گیا ہے؟ علم اقتصاد میں عقلانیت کی اصلاح متعدد اور مختلف مقام پر استعمال ہوئی ہے اور اسی طرح عقلانیت کی اصلاح قرآن اور حدیث، فلسفہ اور دیگر علوم میں بھی استعمال ہوئی ہے۔ عقلانیت کی اصطلاح کا تنقیدی جائزہ لینے سے پہلے، عقل اور عقلانیت کے لغوی اور اصلاحی معنوں کو سمجھنے کے لیے ایک مختصر سی تحقیق کرتے ہیں تا کہ عقلانیت کی بحث کو مکمل طور پر سمجھا جا سکے۔

عقل و تعقل کا لغوی اور اصطلاحی معنی

عربی زبان میں عقل کے اصلی حروف "ع ق ل" ہیں جن کا معنی "روکے رکھنا۔"[2] ان حروف سے حاصل ہونے والے تمام الفاظ اسی معنی کی طرف لوٹتے ہیں یعنی؛ منع کرنا، باندھنا، حفاظت کرنا۔" عقل جھل سے روکتی ہے۔"[3] اونٹ کے پاؤں کو بندھنے والی رسی کو عربی زبان میں اس لیے عقال کہتے ہیں کہ وہ اونٹ کو حرکت کرنے سے روکے رکھتی ہے تا کہ دشت اور صحرا میں وہ حرکت نہ کر سکے اور اپنے مالک کی پہنچ سے دُور نہ ہو سکے اور جب اسے ضرورت پڑے تو اونٹ اس کے نزدیک ہی موجود ہو اور اسے اپنی سواری کے لیے استعمال کر سکے۔

پس لغوی اعتبار سے عاقل کون ہو گا اور عقلانیت کسے کہیں گے اور عقال کسے کہتے ہیں؟ ہمیشہ اونٹ کے پاؤں کو بندھ کر رکھنے والے کو عاقل اور یہ عمل عقلانیت کہلائے گا اور جس رسی سے اونٹ کا زانو باندھا جاتا ہے اسے عقال کہتے ہیں۔ معجم الوسیط میں عَقَلَ کے مادہ اور اصلی حروف کے بارے میں لکھا ہے: **أدراک الاشیاء علی حَقیقتہا** (معجم الوسیط، عَقَلَ (ع، ق، ل)) : اس نے اشیا کی حقیقت کو پالیا۔

ابن فارس کہتے ہیں: عَقَلَ (ع، ق، ل) اور اس کے مادے کا ایک ہی اصلی معنی ہے جو کسی چیز کو روکنے اور قبول رکھنے پر دلالت کرتا ہے۔ پس، عقل کو اس وجہ سے عقل کہتے ہیں جو انسان کو ہر بُرے اور ناپسندیدہ قول اور فعل سے روکتی ہے۔[4]

ابوالبقاؒ کی نظر میں عقل کو "لُبّ" اس لیے کہتے ہیں کیونکہ وہ خداوند متعال کی منتخب اور برگزیدہ مخلوق ہے۔ عقل کو "حِجی" بھی کہتے ہیں کیونکہ انسان عقل کی مدد سے؛ "حجّت" تک پہنچتا ہے اور اس سے عقل تمام معنوں کو پا لیتی ہے۔ عقل کو "حِجُر" بھی کہتے ہیں کیوں وہ نافرمانیوں سے بچا لیتی ہے اور اسے "نُہی" بھی کہتے ہیں کیونکہ معرفت اور ہوشیاری عقل پر تمام ہوتی ہے عقل وہ اعلی ترین خوبی ہے جو بندے کو عطا کی جاتی ہے اور جس کی مدد سے وہ دنیا اور آخرت کی سعادت حاصل کر لیتا ہے۔[5] پس عربی زبان کے معروف ماہرین کی نظر میں عقل، انسانی وجود کا وہ مرتبہ ہے جو انسان کی اس طرح مدد کرتی ہے کہ وہ اشیا کی حقیقت تک پہنچ اور عقلی دلیل قائم کرئے تاکہ وہ اللہ تعالی کی نافرمانیوں سے بچتے ہوئے دنیا اور آخرت کی سعادت کو حاصل کر لے۔ پس عاقل وہ انسان ہو گا جو اپنی عقل کے گوہر ناب کی معرفت کو حاصل کرتے ہوئے اس کی مدد سے دلیل و برہان کو قائم کرئے اور اللہ تعالی کی نافرمانیوں سے بچتے ہوئے دنیا اور آخرت کی سعادت کو حاصل کرنے کی کوشش کرئے۔ اس تگ و دو کو عقلانیت کی اصطلاح سے تعبیر کریں گے۔

عقل قرآن کریم میں عقل اور اس کے مترادف الفاظ

قرآن کریم میں مختلف انسانی ادراکات کا ذکر ہوا ہے (جو عقل و فکر سے مربوط ہیں اور انہی کا معنی دیتے ہیں) اور یہ تقریباً بیس کلمات پر مشتمل ایک مجموعہ ہے: مانند؛ ظن، حسبان (عربی زبان میں ظن اور حسب کبھی کبھی یقین کے معنی میں استعمال ہوتے ہیں)، شعور، ذکر، عرفان، فھم، فقہ، درایت، یقین، فکر، رای، زعم، علم، حفظ، حکمت، خبرت، شہادت، عقل، فتوی و بصیرت[6]۔ اس ضمن میں ایک عظیم مفسر قرآن کہتے ہیں: اگر ہم قرآن کریم کی آیات میں جستجو کریں تو معلوم ہو گا کہ قرآن کریم میں تین سو سے زیادہ آیات ہیں جو لوگوں کو تفکر، تذکر اور تعقل[7] کی دعوت دیتیں ہیں۔ انہی آیات کی مدد سے پیامبر اکرم ﷺ نے یا حق کو ثابت کیا ہے یا باطل کو رد کیا ہے اور یہ الہیٰ اور نورانی استدالات تا قیام قیامت محفوظ رہیں گے اور ہمیشہ انسانوں کو عقلانیت کے ذریعے حق کی

دعوت دیتے رہیں گے۔ قرآن کریم میں آپ کو ایک آیت بھی نہیں ملے گی جس میں اللہ تعالی نے حکم دیا ہو کہ بغیر سوچے سمجھے اس پر یا جو اس کی طرف سے نازل ہوا ہے، اس پر ایمان لے آو۔[8]

قرآن کریم میں ع، ق، ل کا مادّہ

یہ حقیقت قابل توجہ ہے کہ قرآن کریم میں ۴۹ مرتبہ (اصلی حروف (Root Word)) ع، ق، ل کا مادّہ (اصلی حروف) استعمال ہوا ہے اور یہ مادہ، سب کا سب فعل ہی کی صورت میں استعمال ہوا ہے۔ (44:2- 73:2) ۴۸ مرتبہ فعل مضارع (یعنی تفکر و تعقل کرنا ہے اور کرتے رہنا ہے (فعل مضارع حال اور مستقبل پر دلالت کرتا ہے)) اور ایک بار فعل ماضی کی صورت میں ذکر ہوا ہے۔ انسانوں کو قرآن کریم کی پاک آیات میں غور و خوص کرنے کی ضرورت ہے کہ جب بھی کرنے قرآن کریم کی آیات میں (پیامبر اکرم صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم کی مبارک زبان سے) "اَفَلایَعْقِلون" کا ذکر ہوا ہے تو یا قرآن کریم انسان کی سرزنش یا حوصلہ افزائی کرتے ہوئے ان کو سوچنے سمجھنے پر مجبور کرتا ہے اور دعوت فکر دیتا ہے تاکہ وہ حق کی بات کو عقل کے ذریعے قبول کریں اور اپنی فہم و فراست اور ادراک و معرفت کو بہتر و بیشتر کریں۔ قران کریم میں بہت ساری آیات میں تعقل بر مجبور کرنا یا حوصلہ افزائی کرنا اس لیے ضروری سمجھا گیا ہے تاکہ انسان رجس، شرک اور غیر اللہ کی پرستش میں مبتلا نہ ہوں چونکہ تعقل و تفکر نہ کرنے کا حتمی نتیجہ یہی ہے۔

قرآن کریم نے ان لوگوں کو "شر الدواب (مختلف آیات موجود ہیں، مثلًا (22:8))" کے نام سے یاد کیا ہے جو تعقل نہیں کرتے۔ اللہ تعالی، ان لوگوں پر "رجس(100:10)" کو مسلط کرتا ہے جو ایمان نہیں لاتے اور وہ ایمان کیوں نہیں لاتے اس لیے کہ وہ تعقل (مبدا، معاد و رسالت) نہیں کرتے۔ پس تعقل اور دیانت ایک دوسرے سے لاینفک ہیں۔ لہٰذا ان آیات کے ذریعے تعقل، تفکر اور تدبر کے ادراکات کی اہمیت کو بتایا گیا ہے جو قرآنی اپسٹمہ کا ایک اہم ترین رکن ہے، جس کے بغیر نہ علوم انسانی و معاشرتی کی تشکیل نو ممکن ہے اور نہ ایک نئے اسلامی تمدن کی طرف بڑھا جا سکتا ہے۔ اگر ہم عقل کے ادراکات کو نظر انداز کریں گے تو گویا قرآنی راستے سے دور ہو رہے ہیں۔ انسانی اور اجتماعی اور معاشرتی علوم کو اسلامی کرنے کے لیے ضروری ہے قرآنی اپسٹمہ ایک بار پھر ہم بلاواسطہ سمجھنے کی کوشش کریں اور اس فہم کے مطابق ان علوم کی تشکیل یا تشکیل نو کام کریں!

"تعقلون، یعقلون و یتفکّرون سے مربوط آیات اور قرآنی علمیات

یہاں پر ہم اختصار کے پیش نظر فقط "تعقلون، یعقلون و یتفکّرون" کی آیات سے مربوط اہم ترین مطالب اور عناوین کو بیان کرتے ہیں:

1) تعقل و تفکر کے ذریعے سے اللہ تعالی پر ایمان لانا (100:10)

2) آیات آفاق اور انفس میں تفکر و تعقل کی دعوت (164:2)

3) خداوند متعال کی عظمت میں تفکر کی دعوت (21:59)

4) قرآن کے اعجاز ہونے میں دعوت تفکر (23:2،38:10،101:11،13:43)

5) خداوند متعال کے وجود پر برہان نظم (کائنات میں موجود نظم و ترتیب کے ذریعے خداوند متعال کے وجود پر دلیل قائم کرنا) کے ذریعے دعوت (12:16)

6) علّی اور معلولی روابط (Relation of cause and effect) کو کشف کرنے کے لیے قرآن کریم کی دعوت (12:16)

7) مشرکین سے استدلال طلب کرنا دلیل کے ساتھ (28:30)

8) عام لوگ کی سطح پر دعوت تفکر (16:10)

9) عدم تفکر کی وجہ سے سرزنش کہ وہ کیوں تعقل و تفکر نہیں کرتے: فلسفہ عبادت کی عدم فہم (58:5)

10) رسول خدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے ادب اور احترام کو ملحوظ خاطر نہ رکھنے (44:49) کی وجہ سے سرزنش، کیوں تعقل و تفکر نہیں کرتے۔

11) قوم یہود کی تحقیر، بے عقلی کی وجہ سے (14:59)

12) مشرکین کی تحقیر، عقل کے استعمال نہ کرنے کی وجہ سے (43:39)

13) زمین میں سیر اور گردش کے ذریعے عبرت حاصل کرنا (42:30، 44:35،21:40،10:47)

14) آثار قلب و عقل پر تفکر اور تعقل کی وجہ سے مہر لگ جانا (171:2)

15) حیوان کی سطح سے بھی نیچے گر جانا (22:8)

ان آیات سے یہ نتیجہ نکلتا ہے کہ مسلمان اور مومن ہونے کا معیار عقلانیت ہے۔ لہٰذا ہر مسلمان اور مومن پر تعقل و تفکر کرنا واجب ہے تاکہ وہ الٰہی سرزنش سے محفوظ رہیں۔ وہ لوگ دوسروں سے دلیل و برہان سے بات کرتے ہیں، خداوند متعال، انبیاء اوصیا علیہم السلام، قرآن کریم کو برہان اور استدلال سے قبول کرتے ہیں۔ وہ کائنات اور اپنی ذات میں تعقل و تفکر کرتے ہیں تاکہ علت اور معلول کے روابط کشف کر سکیں۔ وہ زمانے میں سیر کرتے ہیں لیکن ان کی آنکھیں عبرت بین ہیں۔ پس یہ ممکن نہیں ہے کہ آپ کوئی بھی نظام سازی کریں اور اس نظام سازی کو اسلام کے نام سے منسوب کریں اور اس میں عقلانیت کا اعلیٰ ترین مرتبہ نہ ہو۔ اس لیے ضروری ہے کہ اسلام کے نام پر انسانی اور معاشرتی علوم میں ہم عقلانیت کے عالی ترین مرتبہ کو کشف اور متعین کرنے کی کوشش کریں۔ آپ نے ملاحظہ کیا کہ قرآن کریم کی رو سے اسلامی معاشرے اور اسلامی انسانی اور معاشرتی علوم پر حاکم علمیات میں عقل اور اس کے ادراکات کو بہت زیادہ اہمیت دی گئی ہے۔

عقل اور عقلانیت کا متضاد اور قرآنی اپسٹمہ

قرآن کریم میں ج،جھ،ل کے حروف سے جاہل، جاہلون، جاہلین، جہالۃ، یجہلون، تجہلون اور جہول کے الفاظ استعمال ہوئے ہیں۔ زبان کے معروف ادبا کے نزدیک الفاظ کے متضاد جاننا بہت ضروری ہے تاکہ معنی کی بہتر پہچان ہو سکے اور ہم مافی الضمیر کو بہتر طور پر دوسروں تک منتقل کر سکیں۔ اسی طرح، ایک معروف عقلی اصول ہے کہ ہم اشیا کو ان کی ضد کے ذریعے سے پہچانتے ہیں (تعرف الاشیا باضدادھم)۔ لہٰذا یہ بات بہت اہم ہے کہ ہم عقلانیت کے متضاد کو پہچان لیں۔ جیسا کہ ہم جان چکے ہیں کہ عربی زبان میں "ع،ق،ل" کے اصلی معانی منع کرنا، باندھنا، حفاظت کرنا، روکنا اور پکڑ کر رکھنا اور چیزوں کی حقیقت تک پہنچنا۔ اب ان افعال کی ضد کیا ہو گی؟ منع نہ کرنا، نہ باندھنا، حفاظت نہ کرنا، نہ روکنا اور نہ پکڑ کے رکھنا اور چیزوں کی حقیقت تک نہ پہنچنا، یہ سب مفاہم اور معانی عقلی افعال کی ضد ہیں۔ لیکن عقل کی ضد کو لغوی طور پر جاننے کے لیے عربی زبان کی معروف لغات کی طرف رجوع کرتے ہیں۔ لیکن اگر ہم جہل، جہالت کا متضاد تلاش کرنے کی کوشش کریں گے تو ان میں ایک نادانی اور لاعلمی، ایسی لاعلمی، جس میں انسان یہ بھی نہیں جانتا کہ وہ نہیں جانتا اور یہ سب سے زیادہ خطرناک اور مضر ہے۔

1) عقل کی نقیض (متضاد) جہل ہے۔ "العقل: نقیض الجھل"[9]۔ ظاہراً "نقیض" سے مراد فلسفی نقیض نہیں، بلکہ اس کی "ضدّ" ہے؛ کیونکہ "عقل" اور "جہل"، دونوں امر وجودی ہیں یعنی دونوں ہی ہمارے معاشرے میں موجود ہیں، نہ یہ کہ جہل "عدم العقل" [10] ہے۔

2) حماقت کا مطلب ہلکا پن، جہالت اور عقل کی کمی ہے۔[11] یعنی احمق شخص سے جہل ہے اور اپنی جہالت کی بنیاد پر اپنے کاموں میں ہلکے پن کا مظاہرہ کرتا ہے یعنی اس کاموں میں استحکام نہیں ہوتا اور نہ ہی اس کے امور استوار ہوتے ہیں۔

3) جنون، لفظ جنی سے ہے، بنیادی طور پر اس کا معنی کسی چیز کو پوشیدہ کرنا ہے۔[12] مجنون کو مجنون اس لیے کہا جاتا ہے کہ اس کی عقل اور نفس کے درمیان کوئی چیز حائل ہوتی ہے جو اس کی عقل کو ڈھانپ لیتی ہے۔[13] اور اس طرح وہ مجنون کہلاتا ہے۔

4) عقل کے مقابل میں جنون، حماقت، اور جہالت ہے، جن میں سے ہر ایک کی ایک خاص جہت ہوتی ہے۔[14]

5) عرب لغت کے معروف ماہرین کے مطابق، لغت کے اعتبار سے جہل کا معنی ناجاننا ہے۔[15] امام راغب اصفہانی نے جہل کے لفظ کو تین طرح سے تحلیل کیا ہے: ا۔ انسان کے نفس کا ہر قسم کے علم وآگاہی سے خالی ہونا، یہ اس لفظ کا اصلی معنا ہے۔ ۲۔ ایک چیز پر اعتقاد رکھنا جبکہ واقعیت اس کے برخلاف ہو۔ ۳۔ کام کو انجام دینا، (پالیسی بنانا، اعتبارات بنانا، منصوبہ سازی کرنا) جبکہ اس کام کو انجام نہیں دینا

چاہیے تھا، چاہے انسان اسے صحیح سمجھے یا نہ سمجھے۔[16]

لغت کے اعتبار سے تحقیق کا نتیجہ یہ ہوا کہ عقل اور عقلانیت کا متضاد جنون، سفاہت، حماقت اور جہالت ہے جس کی بہت ساری وجوہات ہو سکتی ہیں مثلاً: نفس پر اختیار نہ ہونا، عقل کا عدم توازن، واقعیت کے برعکس اعتقاد رکھنا، اس کو انجام دینا جسے انجام نہیں دینا چاہیے تھا یا عقل اور نفس کے درمیان کسی پردے کا حائل ہو جانا۔ بنا براین، عربی زبان کے معروف ماہرین کی نظر میں غیر عاقل، انسان مجنون، احمق اور جہل شخص کہلائے گا۔ جو اللہ تعالی کی دی ہوئی نعمت یعنی عقل کی مدد سے اشیا کی حقیقت تک نہ پہنچے اور نہ ہی دلیل و برہان قائم کرے تا کہ وہ اللہ تعالی کی نافرمانیوں سے بچتے ہوئے دنیا اور آخرت کی سعادت کو حاصل کر لے۔ عقلانیت کا نہ ہونے کا لازمی نتیجہ جہالت، جنون، سفاہت، حماقت ہے۔ جہالت اولی یا عصر جہالت میں جاہلی معاشرے اور افراد کی خصوصیات اور افعال جنون، سفاہت، حماقت اور جہالت کی بنیاد پر انجام پاتے تھے، اسی اس دور کو قرآن کریم نے عصر جہالت کہا ہے۔ رسول اکرم صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم نے ان سے جنگ کی ہے۔

وہ اہم ترین نکتہ جس کی طرف توجہ مبذول کرنا چاہتے ہیں وہ یہ ہے کہ عقل کے مقابل میں جنون، سفاہت، حماقت اور جہالت ہے۔ پس عقلانیت کے ذریعے سے معاشرے میں موجود ان بیماریوں کو ختم کیا جا سکتا ہے۔ چونکہ یہ ایک عام عقلی قانون ہے کہ دو متضاد چیزیں، آپس میں جمع نہیں ہو سکتیں؛ مثلاً، سیاہی اور سفیدی۔ پس جوں جوں عقلانیت بڑھے گی جنون، سفاہت، حماقت اور جہالت کا خاتمہ ہو گا اور اسی طرح جوں جوں جہالت و حماقت، سفہاہت اور جنونیت بڑھے گی عقلانیت کم ہوتی چلی جائے گی۔ جبکہ کہ حقیقت یہ ہے کہ ہمارے معاشرے میں جہالت کے خاتمے کے لیے علم کا سہارا ڈھونڈا جا رہا ہے حالانکہ علم کی ضد نہ جہالت، سفاہت، حماقت نہیں ہیں۔ لہٰذا ہمارے نام نہاد دانشور اس روش اور حکمت عملی کے ذریعے، کبھی بھی معاشرے سے جہالت، حماقت اور سفاہت کو ختم نہیں کیا جا سکتا۔ چونکہ علم اور جہالت تضاد نہیں، یہ دونوں قابل جمع ہیں (رُبَّ عالِمٍ قَدْ قَتَلَهُ جَهْلُهُ وَ عِلْمُهُ مَعَهُ لا يَنْفَعُهُ)۔[17]

دوسرے الفاظ میں یہ ہو سکتا ہے ایک شخص عالم بھی ہو اور جاہل بھی (ابو جاہل کا نام ابو حکم تھا۔ بلم بن باعور، قرآن کی نظر میں سگ / موجودہ جنگ و جدال علم اور جہالت، جنون، سفاہت اور حماقت کی بنیاد پر ہو رہا ہے) اور یہ بھی ممکن ہے ایک شخص صاحب علم ہو اور احمقانہ کام انجام دے (زمانہ جاہلیت کو کیوں اس نام سے دیا کیا جاتا ہے؟ اس لیے نہیں کے وہاں عالم، ادبا و فصحا موجود نہیں بلکہ اس زمانے سفاہت، حماقت اور جہالت کی وجہ کیونکہ وہاں عقلانیت حاکم نہیں تھی)۔ بس علم کے مقابل میں نادانی ہے جہل نہیں ہے (لاعلم لنا الا ما علمتنا۔۔۔ لاعلمی کا اظہار خامی نہیں بلکہ خوبی ہے۔ بلکہ بہت سارے حقائق، اسرار و رموز کو نہ جاننا بہتر ہے)۔ ہاں یہ بات ضرور ذہن نشین رہنی چاہیے کہ علم جہالت کو ختم کرنے کے لیے لازمی شرط (Important

ہے جو عقلانیت کو بھی نورانیت بخشتا ہے لیکن یہ علم جہالت کو ختم کرنے کے شرط کافی (Sufficient Cause) (cause) نہیں ہے۔

یہاں پر عقل کے متضاد کو آپ ذہن نشین رکھیں گے کیونکہ جب ہم اسلام علوم کی بات کریں گے تو ہماری حکمت عملی یہ ہو گی کہ ہم انسانی اور معاشرتی علوم میں قرآنی اور برہانی اور عرفانی عقلانیت کے ذریعے سے اس تضاد کو ختم کرکے ایک الٰہی انسانی معاشرے کی طرف بڑھنا چاہتے ہیں۔ اگر ہم انسانی اور معاشرتی علوم پر حاکم عقلانیت کے ذریعے سے ہم جنون، سفاہت، حماقت اور جہالت کا خاتمہ نہ کر سکیں تو اس کا مطلب یہ ہوا کہ ہم بھی اسی میدان میں موجود ہیں کہ جس سے جنون، سفاہت، حماقت اور جہل بڑھ رہے ہیں، جسے ہم دور حاضر میں مشاہدہ کر رہے ہیں۔ قرآن کی حاکم علمیات اور اپسٹمہ کو سمجھنے کے لیے ضروری ہے کہ ہم عقل اور عقلانیت کے متضاد کو عصر جہالت میں جہالت کے مصداق کو سمجھیں اور اپنے آپ سے سوال کریں کے کیا جہالت کے مصداق امور اب بھی ہمارے معاشرے میں پائے جاتے ہیں یا نہیں۔ اگر یہ امور شد و مد کے ساتھ موجود ہیں تو ان کو ختم کرنے کے لیے ہماری قرآنی اپسٹمہ کیا ہونی چاہیے؟

جہالت، جہل اور جاہلیت کے مصداق امور کی معرفت

ابتدا تحقیق میں یہ جاننا ضروری ہے کہ کیونکہ قرآن کریم نے اسلام کے ظہور سے پہلے کے عصر کو دور جاہلیت کہا ہے۔ کیا اس معاشرے میں لوگ عہد وفا نہیں کیا کرتے تھے؟ کیا اس دور کے لوگ مہمان نواز نہیں تھے؟ کیا خانہ کعبہ کے تقدس اور حرمت کا خیال نہیں رکھتے تھے؟ کیا وہ زمانہ شعر و ادب کا زمانہ نہیں تھا؟ کیا لوگوں کی قوت حافظہ کمزور تھی؟ کیا وہاں شرح خواندگی بہت کم تھی؟ کیا اس دور کے لوگ سخی اور شجاع نہیں تھے؟

دور جاہلیت میں بھی عربوں کی شجاعت[18] اور سخاوت معروف تھی اور ان خصوصیات کی وجہ اسے ایک دوسرے پر برتری حاصل کرتے تھے۔[19] عرب عہد وفا پر مر مٹ جاتے تھے۔ اگر کوئی کسی کی پناہ مانگتا تھا تو اسے پناہ دیتے اور اسے کی حفاظت کرتے تھے۔ مہمان نوازی دور جاہلیت میں بھی رائج تھی اور مہمان کی عزت کرتے تھے۔ شعر و ادب کا رواج عام تھا حتیٰ کہ وہاں پر ادبی میلے لگائے[20] جاتے تھے اور اس زمانے کے اشعار اور شعرا عربی ادب کے لیے بہتر معیار اور میزان سمجھے جاتے ہیں۔[21] علم انساب کے ماہرین موجود تھے اور شعرا فی بدیہی شعر پڑھا کرتے تھے اور لوگوں کو سینکڑوں اشعار یاد ہوا کرتے تھے۔[22] ان تمام خصوصیات کے باوجود اس دور کو قرآن کریم نے دور جاہلیت کا نام دیا ہے۔

قرآن کریم نے اس دور کے لیے الْجاهِلِيَّةِ الْأُولى (33:33)، ظَنَّ الْجاهِلِيَّةِ (154:3)، حَمِيَّةَ الْجاهِلِيَّةِ (26:48) حُكْمَ الْجاهِلِيَّةِ (50:5) کی اصلاحات کو استعمال کیا ہے۔ رسول اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا

کہ لوگوں کے سست اعمال اور جہالت کی وجہ سے اس کو دور جاہلیت کہا جاتا تھا۔[23] قتل و غارت کرنا اور کشت و کشتار کا بازار گرم رکھنا، تعصب اور متکبر جیسی اخلاق بیماریوں میں مبتلا ہونا، حقوق غصب کرنا، حقوق کو پائمال کرنا، ظلم و ستم کرنا، جوا کھیلنا، شراب پینا، زنا کرنا، حرام اور مردار کھانا، بت پرستی، ہمسایوں کے ساتھ بدی کرنا، قطع رحمی کرنا، کمزور پر ظلم کرنا۔[24]

یہ وہ تمام آفاقی اقدار ہیں جن کو عقل انسان قبول کرنے کے لیے تیار نہیں ہے اور ان کے قبیح ہونے کو مستقل طور پر درک کرتی ہے، اسی وجہ سے ان کو مستقلات عقلی کہا جاتا ہے۔ یعنی دنیا کا کوئی سلیم عقل اور پاک فطرت انسان ان قبیح اعمال اور صفات کو قبول کرنے کے لیے تیار نہیں ہے چاہے وہ دنیا کے کسی خطے میں رہتا ہے، اس کا کوئی بھی مذہب اور دین ہو چونکہ انسان اپنی پاکیزہ فطرت پر الہیٰ الہام " فَأَلْهَمَهَا فُجُورَهَا وَتَقْوَاهَا (8:91)" کی وجہ سے ان کو برا سمجھتا ہے۔ اسی قرآن کریم عقلی ادراکات کو بہت زیادہ اہمیت دیتا ہے۔ یہ وہ انقلابی اور آفاقی اپسٹمہ ہے جس کی مدد سے قرآن کریم نے اپنے پیغام کو ابدی بنا دیا ہے۔

قرآن کریم نے اس دور کو اس وجہ سے دور جاہلیت اور جہالت کہا ہے کیونکہ عرب شرک میں مبتلا تھے (4:46-22:2)، بتوں کی پرستش کرتے تھے (22:71، 39:62- 64،19:53) غیر اللہ کی معبود کا درجہ دینا (24:21، 64:39)، اللہ تعالیٰ کے لیے بیٹے قرار دیتے تھے10:10، 18:4- 5،2:72- 4)، جنات کو اللہ تعالی کا شریک قرار دیتے تھے (100:6)، مقدس ترین مقام یعنی خانہ کعبہ کا برہنہ طواف کرتے تھے، معاد اور قیامت کا انکار (17:49- 98، 23:36۔ 37، 23:81، 27:64- 67، 36:77- 78، 37:37، 45:24، 56:47، 79:10- 12)، بیٹیوں کو زندہ دفن کرتے تھے (16:58- 59، 81:8- 9)، بچوں کو قتل کرنا (17:31، 6:151)، شراب پینا اور جوا کھیلنا (5:90)، جنات کی پناہ لینا (72:6)، اور بعض حلال جانوروں کو حرام قرار دینا (5:103-104)، وغیرہ سب دور جاہلیت کی صفات اور افعال ہیں جن کو قرآن کریم بڑی وضاحت کے ساتھ دیا گیا ہے اور ان کے خاتمہ کے لیے ایک اپسٹمہ متعارف کروائی جس کا ایک اصلی رکن عقل اور عقلانیت کے ادراکات ہیں جن کی بنیاد پر اس کے اس کی کے متضاد کو ختم کیا یعنی جنون، سفاہت، حماقت اور جہالت کا خاتمہ کیا۔ اس عقلانیت کی ذریعے سے نہ فقط نادانی کو ختم کیا بلکہ جہالت کے تمام آثار کو ختم کر کے ایک الہیٰ تمدن کی بنیاد رکھی۔

مغربی دنیا میں عقلانیت کی اصطلاح

عقلانیت کا مطلب ہے معقول ہونا اور عقل کی راہنمائی سے امور کا انجام پانا۔[25] عقائد کے بارے اگر آپ کو اچھے شواہد مل جائیں اور وہ اپنے نظام فکری سے ہم آہنگ تو اسے قبول کر لینا عقلانی عمل کہلائے گا۔[26]

Rationalityاور Rational کی اصطلاح مغرب میں ریناسانس (Renaissance) اور روشن فکری

(Enlightenment) کی تحریک کے دوران علوم میں کثرت سے استعمال ہونے لگی بالخصوص علم اقتصاد، فلسفہ، سماجیات، سیاسیات و نفسیات وغیرہ۔ لیکن اصل سوال یہ ہے کہ اس کے حقیقی معنی کیا ہیں؟ مغربی پیراڈائیم کے اندر اس کے کیا معنی ہیں؟ یورپی زبانوں میں یہ لاطینی لفظ Ratio سے ماخوذ ہے جس کا معنی، حساب کتاب اور گننا ہیں۔ پس جب Rationality کا لفظ یا اس سے مربوط الفاظ استعمال کیے جائیں گے تو اس کا معنا (حساب و کتاب) ہے۔ یعنی جب یہ اصلاح علوم میں استعمال ہونے لگی تو اس مراد ایک خاص قسم کا حساب وکتاب ہے۔

اسی حساب وکتاب کی بدولت عقل معاش، عقل حسابگر (عقل ہے محو تماشائے لب بام ابھی)، عقل تاجرانہ (کیا ہے تو نے متائے غرور کا سودا۔فریب سود زیان لا الہ الا اللہ)، عقل عیار و مکار (عقل عیار ہے سو بھیس بدل لیتی ہے)، عقل ریاضی (فریب کشمکش دیدنی دارد۔۔۔ کہ میر قافلہ و ذوق رھزنی دارد۔ (پیام مشرق) (فریب کشمکش قابل دید ہے۔ کہ میر کاروان، راہزنی ذوق رکھتا ہے)، عقل خود محور (عقل خود بینی دگر و عقل جھان بین دگر است (پیام مشرق) (عقل خود بین اور اپنے محبت میں گرفتار اور ہے اور عقل جہان بین اور ہے، عقل کے دو مختلف مراتب کی طرف اشارہ ہے))، عقل خود بین (از من ای باد صبا گوی بہ دانا فرنگ۔۔۔ عقل تا بال گشود است گرفتار تر است۔ (پیام مشرق) (اے باد صبا میرا یہ پیام مغرب کے دانا افراد تک پہنچا دے کے عقل معاش جتنی بڑھی گی، اتنا ہی مشکلات زیادہ ہوں گی)، عقل خود کفا (نکل جا عقل سے آگے کہ یہ نور۔۔۔ چراغ راہ ہے منزل نہیں (عقل معاش ابزار ہے منزل تو نہیں))، عقل ابزاری (عقل چون پای درین راہ خم اندر خم زد۔۔۔ شعلہ در آب دوانید و جھان برھم زد۔ (پیام مشرق) (عقل معاش نے جب زندگی کے پیچ وخم میں قدم رکھا، تو پانی میں آگ لگا دی اور دنیا کو درہم برہم کر دیا)) کی اصطلاحات مربوط ہیں۔ یہ سبھی ابزاری اور حسابگر عقلانیت کے مختلف نام ہیں جن کو علامہ اقبالؒ نے اپنے اشعار میں مختلف انداز میں بیان کیا ہے۔

پس جب مغرب میں مختلف علوم میں عقلانیت کی اصطلاح استعمال ہوتی ہے تو اس سے مراد غالباً ابزاری عقلانیت ہے جس کی تعریف یوں ہے چونکہ عقل کے ذریعے مابعد الطبیعات ممکن نہیں اور لہٰذا اس کے ذریعے سے حقیقت کو اس طرح سے 'جیسا کہ وہ ہے' درک نہیں کیا جا سکتا پس حقیقت کی معرفت ممکن نہیں۔(Immanuel Kant, Critique of Pure Reason) پس انگریزی کا لفظ Rationality وسیع پیمانے پر معاشیات، سماجیات، نفسیات اور سیاسیات کے شعبوں میں مختلف معانی میں استعمال ہوتا ہے۔[27] لیکن سبھی میں ابزاری عقلانیت کے معانی دیتے ہیں۔ لیکن عاقل ہونا معیار اور عقلانیت کے اصلاح کے معانی مختلف ادوار میں مختلف رہتے ہیں۔ یورپ میں ریناسانس کے بعد جتنی بھی علمی، فکری، فلسفی تحریک وجود میں آئیں، ہر تحریک کے مطابق عمل کرنا کا نام عقلانیت ہے۔ مثلاً: تجربہ پسندیت (Empiricism) کی تحریک میں تجربہ پسند ہونا، عقلانیت (Rationalism) کی فلسفی تحریک کے دور میں عقل پسند ہونا، روشن فکری کی تحریک

(Enlightenment) میں روشن فکر ہونا، اور رومانویت کے دور (Romanticism) میں رومانوی ہونا، مڈرن ازم کے دور (Modernism) میں مڈرن ہونا، شکاکیت کے مکتب کے مطابق (Skepticism)، شکاک ہونا، عقلانیت ہوگا اور اس کے مطابق عمل کرنے والا عاقل کہلائے گا۔

اپنے اپنے دور میں عقلانیت کی یہ تمام اقسام، تعلیم، سیاست، معاشرت، اقتصاد اور ثقافت پر غالب رہیں لیکن اس قسم کی عقلانیت کے ذریعے سے جنون، سفاہت، حماقت اور جہل کا خاتمہ نہیں ہو سکا بلکہ ان کے مراتب اور وجود میں شدت سے اضافہ ہوا ہے۔ اس کا مطلب یہ ہوا کہ یہ عام انسانوں کے لیے تو مطلوب عقلانیت نہیں تھی۔ البتہ خاص افراد نے کے لیے یہ بہت مفید واقع ہوئی چونکہ اگر ان کے نظامات پر مطلوب عقلانیت حاکم ہوتی تو جنون، سفاہت، حماقت اور جہل ختم ہوتے اور ان کو اپنے مفاد سے ہاتھ دھونا پڑتا۔ نفسانیت کو عقلانیت کا نام دیا گیا تھا، جس کی وجہ سے جنون، سفاہت، حماقت اور جہالت کے آثار میں بہت تیزی سے اضافہ ہوا۔ یہی وجہ ہے کہ عصر حاضر کے عظیم مفکر علامہ اقبال، ہائیڈ گر، ہنری برگساں، میشل فوکو وغیرہ، موجودہ تمدن سے مایوس نظر آتے ہیں۔

ریناسانس کا آغاز اور عقلانیت

اس بات میں کوئی شک نہیں ہے ریناسانس اور روشن فکری کے دور میں سائنسی ترقی، عقلانیت ابزاری (The Era of Reason and the Era of Rationality) کے ذریعے ہی ممکن ہوئی۔ مغرب میں نشاۃ ثانیہ کے آغاز کے ساتھ، انسان نے جہاں حیرت انگیز حد تک ترقی کی وہاں نت نئے حیرت انگیز مسائل کا سامنا کرنا پڑا جسے عقلانیت ابزاری سے کے ذریعے حل کرنے کی کوشش کی گئی۔ جدید فلسفے اور جدید فلسفی تفکر نے مغربی معاشرے کے انداز فکر کو تبدیل کرکے رکھ دیا۔ یقینی طور پر، فرانسس بیکن کے خیالات [28] نے جدید دور میں ایک بہت بڑی تبدیلی لائی، خاص طور پر، وہ کہتا ہے، سائنس ایک طاقت ہے۔ اس کا خیال تھا کہ انسان سائنس کی مدد سے دنیا پر غلبہ حاصل کر سکتا ہے اور اسے ایسا کرنا چاہیے۔ فرانسس بیکن سائنسی ذہن رکھنے والے فلسفیوں کی لمبی لائن میں سے پہلا شخص تھا جس نے قیاس روش((Syllogism (Deduction) کے مقابلے میں استقرائی روش (Induction and inference) کی اہمیت پر زور دیا ہے۔

اس لیے اس نے فقط قیاسی روش کو سرے سے ہی رد کر دیا [29]۔ علوم میں استقرائی روش نے اسے حیرت انگیز نتائج سے روشناس کروایا۔ انسان اس سے چیز سے غافل ہو گیا کہ باکیفیت (Qualitative) اشیا کو استقرائی روش کے ذریعے نہیں پرکھا جا سکتا (انسان ذاتاً غیر مادی ہے، اسی طرح اس کی زندگی کے بنیادی مسائل، ایمان، دین، خدا، قیامت، رسالت ان سب کا تعلق کمیت سے نہیں بلکہ کیفیت سے لہٰذا یہ مسائل لاینحل ہو کے رہے گے اور یوں انسان اور موضوعات کے درمیان فاصلہ بڑھتا گیا اور یوں مسائل بھی بڑھتے گئے، ایمان اور خدا کو احساس کا درجہ

دے دیا گیا اور دین کو شخصی مسائل کی حد تک محدود کر دیا گیا)۔ اس روش کے ذریعے ابزاری عقلانیت نے یورپ میں مختلف میدانوں میں انقلاب برپا کر دیا، مثلاً؛ میڈیا، صنعت کاری، نوآبادکاری، جنگ، سائنس اور ٹیکنالوجی، اور دنیا کے مختلف براعظموں پر اجارہ داری۔

اس ابزاری عقلانیت اور جدید طرز تفکر نے انسانیت کے لیے زمین پر پیچیدہ مسائل کھڑے کر دیئے۔آج اگر ہمارے زمانے کو "زمانہ بحران یعنی پانی کا بحران، ہوا کا بحران، آلودگی کا بحران، صحت و سلامتی کا بحران، جنگ و جدال کا بحران، مالی بحران، امنیت کا بحران، اخلاقی و معنوی بحران۔ گویا ہر گھر میں بحران، معاشرے میں بحران، پورے ملک میں بحران، پورے کرہ ارض میں بحران۔ یہ تمام بحران کس کے پیدا کردہ ہیں؟ کیا یہ مسائل ابزاری عقلانیت کی علمی ترقی کی بے ہنگم دوڑ کے پیدا کردہ نہیں ہے؟ (ظَهَرَ الْفَسَادُ فِي الْبَرِّ وَالْبَحْرِ بِمَا كَسَبَتْ أَيْدِي النَّاسِ لِيُذِيقَهُم بَعْضَ الَّذِي عَمِلُوا لَعَلَّهُمْ يَرْجِعُونَ (41:30) ترجمہ: "خشکی اور تری میں لوگوں کے اعمال کے سبب فساد پھیل گیا ہے تاکہ خدا اُن کو اُن کے بعض اعمال کا مزہ چکھائے عجب نہیں کہ وہ باز آجائیں"! " کہا جائے تو بے جا نہ ہو گا۔ چونکہ عقل ابزاری اور حسابگر خود محور ہوتی ہے لہٰذا اس عقلانیت کی بنیاد پر مسائل بڑھتے گئے۔ بہر حال کو پلسٹن نے اپنی کتاب A History of Philosophy میں اسے برطانیہ میں جدید فلسفے کا باپ قرار دیا ہے تاہم حقیقت یہ ہے وہ جدید سائنس کا باپ ہے[30] جبکہ جدید فلسفے کا بانی ڈیکارٹ ہے۔

یہ بات قابل انکار نہیں ہے فرانسس بیکن کے سائنسی طرز تفکر کی وجہ سے انسان نے سائنسی میدانوں بہت زیادہ میں ترقی کی، طبیعات کے اسرار و رموز کشف کیے لیکن اس دوران سب سے زیادہ نقصان بھی انسان کا ہی ہوا کیونکہ اس ترقی کی وجہ سے وہ بہت سارے بحرانوں کا شکار ہوا اور وہ تنزلی کا شکار ہوا (یعنی انسان کا تکامل نہ ہو سکا)۔ حتی ماڈرن ازم اور معاصر کے ادوار کے تمام بحران اس خاص ابزاری عقلانیت کے وجہ سے ابھر کر سامنے آئے۔ایک اور بڑا حادثہ یہ ہوا کہ صدیوں سے علم کو تقدس کی نگاہ سے دیکھا جا رہا تھا، اب علم کو فائدہ اور عمل کی نگاہ سے دیکھنا شروع کیا گیا اور یوں تقدس اور علم کا صدیوں کا بندھن ٹوٹ گیا۔ پہلے زمانے میں کشف حقیقت کو ایک مقدس کام سمجھا جاتا تھا، لیکن فرانسس بیکن نے اس کا رخ فائدے اور عمل کی طرف موڑ دیا چاہے وہ سراب سے حاصل ہو یا حقیقت سے ہو (یہ متن معاصر کے حکیم متعالہ، معروف فلسفی استاد مطہری کی کتب سے ماخوذ کیا گیا ہے)۔[31]

انسان، خدا، دین، اخلاق اور اقدار کا مقام اور ریناسانس

ریناسانس کے بعد انسان کو مرکزیت حاصل ہو گئی لہٰذا ریناسانس کے آغاز سے لے کر معاصر تک جو بھی سائنسی یا فلسفی مکاتب معرض وجود میں آیا اس کی علمیات غالباً (Epistemology) تجربی تھی اور یوں انسان نے خدا کی جگہ لینی کی کوشش کی بجائے(Philosophy of Humanism) اس کہ وہ اس کا خلیفہ بنتا(فی الارض

خلیفہ)۔ وہ دین اور اخلاق سے آزاد ہو کر اس جہان کا مرکز بن بیٹھا۔ ہاں اگر کہیں اخلاق یا دین کی بات ہوتی ہے تو اسے بھی ابزاری نظر سے دیکھا جاتا ہے۔ پس مغرب کے بڑے بڑے شہیر فلسفیوں اور مفکرین مثلاً؛ بیکن، ڈیکارٹ، ہیوم، کانٹ، ہیگل، شوپنہاور، ہربرٹ اسپنسر، نٹشے، فرائیڈ، برٹرانڈ رسل (حتی دین ایک خالص انسانی کوشش ہے جس کا منبع وحی، فطرت انسانی نہیں بلکہ اس منشا اور منبع جہالت، نادانی، امرا، فقرا، نفسیاتی عقدے، معاشرتی استحکام ہیں) وغیرہ کے افکار کے نتیجے میں عقل حسابگر کو مرکزیت حاصل ہوئی ہے۔ عقل حسابگر، دراصل نفس پرستی، خود بینی اور خود محوری کا دوسرا نام ہے جس سے جنون، سفاہت، حماقت اور جہل کے نتیجے میں انسانوں کی مشکلات مزید بڑھتی ہیں۔

ان تمام مکاتب فکر کے نتیجے میں حاصل ہونے والی عقل معاش اور عقل حسابگر؛ جو فقط ذاتی منافع اور ذاتی تسکین (Utility) کو ملحوظ خاطر رکھتی ہے۔ اس کا ہدف پہلے مرحلے میں اپنے لیے آسائش، راحت، لذت، قدرت، شہرت اور آزادی ہے۔ یہی سات اہداف (Wellbeing) کے لیے میزان قرار پاتے ہیں اور اس کے اصلی ارکان شمار ہوتے ہیں۔ پس رائج اقتصادی نظام میں یہ چیزیں، صاحب ثروت اور قدرت کے لیے اصالتاً موجود ہوں گی اور دوسروں کے لیے یہ ساری چیز ضمنی طور پر ہیں تاکہ ان کے لیے ان تمام چیزوں کا امکان باقی رہ سکے۔ موجودہ رائج اقتصادی، سیاسی، دفاعی نظامات میں دین، اخلاق، اقدار، عواطف، احساسات اور معنویت کو فقط نجی اور شخصی امور تک محدود کرتی ہے یا اس کو فقط ایک ابزاری نگاہ سے دیکھتی ہے۔

ریناسانس کی تحریک اپنے ساتھ زندگی کے تمام شعبوں میں بہت بڑی تبدیلیاں لے کر آئی۔ انسان نے ایک بار پھر سے اپنے تصور کائنات کو نئی شکل دی، تمام علوم و فنون کی بنیادوں کو ایک پھر سے بنایا گیا۔ اس تخریب و تشکیل (Destruction and reconstructions) کے دوران بہت سے عقلی، الٰہی اور اخلاقی علوم کو ایک طرف رکھ دیا گیا چونکہ وہ عقل معاش اور حسابگر کے معیار پر پورا نہیں اترتے تھے اور ان کے ذریعے سے Wellbeing کو نہیں پرکھا جا سکتا۔ ایک بنیادی تبدیلی یہ ہوئی کہ متعالی مفاہیم نے تنزل پیدا کیا یا اصلاً زندگی سے محو ہو گئے یا فقط فردی اور شخصی امور تک محدود ہو گئے۔ ان مفاہیم کی جگہ ہوائے نفس نے لے لی اور اس "حب ذات" اور "حب نفس" کو عقلانیت کا درجہ تام قرار دے دیا گیا۔ پس مغربی دنیا میں عقل معاش اور حسابگر سے ماخوذ عقلانیت کے بنیادی طور پر تین عناصر ہیں:

عقلانیت کی یہ قسم دراصل، انسان محوری اور نفی خدا کے ساتھ معرض وجود میں آئی، یعنی انسان نے خدا کی جگہ لے لی (Humanism)، اب وہ عابد نہیں معبود ہے یعنی اب وہ خلیفہ نہیں بلکہ اس نے معبود تبدیل کر لیا ہے اور اب اس نفس اس کا معبود ہے:

أَفَرَأَيْتَ مَنِ اتَّخَذَ إِلَٰهَهُ هَوَاهُ وَأَضَلَّهُ اللَّهُ عَلَىٰ عِلْمٍ وَخَتَمَ عَلَىٰ سَمْعِهِ وَقَلْبِهِ وَجَعَلَ عَلَىٰ بَصَرِهِ غِشَاوَةً فَمَن

يَهْدِيهِ مِن بَعْدِ اللهِ أَفَلَا تَذَكَّرُونَ (23:45)

ترجمہ: "کیا آپ نے اس شخص کو دیکھا ہے جس نے اپنی خواہش نفس کو اپنا معبود بنا رکھا ہے اور اللہ نے (اپنے) علم کی بنیاد پر اسے گمراہ کر دیا ہے اور اس کے کان اور دل پر مہر لگا دی ہے اور اس کی آنکھ پر پردہ ڈال دیا ہے؟ پس اللہ کے بعد اب اسے کون ہدایت دے گا؟ کیا تم نصیحت حاصل نہیں کرتے"؟

أَرَأَيْتَ مَنِ اتَّخَذَ إِلَهَهُ هَوَاهُ أَفَأَنتَ تَكُونُ عَلَيْهِ وَكِيلًا (43:25) ترجمہ: "اور تمام موجودات پر تسلط اور قبضے کی نگاہ رکھتا ہے"۔ یعنی انسان لا الہ تو کہہ دیا الا اللہ کو بھلا دیا۔

وَلَا تَكُونُوا كَالَّذِينَ نَسُوا اللهَ فَأَنسَاهُمْ أَنفُسَهُمْ أُوْلَئِكَ هُمُ الْفَاسِقُونَ (19:59) ترجمہ: "اور تم ان لوگوں کی طرح نہ ہو جاؤ جنہوں اللہ تعالی کو بھلا دیا جس کا نتیجہ یہ ہوا کہ وہ اپنے آپ کو ہی بھول گئے، بے شک یہی لوگ فاسق ہیں"۔ دین اس کی خواہشات کے مانع ہے لہٰذا اسے بھی اپنی زندگی سے دور کر دیا۔ اب اس میں سے آسمانی اور الٰہی رنگ ختم کر دیا گیا اور دین کی پیدائش کے مختلف عوامل قرار دے دیئے گئے مثلاً: طبیعی حوادث کا خوف (David Hume, Sigmund Freud, Bertrand Russell)، مختلف کائناتی حوادث کی علت سے عدم آگاہی (August Kant (God of Gaps))، انسان کی اپنی نفسیاتی الجھنیں (Sigmund Freud)، خود بیگانگی (Feuerbach (Alienation))، معاشرے میں استحکام (Emile Durkheim) پیدا کرنے کے لیے ضروری عنصر ہے۔ مغرب کی سرزمین پر یہ حادثہ ہوا کہ انسان کی پاک فطرت کو دھندلا دیا گیا اور عقل ملکوتی یعنی یہ تینوں فراموش شدہ عناصر عقلانیت الٰہی کو تشکیل دیتے ہیں۔ کو پس پشت ڈال دیا گیا جبکہ یہ دونوں دین کی حقیقی طلب رکھتے ہیں۔ الٰہیات کو یا تو ایک طرف رکھ دیا گیا یا خدا کو کلی طور پر انسان کی زندگی سے حذف[32] کرنے کی ناکام کوشش شروع کر دی گئی۔ جس کا نتیجہ یہ ہوا کہ دین کی[33] بنیاد پر علم کو آگے نہیں بڑھنے دیا گیا۔

انسان کی تعریف اور عقلانیت تجربی

انسان کی شناخت، تصور کائنات کا ایک اہم ترین رکن ہے۔ اگر انسان شناسی کی مغربی تاریخ پر ایک سرسری نظر ڈالیں تو معلوم ہو گا کہ ہیومین ازم کے مکتب فکر نے انسان کو کس کس انداز میں سمجھنے کی کوشش کی یعنی ہمیشہ یہ بات یاد رکھنی چاہیے کہ جب بھی تصور کائنات کے کسی بھی بنیادی رکن کے بارے میں فلسفیانہ نگاہ بیان کی جاتی ہے تو فقط کتاب کی حد تک محدود نہیں رہتی بلکہ سب سے پہلے وہ تمام علوم (انسانیات اور سائنسی) کی بنیاد بنتی ہے اور پھر انسان کی زندگی کے تمام شعبوں میں عملی طور پر نظر آتی ہے۔ ذیل میں انسان کے بارے میں مغربی فلاسفر کی آرا کو ذکر کرتے ہیں:[34]

1. انسان ایک حیوان ہے جس کا نام گرگ (Wolf) (Homo homini lupus) یعنی "انسان، انسان

کے لیے بھیڑیا ہے: آر سیناریا کے ڈرامے کا مشہور ڈائیلاگ کہ جس کو تھامس ہابز نے اپنی کتاب citizen میں لکھا جو 1662 میں شائع کی گئی ہے۔انسان ابزار ساز ہے(Faber Homo) اور اس کے موجودہ خدوخال تکامل یافتہ ہیں(Darwinism)۔

2. فلسفہ یونان کی قدآور شخصیت، معلم اول، ارسطو نے انسان کی تعریف یوں کی ہے: "انسان حیوان ناطق ہے۔"[35]

3. ہیوم کاانسان غرائز کے تابع ہے کہ عقل انہی غرائز اور خواہشات کے تابع ہونی چاہیے۔[36]

4. کانٹ کاانسان زمان و مکان کے قید و بند میں نظر آتا ہے اور اسکے لیے اس کے لیے ماورای طبعیت کو سمجھنا ممکن نہیں،(Metaphysics is impossible) حتی وہ خدا کے وجود پر عقلی دلیل لانے سے بھی قاصر ہے۔ فقط دلیل اخلاّقی کا سہارا لے کر خدا کے وجود کو ثابت کیا جاسکتا ہے یعنی کانٹ نے عقل کی بجائے اخلاقی دلیل کی بنیاد پر خداوند متعال کو ثابت کیا ہے۔

5. نٹشے کاانسان قدرت وطاقت کا مجسمہ ہے اور کمزور کو جینے کا حق نہیں دیتا۔[37]

6. سارتر۔انسان ہی خدا ہے اور بہشت اسی سرزمین پر موجود ہے۔[38]

7. ہائیڈ گر-انسان ایک مضطرب موجود[39] ہے۔(ill-being)

8. اس کے علاوہ بھی کچھ اور تعریفیں ملتی ہیں جس میں انسان کی تعریف کے لیے مختلف قسم کی اصطلاحات استعمال کی گئیں ہیں مثلاً؛انسان، تاریخ دار حیوان، ٹرجیک حیوان اور غرائز کا مجسمہ حیوان یعنی Sigmund Freud. ولادت سے لے زندگی کے آخری مرحلے تک انسان کی تمام تر نفسیاتی مشکلات کا حل اس کی جنسی خواہش کی تسکین میں چھپا ہوا ہے۔

9. نہلیزم (Nihilism[40]) کے مکتب پر پہنچ کر انسان کو بدبینی کی گہری وادی میں دھکیل دیتے ہیں۔ بدبینی کی اس وادی میں اخلاق، مذہب، میٹافزکس، اقدار، معاشرہ، کی کوئی حیثیت نہیں، نہلیزم (The End of Philosophy)کے نام سے تعبیر کیا جاتا ہے۔ اس دور کے بعد اصلاً انسان کی تعریف کرنے کی ضرورت ہی نہیں رہتی۔ان تمام نظریات کا اگر خلاصہ کیا جائے توانسان کی یوں تعریف کی جا سکتی ہے:

"انسان، حیواں کی ایک ترقی یافتہ شکل ہے جو سوچتا بھی ہے لیکن اس کی سوچنے اور پرکھنے کا دار ومدار اس کی اپنی ہی ذات پر ہے۔ وہ ایک پیچیدہ ترین مادی جسم رکھتا ہے اس دنیا کے ماورا کچھ بھی نہیں۔ انسان

فقط جسم مادی رکھتا ہے۔ اس انسان کا ہدف، لذت، طاقت، قدرت اور دولت ہے، طاقتور انسان کو ہی جینے کا حق ہے۔ پس وہ دنیا کے تمام تر وسائل کو بروے کار لاتے ہوئے ترقی کرنا چاہتا ہے اور اس ترقی کے نتیجے میں اپنی ذاتی منفعت، لذت اور، قدرت کا خواہاں ہے۔

پس انسان کی مندرجہ بالا تعریفوں میں نفسانیت غالب ہے یا اگر کہیں عقلانیت نظر آتی ہے تو حب ذات اور حب نفس کے تابع ہے نہ عقلانیت مطلوب یعنی خود محوری، لذت، طاقت، قدرت اور دولت اور شہرت عقلانیت کا ہدف قرار دے دیا گیا جس سے جنون یعنی کاروباری جنون، جنگی جنون، سیاسی جنون، شہرت اور طاقت کے حصول کا جنون)، سفاہت، حماقت یعنی علمی اور عملی حماقتوں کی وجہ سے انسانی نسل کو تباہی سے دوچار کرنا۔ اور جہل یعنی علم کے نام پر جہالت کو بڑھانا، بڑھتے ہیں جو عقلانیت یعنی عقلانیت،اعتدال کے ذریعے انفرادی اور اجتماعی ترقی و کمال کا نام ہے، کی ضد ہیں جبکہ مغربی پراڈائیم کی رو سے یہ سب عقلانیت کی ضد نہیں ہے بلکہ عقلانیت کے ساتھ وحدت اختیار کر چکے ہیں۔

دین اور عقل کا تنازع سرزمین مغرب میں اور عقلانیت کا نیا روپ

ریناسانس اور روشن فکری کی تحریکوں کے آجانے سے ابزاری عقل کو نشو و نما ملی۔ ہر وہ مقولہ جو عقل معاش اور حسابگر کی فہم اور قلمرو سے باہر تھا اسے عقلانیت سے بھی خارج سمجھا جانے لگا۔ یورپ میں سائنسی طرز تفکر نے لوگوں میں ایک خاص بیداری کی لہر پیدا کی اور ہر وہ چیز کے بارے سوالات کرنے لگے اور وہ ان کے جوابات عقلی اور قانع کنندہ چاہتے تھے۔ انہوں نے مسیحت کے اصول عقائد: تثلیث[41]، فدیہ حضرت مسیح علیہ السلام تاکہ تمام مومنوں کے گناہوں کا کفارہ[42] گناہ اولیہ[43]۔ روٹی اور شراب کا خون الٰہی میں تبدیل ہونا اور پھر اس کا انسان کے رگ و پے میں دوڑنا، [44] کلیسا کے پاس بہشت کی چابیوں کا ہونے[45]، کے بارے میں سوالات شروع کر دیئے۔ جب مسیح علما، سائنسی علما کے سوالات کے جوابات نہ دے سکے تو اپنے اقتدار اور طاقت کو بیدردی سے استعمال کرنا شروع کر دیا اور سائنسی علما و مفکرین اور عام عوام کو بھی سزائیں دینا شروع کر دئیں۔ لیکن اس فکری تحریک کا نتیجہ یہ ہوا کہ یورپ کے مسیح، دین مسیحت سے دور ہوتے چلے گئے اور سائنسی طرز تفکر کا کاروان آگے بڑھتا رہا۔ جس کا نتیجہ یہ ہوا کہ دین مسیحت کو معاشرتی زندگی سے جدا کر دیا گیا۔ دین مسیحت کی حکومت اور سیاست میں مداخلت کو بند کر دیا گیا۔ دین کو ایک شخصی مسئلہ قرار دے دیا گیا۔ دین مسیحت کی سائنسی، انسانی اور اجتماعی علوم میں مداخلت کو ممنوع قرار دے دیا گیا۔ یہاں تک کہ دین مسیحت کا مطالعہ کرنے کے بعد، اس سے حاصل شدہ نتائج کو تمام ادیان پر لاگو کر دیا گیا۔ سائنس اور دین، عقل اور دین کو آپس میں متضاد قرار دے دیا گیا۔ لہٰذا دین کے قضایا(proposition)، عقل گریز(Irrational) ہیں یا عقل ستیز (Non-rational) ہیں۔

پس عقلانیت اور دیانت ایک ساتھ نہیں چل سکتے۔ عقلانیت وہی ہے جس کو ہم سائنس کے ذریعے ثابت کرتے ہیں۔ دین کو یہاں تک گرا دیا گیا کہ اس میں سے ملکوتی اور الٰہی عنصر کو ہی ختم کر دیا گیا اور اس کے عوامل زمینی بنا دیئے گئے، مثلاً؛ دین کو محض طبیعی حوادث کا خوف (David Hume, Sigmund Freud, Bertrand Russell)، مختلف حوادث کی علت سے عدم آگاہی ((August Kant (God of Gaps)، انسان کی اپنی نفسیاتی الجھنیں(Sigmund Freud)، خود بیگانگی((Feuerbach (Alienation)، معاشرے میں استحکام(Emile Durkheim) پیدا کرنے کے لیے ضروری عنصر ہے۔

فلسفہ معاصر اور عقلانیت ابزاری(Instrumental Rationality)

جدید فلسفے کا آغاز ڈیکارٹ سے شروع ہوا ہے،اس کی فلسفی تحریک کو اسپنوزا (Spinoza) اور لایبنز (Leibniz) نے شد و مد سے جاری رکھا۔ اس فلسفی تحریک کے نمایندوں نے عقل کے ذریعے کائنات کے حقائق کو سمجھنے کی کوشش کی اسی لیے انہیں عقلانیت پسند Rationalist کہا جاتا ہے۔ پس اس فلسفی دور میں جب انسان فقط اپنی عقل پر تکیہ کرتے ہوئے حقائق کو سمجھنے کی کوشش کرے گا وہ عقلانیت پسند کہلائے گا چونکہ اس دور میں غالب اپسٹمہ عقلی کوشش ہوا کرتی تھی۔

اس کے بعد تجربہ پسندی (Empiricism) کا دور شروع ہوتا ہے۔ ڈیوڈ ہیوم اس فلسفی تحریک کے رہبر ہیں۔ ان کے مطابق عقلانیت کا معیار فقط اور فقط تجربہ ہے۔ چونکہ اس دور پر حاکم اپسٹمہ، تجربہ ہے۔ ایسی چیزیں جو پوشیدہ ہوں جو خوردبین کے نیچے نہیں آسکتیں ان پر اعتقاد رکھنا عقلانیت کے معیار پر پورا نہیں اترتا۔ اس کے بعد کانٹ، ایک نئی فلسفی تحریک کا آغاز کرتا ہے جو تجربہ اور عقل کو جمع کرنے کی کوشش کرتا ہے۔ وہ واضح طور پر بیان کرتا ہے کہ اصلاً؛ ہماری عقل میں قدرت نہیں کہ وہ میٹافزکس مثلاً؛ خدا کو درک کر سکے کیونکہ ہماری عقل زمان و مکان میں مقید ہے۔ اور ہم ہمیشہ ادراک اور معرفت کے عمل کو زمان و مکاں کے زندان میں رہتے ہوئے انجام دیتے ہیں۔ لہٰذا ہم حقیقت تک نہیں پہنچ سکتے، جیسا کہ وہ ہے۔ یہ ہمارا ذہن ہے کہ چیزوں کو زمان و مکان کے آئینہ میں دکھاتا ہے۔ پس عاقل وہ ہو گا جو اس خاص اپسٹمہ پر عمل پیرا ہو گا۔ پس ہر دور میں ایک خاص معرفت شناختی (Episteme)(علمیت) ہوتی ہے تمام علوم پر حاکم ہوتے ہوئے ان کو ایک خاص جہت دیتی ہے۔ اس علمیت کے نتیجے میں ایک تفکر و تعقل حاصل ہوتا ہے، جسے عقلانیت کے نام سے یاد کیا جاتا ہے۔

میشل فوکو اور عقلانیت

فرانس کے معروف فلاسفر میشل فوکو نے اپنی ڈاکٹریٹ کا مقالہ "**تاریخ جنون**(The History of Madness)" کے عنوان نام سے لکھا اور یہی کتاب میشل فوکو کی پہچان بنا۔ وہ اپنے تحقیق مقالہ میں ایک خاص

قسم کی عقل، پر بات کرتا ہے۔ ڈیکارٹ اور کانٹ کے فلسفی افکار کی وجہ سے "عقل خود بین" اور "عقل خود محور" رشد کرتی ہے جو دوسروں کی نفی کرتی ہے (Cogito (میں سوچتا ہوں پس میں ہوں))۔ اس خاص عقلانیت کے ذریعے سے جنون کو ختم کیا جا سکتا ہے۔ عقل معاش اور حسابگر جنون اور بیماری کے ساتھ ایک خاص رابطہ قائم کرتی ہے۔ یہ عقلانیت، حساب و کتاب اور ریاضیات محاسبہ گری سے غیر عقلانی امور کو رد کرتی ہے۔ اس خاص عقلانیت کے وجود میں آنے سے کچھ مراکز(Detention Center) علاج وجود میں آئے اور یوں یورپ سے جنون غائب ہو گیا۔ یہ عقل فقط ایک پہلو کو دیکھتی ہے وہ یہ ہے ہر کوئی ریاضیاتی نگاہ سے معاشرے کے لیے مفید ہو ورنہ وہ مجنون ہیں اور انہیں مراکز صحت میں بند کر دیا جائے یہاں تک کہ ان کی ریاضیاتی عقل کے مرتبہ پر فائز ہو جائے۔ پس میشل فوکو کی نگاہ میں یورپ کی عقلانیت کا معیار، عقل معاش اور عقل حسابگر ہے۔ میشل فوکو کی ایک اور اہم ترین کتاب پیدائش بیمارستان(The birth of Clinic) ہے۔ اس کتاب کا مرکزی سوال یہ ہے کہ کیا ہوا کہ انسان کو ہسپتال کی ضرورت پڑی؟ ٹیکنالوجی کے استعمال کی وجہ سے، فلسفہ تحلیلی(Analytical philosophy) کی دنیا میں طاقت نے وجود کی جگہ لے لی۔

سائنسی تفکر اور تجربی اور استقرائی روش کی بنیاد پر مادی اور مالی طور پر غیر مفید علوم کو علوم کی قطار سے خارج کر دیا گیا۔ ان علوم کی بنیاد پر ٹیکنالوجی وجود میں آئی اور ٹیکنالوجی نے طاقت اور اقتدار کو جنم دیا۔ یہاں پر جاہ طلب افراد نے یہ ہسپتال بنانے شروع کر دیئے۔ جو ریاضیاتی عقل کے معیار پر پورا نہیں اترتا وہ مجنون ہے اور اس کی جگہ ہسپتال ہے یعنی فرانس میں، پرانے زمانے میں دیوانوں کو کشتی پر سوار کرتے تھے، اور ان عقلانیت، ان کو ایک جزیرہ میں منزوی کر دیا کرتے تھے تاکہ عقل کو تلاش کریں۔ لیکن آج کل بھی وہی کام کیا جاتا ہے لیکن ٹیکنالوجی تبدیل ہوئی ہے، جہاں انسان پر نرم قدرت(Soft power) استعمال کی جاتی ہے یعنی اب لوگ کے ابدان پر تصرف، قانونی طور پر ہو رہا ہے اور حقیقت میں یہ عقلانیت، جنون کہلائی گی)۔ فوکو، یورپی معاشرے کے عروج کو جرمی بنتھم کے افکار میں دیکھتا ہے۔ یہ ایک ایسا معاشرہ ہے جہاں کچھ انسان ایسے ہیں جو ایک دوسرے کو نہیں دیکھنا چاہتے۔ مڈرن سوسائٹی میں امر شخصی، ذاتی اور امر عمومی کی حد ختم ہو گئی۔ حقیقت میں یہ معاشرہ مکمل طور پر، ہر سطح پر زیر نگرانی ہے اور یہی ایک آئیڈیل معاشرہ یوٹوپیا (Utopia) کہلاتا ہے۔ یہ حادثہ عقلانیت ریاضیاتی کی بنیاد پر ہی ہوا ہے یعنی جان لاک، کب انسان ایک صاحب ہویت (پرسنلیٹی) ہوتا ہے، کیا چیز شخص کو صاحب شخصیت کرتی ہے۔ جب اس کے پاس حافظہ ہوتا ہے۔ انسان مجنوں، کا تو حافظہ ہی نہیں ہے، حافظہ، معیار شخصیت ہے۔

فوکو، ہیگل کی طرح تاریخ کو تسلسل کی نگاہ سے نہیں دیکھتا بلکہ اس کی نظر میں تاریخ قطعوں میں تقسیم ہے۔ ان تاریخی قطعوں پر تین قسم کی عقلانیت حاکم تھی یعنی ہر تاریخی دور میں ایک خاص قسم کی عقلانیت حاکم ہوتی ہے۔

ارسطو کی نظر میں عقلانیت سیاسی سے بھرپور زندگی ہی عقلانی زندگی ہے اور اس کا ہدف سعادت مند زندگی ہے جو اخلاقی اعتدال سے مزین ہے۔

دوسری قسم کی عقلانیت: میکیاویلی کی عقلانیت ہے۔ دور جدید کی عقلانیت میکیاولی کی شہرآفاق کتاب بادشاہ(The Prince) سے شروع ہوتا ہے۔ اس عقلانیت کی افزائش قدرت ہے نہ سعادت بشر، یعنی عقلانیت کا معیار یہ ہے کہ شہریار کی قدرت کو کس طرح محفوظ رکھ سکتا ہے۔

تیسری عقلانیت: معاصر(Contemporary) میں بائیو پالیٹکس (Bio-politics) کی شکل میں ظہور کرتی ہے۔ یہ عقلانیت کسی خاص شخص سے مربوط نہیں بلکہ ہر جگہ جہاں انسان معاشرے میں موجود ہے۔ اس عقلانیت کا ہدف ؛ افزائش قدرت ہے۔ عقلانیت سوم، ایک دیمک کی صورت میں منظّم انداز میں موجود ہے لیکن اس کا عامل مشخص نہیں۔ سبھی طاقت کے پنجے میں ہیں لیکن احساس تک نہیں۔ عوام، آگاہی کے بغیر اس کا سامنا کر رہے ہیں یعنی (دنیا پر بائیو پالیٹکس (عقلانیت) چل رہی ہے لیکن سب خواب میں ہیں اور مختلف انداز میں اس کو دیکھ رہے ہیں۔ بحران، بیماریاں، فرہنگ، زبان، جنگ۔ یہ عقل حسابگر کا عروج اور جنون کا کمال ہے۔

ابحاث کا خلاصہ

ہائیڈ گر کی نظر میں مڈرن ٹیکنالوجی پوری قدرت کے ساتھ خطرناک انداز میں ظاہر ہوئی ہے لیکن اس سے زیادہ خطرہ اس بات کا ہے کہ اس نے جدید اشیا کو اپنا خدا بنا لیا ہے (گلندینینگ)۔ ہائیڈ گر اس زمانے کو "سرزمین شب" اور "زمانہ تنگدستی" کے نام سے یاد کرتا ہے۔ یہ ایک حقیقت ہے یہ تمام بحران انسانوں کے پیدا کردہ ہیں۔ لہٰذا انسان ہی ان بحرانوں کو حل کرنے کے لیے ایک راہ حل پیش کرے اور اپنے افکار کی تشکیل نو کریں اور ایک ایسی نوجوان نسل تیار کریں جو ان تمام بحرانوں کا حل پیش کر سکے۔ دوسری اہم بات یہ ہے کہ بعنوان انسان ہماری یہ ذمہ داری بنتی ہے کہ ہم آئیڈیل الٰہی انسانی معاشرے کے قیام کے لیے اپنا کردار ادا کریں اور وہ اس وقت تک ممکن نہیں جب تک انسانوں کی عقل عالی ترین مرتبے تک نہیں پہنچتی اور اس عقلانیت سے، سفاہت، جنون، حماقت اور جہل کی تمام صورتوں کو ختم کیا جا سکتا ہے۔ الٰہی اقتصادی نظام اسی سلسلے کی ایک کڑی ہے۔ اس موضوع پر ماہرین سوشل سائنسز کے اسکالرز اور ماہرین کو از سر نو فلسفی تفکر کرنے کی ضرورت ہے تاکہ صحیح اور جامع حاکم اپسمٹہ متعارف کروایا جا سکے۔ بحران کے اس زمانے میں ایک خاص قسم کے تاریخی اور ثقافتی کرداروں سامنے لانے کی ضرورت ہے جو ایک خاص قسم کی عقلانیت کو تعین کرتے ہوں اور ایسے عقلانیت آفاقی، الہیٰ اور قرآنی ہونی چاہیے۔

*****

References

1. Mishel Foucau, , *Nazam Guftaar (L'ordre du Discours)*, Mutrajam: Baqir Parham, (Tehran, Agaha, 1378 SH), 38.

میشل فوکو، *نظم گفتار* (L'ordre du Discours)، مترجم: باقر پرہام، (تہران، آگاہ، 1378)، 38۔

2. Majdal-Din Abu al-Saadat al-Mubarak ibn Muhammad ibn Athir Al-Jazari, *Al-Naya fi Gharib al-Hadith wa Asahar*, Vol. 5, (Qum, Nasher Ismailian, 1367 SH), 2139; Ismail bn Hammad al-Jawhari, *Taj Al-Laghga wa Sahih al-Arabiya*, Vol. 5, (Beirut, Dar al-Ilam Lilmilaiyen, 1407 AH), 1769; Ahmad bn Muhammad bn Ali al-Maqri, Al-Qayomi, *al-Masbah al-Munir*, (Beirut, Maktabat Ilmiya, 1403AH), 422-423; Al-Raghib al-Isfahani, *Mufardat al-Faz al-Qur'an*, (Damascus, Dar al-Qalam, Al-Dar al-Shamia, 1412 AH), 577-578; Al-Sharif Ali ibn Muhammad, *al-Taffat*, (Beirut,, Dar al-Kutab al-Ilmiya, 1403 AH/ 1983), 65; Abu Abd al-Rahman al-Khalil bn Ahmed, al-Farahidi, *Al-Ain*, Vol. 1, (Qom, Dar al-Maktabat Al-Hilal, 1414 AH), 159.

مجد الدین ابو السعادات المبارک بن محمد ابن اثیر الجزری، *النہایۃ فی غریب الحدیث والاثر*، ج 5، (قم، ناشر اسماعیلیان، 1367)، 2139؛ اسماعیل بن حمّاد الجوہری، *تاج اللغۃ وصحاح العربیۃ*، ج 5، (بیروت، دار العلم للملایین، 1407)، 1769؛ احمد بن محمد بن علی المقری، القیّومی، *المصباح المنیر*، (بیروت، المکتبۃ العلمیۃ، 1403ھ)، 422۔423؛ الراغب الاصفہانی، *مفردات الفاظ القرآن*، (دمشق، دار القلم، الدار الشامیۃ، 1412ھ)، 577-578؛ الشریف علی بن محمد، *التعریفات*، (بیروت، دار الکتب العلمیۃ، 1403/ 1983)، 65؛ ابو عبدالرحمٰن الخلیل بن احمد، الفراہیدی، *العین*، ج 1، (قم، دار ومکتبۃ الہلال، 1414 ھ)، 159۔

3. Abi Muhammad al-Hassan bn Ali bn Al-Hussain bi Shuba al-Harani, *Tuhf al-Aqool, Bakhsh Mu'aaz al-Nabi sallallaahu 'alayhi wa sallam* (Qum, Jamia Mudarsin, 1414 AH), 16.

ابی محمد الحسن بین علی بن الحسین بی شعبہ الحرانی *تحف العقول*، بخش مواعظ النبی ﷺ (قم: جامعہ مدرسین، 1404ق 1414ھ)، 16۔

4. Ahmad bn Faris, *Abu al-Hussain Mu'jam Muqais Al-Laghga*, Vol. 4, (Qom, Dar al-Fiker Aam Al-Nashar, 1399 SH), 69.

احمد بن فارس، *ابو الحسین معجم مقائیس اللغۃ*، ج4، (قم، دار الفکر عام النشر، 1399ھ)، 69۔

5. Abu al-Baqa' Ayyub bn Musa al-Hussaini, al-Kafwai, *al-Kuliyat*, Chaap II, (Beirut, Mowsaat Al-Risalah, 1998), 619.

ابو البقاءایوب بن موسیٰ ال حسّینی، الکفوی، *الکلیات*، الطبعۃ لثانیۃ، (بیروت، مؤسسۃ الرسالۃ، 1998)، 619۔

6 . Muhammad Hussain, Tabatabai, *Al-Mizan*, Vol. 4, (Qum, Daftar-e Antasharat-e Islami, 1420 AH), 55.

محمد حسین، طباطبائی، المیزان، ج4، (قم: دفتر انتشارات اسلامی، 1420ھ)، 55۔

7. Ibid, Vol.5, 255.

ایضاً، ج5، 255۔

8. Ibid, Vol.5, 254-256.

ایضاً، ج5، 254۔256۔

9. Al-Farahidi, *Al-Ain*, 159.

الفراہیدی، العین، 159.

10. Muhammad bn Ibrahim Sadr al-Din, Al-Shirazi, *Sharh Usul al-Kafi*, Vol. 1, (Tehran, Mowsahat Mutaliyat wa Tehqeeqat Frangi, 1383 SH), 221, 16.

محمد بن ابراہیم صدرالدین، الشیرازی، شرح اصول الکافی، ج1، (تہران، مؤسسہ مطالعات و تحقیقات فرہنگی، 1383)، 221، 16۔

11. Muhammad bn Makram bn Ali, Ibn Manzoor, *Lisan al-Arab*, Vol. 13, Chaap III (Beirut, Dar Sadir, 1414 AH), 497; Al-Qayomi, *al-Masbah al-Munir*, Vol. 1, 146.

محمد بن مکرم بن علی، ابن منظور، لسان العرب، ج13، الطبعۃ: الثالثۃ (بیروت، دار صادر، 1414ه)، 497؛ القیومی، المصباح المنیر، ج1، 146۔

12. Hussain bn Muhammad, Raghib Isfahani, *al-Mufardat fi Gharib al-Qur'an*, (Damascus / Beirut, Dar al-Qalam, Al-Dar al-Shamia, Beirut, nd), 203.

حسین بن محمد، راغب اصفہانی، المفردات فی غریب القرآن، (دمشق بیروت/دمشق، بیروت، دار القلم، الدار الشامیۃ، سن ندارد)، 203

13. Ibid, 205.

ایضاً، 205۔

14. Tabatabai, *Al-Mizan fi Tafseer al-Quran*, Vol.2, 247.

طباطبائی، المیزان فی تفسیر القرآن، ج2، 247۔

15. Khalil bn Ahmad, *Kitab al-Ain*, Vol. 3, (Qum, Chaap Mahdi Makhzoomi wa Ibrahim Samrai, 1409 AH), 390; Ismail bn Hammad, Johri al-Sahah, *Taj al-Lughah wa al-Sahah al-Arabiya*, Vol. 4, (Cairo, Chaap Ahmad Abdul Ghafoor Attar, Cairo, Chaap Afsat Beirut, 1376 SH), 1663; Muhammad bn Yaqoob, Firoz Abadi, *Al-Qamoos Al-Muhait*, Vol. 3, (Beirut, Yusuf Al-Sheikh Muhammad Baqaee, 2005), 353.

خلیل بن احمد، کتاب العین، ج3، (قم، چاپ مہدی مخزومی و ابراہیم سامرائی، 1409)، 390؛ اسماعیل بن حماد، جوہری الصحاح، تاج اللغہ وصحاح العربیہ، ج4، (قاہرہ، چاپ احمد عبدالغفور عطار قاہرہ، چاپ افست بیروت، 1376)، 1663؛ محمد بن یعقوب، فیروزآبادی، القاموس المحیط، ج3، (بیروت، چاپ یوسف الشیخ محمد بقاعی، 2005)، 353۔

16. Raghib Isfahani, *al-Mufardat fi Gharib al-Qur'an*, Zail Wasa.

راغب اصفہانی، المفردات فی غریب القرآن، ذیل واژہ۔

17. Syed Razi, Naghjul-ul Balagah, Trans: Mufti Jafar Hussain, (Lahore, Mirage Co. Dec 2013), Short Words # 104.

سید رضی، نہج البلاغہ، ترجمہ مفتی جعفر حسین، (لاہور: معراج کمپنی، دسمبر 2013)، کلمات قصار 104۔

18. Abd al-Rahman, Ibn Khaldun, *Tarikh Ibn Khaldun*, Vol. 1, (Beirut, Daral Fiker, 1408 AH), 125.

عبد الرحمٰن، ابن خلدون، تاریخ ابن خلدون، ج1، (بیروت، دارالفکر، 1408)، 125۔

19 . Abd al-Aziz, Salim, Tarikh Arab Qabal az Islam, (Tehran, Antashrhat al-Ilmi wa Farhangi, 1380 SH), 309.

عبدالعزیز، سالم، تاریخ عرب قبل از اسلام، (تہران، انتشارات علمی وفرہنگی، 1380)، 309۔

20. Jawad Ali, *Al-Mufassal fi Tarikh al-Arab Qabal al-Islam*, (Baghdad, np, 1413 AH), 100-110.

جواد علی، المفصّل فی تاریخ العرب قبل الاسلام، (بغداد، ناشر ندارد، 1413)، 100-110۔

21. Mehmood Shukri, Alusi, *Balogh al-Arb fi Mafirah Akhwal al-Arab*, (Beirut, Chaap Muhammad Bahja Esri, 1314 SH), 450 to 650.

محمود شکری، آلوسی، بلوغ الارب فی معرفۃ احوال العرب، (بیروت، چاپ محمد بہجہ اثری، 1314)، 450تا650۔

22. Ahmad bn Abdul Wahab, Nawiri, *Nayaat al-Arb fi Fanon al-Adab*, (Cairo, np, 1920), 320 to 350.

احمد بن عبدالوہاب، نویری، نہایۃ الارب فی فنون الادب، (قاہرہ، ناشر ندارد، 1920)، 320تا350۔

23. Dr. Jawad Ali, *Al-Mafdaal fi Tarikh al-Arab*, Vol. 1, (Qom, Dar al-Saqi, 1422 AH), 37.

الدکتور جواد علی، المفضل فی تاریخ العرب، ج1، (قم، دار الساقی، 1422)، 37۔

24. Imam Ahmad bn Hanbal, *Musnad Ahmad bin Hanbal*, Vol 1, (Cairo, Dar al-Hadith, 1416/1995), 432, Hadith #: 1740; Abdul Malik bn Hisham bn Ayyub Al-Humairi Al-Ma'afiri, Al-Serah al-Naboha Ibn Hisham, Vol. 1 (Damascus, Dar Al-Ma'arfa, 1996), 259.

امام احمد بن حنبل، مسند احمد بن حنبل، ج1، (القاہرۃ، دار الحدیث، 1416/1995)، 432، رقم الحدیث1740؛ عبد الملک بن ہشام بن ایوب الحمیری المعافری، السیرۃ النبویہ ابن ہشام، ج1 (دمشق، دار المعرفۃ، 1996)، 259۔

25 . Moser, Paul (2006). "Rationality". In Borchert, Donald (ed.). Macmillan Encyclopedia of Philosophy, 2nd Edition. Macmillan. Archived from the original on 12 January 2021. Retrieved 14 August 2022; Broome, John (14 December 2021). "Reasons and rationality". In Knauff, Markus; Spohn, Wolfgang (eds.). The Handbook of Rationality. MIT Press.

26 . Knauff, Markus; Spohn, Wolfgang (14 December 2021). "Psychological and Philosophical Frameworks of Rationality - A Systematic Introduction". In Knauff, Markus; Spohn, Wolfgang (eds.). The Handbook of Rationality. MIT Press. ISBN 978-0-262-04507-0. Archived from the original on 30 December 2023. Retrieved 14 August 2022.

27. Merriam-webster.com/dictionary/rationality

28. Bacon led the advancement of both natural philosophy and the scientific method and his works remained influential even in the late stages of the Scientific Revolution (*Klein, Jürgen (2012),* "Francis Bacon"*, in Zalta, Edward N. (ed.), The Stanford Encyclopedia of Philosophy (Winter 2016 ed.), Metaphysics Research Lab, Stanford University*, retrieved 17 January 2020)

29. Murtaza, Mutahari, *Insaan Kamal/ Asaar Murtaza Mutahari*, (Qum, Sadra, 1300 SH), 249.

مرتضی، مطہری، انسان کامل / آثار مرتضی مطہری، (قم، صدرا، 1300)، 249۔

30. Bacon has been called the father of empiricism ("Empiricism: The influence of Francis Bacon, John Locke, and David Hume". Sweet Briar College. Archived from the original *on 8 July 2013*. Retrieved 21 October 2013).

31. Mutahari, *Insaan Kamal*/ 249-263/ *Asaar Murtaza Mutahari,*Vol.13, 486-489.

مرتضی، مطہری، انسان کامل 249-253/ آثار مرتضی مطہری، ج13، 486-489۔

32. "God is dead" Friedrich Nietzsche. The meaning of this statement is that since, as Nietzsche says, "the belief in the Christian God has become unbelievable", everything that was "built upon this faith, propped up by it, grown into it", including "the whole [...] European morality", is bound to "collapse" (*Anderson, R. Lanier (March 17, 2017).* "Friedrich Nietzsche" – *via plato.stanford.edu.*)

33. Die Religion … ist das Opium des Volkes(Religion... is the opium of the people) Marx, K. 1976. Introduction to A Contribution to the

Critique of Hegel’s Philosophy of Right. Collected Works, v. 3. New York.

34. Kausar Ali, *Philosophi Tafakar aur Aqali Tarbiat* (London, Al-Asr Scholastic Research Establishment, 2023), 74-76.

کوثر علی، فلسفی تفکر اور عقلی تربیت، (لندن، العصر اسکولسٹک ریسرچ اسٹیبلشمنٹ، 2023)، 74تا76۔

35. Muhammad Raza, Muzaffar, *Al-Mantiq*, (Qum, Antasharat Dar al-Tafseer Ismailian, 1378 SH), np.

محمد رضا، مظفر، المنطق، (قم، انتشارات دار التفسیر اسماعیلیان، 1378)، صفحہ ندارد۔

36. Hume David, A Treatise of Human Nature, p.256.

37. When a decadent type of man ascended to the rand of type of man that is strong and sure of life : Stanford Encyclopedia of philosophy 1edition 2011/Nietzsche's Moral and Political Philosophy First published Thu Aug 26, 2004; substantive revision Wed Oct 7, 2015.

38. Stanford Encyclopedia of philosophy 1edition 2011/freedom as the definition of man “Woman, man and he desire to be God”.

39. Stanford Encyclopedia of philosophy 1edition 2011, “who it is that Dasein is in its everydayness”.

40. Stanford Encyclopedia of philosophy 1edition 2011.

41. Alexander. New Dictionary of Biblical Theology. pp. 514ff. / McGrath. Historical Theology. p. 61.

42. L. W. Grensted, A Short History of the Doctrine of the Atonement (Manchester: Manchester University Press, 1920), p. 191.

43. Vawter 1983, p. 420. *"Original Sin"/ In Richardson, Alan; Bowden, John (eds.).* The Westminster Dictionary of Christian Theology. *Westminster John Knox.*

44. *Losch, Richard R. (1 May 2002). A Guide to World Religions and Christian Traditions. Wm. B. Eerdmans Publishing. p. 90.*

45 . *Joyce, George (1911).* "Power of the Keys". *The* Catholic Encyclopedia. *Vol. 8. New York: Robert Appleton Company*. Retrieved 6 September 2017.

Evolving the Dynamics of Violent *Takfir* in Pakistan (1980-2024)

Open Access Journal
Qtly. Noor-e-Marfat
eISSN: 2710-3463
pISSN: 2221-1659
www.nooremarfat.com
Note: All copy rights are preserved.

Dr. Syed Sibtain Hussain Shah
(PhD in Political Science and Public Administration from University of Warsaw, Poland).
E-mail: drsibtain.numl@gmail.com

Abstract:

Takfir (declaring a believer as a non-believer) is an ideology based on an extremist interpretation of Islam. This ideological line represents a significant threat to almost all religious sects, including vulnerable communities within Muslim society and non-Muslim minorities. When discussing the Islamic world in general, at its extreme level, the *Takfir* poses a serious threat to the security of Muslim states. In case of Pakistan, this rigid ideology has fueled sectarian violence, targeted killings, and marginalization of minority communities and terrorist attacks on state's security forces.

Covering period of 1980-2024, the current study explores the historical evolution of ideological intolerance based on *Takfir* in Pakistan, its spread through sectarian organizations and religious extremist and *Takfiri* groups in three phases of post-Afghan Jihad, post-9/11 and post-Arab spring eras. The research employs a qualitative approach, analyzing primary sources, documents, and scholarly works to identify the ideological footings and means of the violent *Takfiri* proliferation. The findings highlight the role of Afghan Jihad, Islamization of Pakistan, and growing number of unregistered Madaris (Religious schools) and growth of fierce sectarian and extremist groups in spreading *Takfir* and the state's shaky response in the diffusing *Takfiri* narratives in aforementioned periods.

Furthermore, the study underlines the socio-political consequences of this ideology, including increased division, destruction of interreligious trust, and weakening national unity. Apart from military action, the paper concludes by presenting some policy recommendations to counter violent *Takfiri* ideology through

meaningful educational reforms, strengthened rules to stop hate speech, and fostering interfaith discourse.

This research contributes to understanding religious *Takfir* and its impact on the Pakistan's social environment and offers useful guidelines for the concerned authorities, religious leaders, and civil society to foil threats of violent *Takfir*; so that they may generate religious and sectarian harmony and secure the country.

Keywords: Pakistan, *Takfiri* Ideology, Minority Communities, Religious Extremism, National Harmony.

1. Introduction

The Takfir is an ideology based on an extremist interpretation of Islam that declares almost all other Muslim sects and similarly all non-Muslims (Jews and Christians) as Kafir (infidels or non-believers). Rooted in an extreme religious dogma erupted from early disputes in the Islamic history, the prominent emergence of *Takfir* occurred with the rise of harsh and non-tolerant religious movement of Muhammad Ibne Wahhab in Hijaz (Makka and Madina). Then, it was reborn in Pakistan after Islamization of Pakistan with arrival of violent sectarian and extremist groups to counter the Shiite political activism inspired by Islamic revolution of Iran. Later, *Takfir* got further progress in the country with emergence of Islamic State of Iraq and Syria (ISIS).

The appearance of aggressive Pakistani *Takfiri* groups such as Sipah-e-Sahaba Pakistan (SSP), Lashkar-e-Jhangvi (LeJ) and Tehreek-e-Taliban Pakistan (TTP) and Pakistan based offshoots of foreign terrorist organizations such as Al-Qaeda (AQ) and ISIS has been contributory sources in raising this ideology in different phases. Since, the Pakistani extremist groups with anti-Pakistan ideology, have built their strong relations with the foreign violent religious organizations, the country continuously remained a safe anchorage for the terrorist activities. Although, several military operations were conducted to dismantle many of the violent extremist and

terrorist networks, the ideological reinforcements of these groups linger unaddressed.

2. Research Problem

The research problem concerning this topic is threats of *Takfiri* ideology to religious minorities, societal harmony and state's security. This study achieves its purpose by examining the emerging *Takfiri* ideology, its reasons and consequences in Pakistan through research questions about key drivers of persisting the rigid religious doctrines and their effects on religious minorities, national cohesion and military capabilities as an important aspect of the national security.

Covering period of 1980-2024, the research focuses on brutal extremist militancy based on the ideology of intolerance in Pakistan through studying development of *Takfir* in three phases of post-Afghan Jihad, post-9/11, and post-Arab Spring lies in its origins, targets and ideological evolution. Subsequently, a well-structured study of literature entails to lay the foundation for understanding the research context, identifying gaps, and framing its objectives, this study has been guided by examination of accessible scholarly work on *Takfiri* ideology and activities of *Takfiri* groups, extending threats to minorities and state's security in Pakistan.

This study addresses the unexplored aspects of the spreading violent *Takfiri* ideology in Pakistan and its threats that pose to social cohesion, religious minorities and state's security. Additionally, this author reviews the historical evolution, spread of *Takfiri* ideology and its adverse effects and consequences on the social and political aspects of the country and formulates actionable recommendations for policy makers, religious leaders and civil society.

3. Key Factors Contributing to Rise of *Takfir*

Surely, *Takfir* is rooted in early Islamic history, particularly during periods of internal conflict of initial Islamic caliphates. Nevertheless, in the case of rise of contemporary *Takfiri* ideology, many factors

have caused its development in different parts of the world, particularly in Pakistan. These causes can be outlined as follows:

1) Afghan jihad

The violent *Takfiri* ideology entered in Pakistan largely throughout Soviet Afghan War which was widely referred to as the Afghan Jihad and almost all *Takfiri* groups in Pakistan were ideologically inspired by the socio-political environment of this Jihad (1979–1989). Movement of militant groups through bordering areas between Afghanistan and Pakistan during the Afghan Jihad and post-Afghan Jihad intensified the *Takfiri* ideology in the country. By declaring Jihad as a holy war against Soviet Union in Afghanistan, the foreign funded armed Afghan Mujahideen (fighters) fought against the Soviet's forces. Pakistan being a base camp for the Mujahideen, played very important role in the Afghan Jihad.[1] A large number of foreign fighters including groups from Arab world and Pakistan participated in the war and most of these fighters were influenced by the radical interpretation of Islam and many of them had *Takfiri* views against "secular" Muslims and secular governments in Muslim countries identified as un-Islamic. For example, many of important figures of Afghan Jihad including Ayman al-Zawahiri of Al-Qaeda and Abu Mus`ab al-Zarqawi of another radical group Jama'at al-Tawhid wal-Jihad were adhered to *Takfiri* ideology.[2]

The religious military structure built in Afghanistan against the Soviet Union did not end, but it left a far-reaching impact on Afghan and Pakistani societies. In particular, it extended a wider opportunity for *Takfiri* ideologies to spread and flourish, accusing of being Muslims an infidel or an apostate and can be put to death as obligatory. Robert M. Cassidy, the American scholar of security studies highlights how the Afghan conflict fuelled by militant training and collaboration among the militant

groups, shifted religious militancy from Afghanistan to Pakistan and provided a new fertile ground for the proliferation of extremist ideologies, including *Takfir*.[3] According to his scholarly work, during 2001-2002, soon after the origination of the international war on terror, the center of global jihad spawned by the foreign militant groups including Al-Qaeda aiming at recreation of transnational caliphate approximate the geographic scope of the former ottoman Empire at its peak, was relocated from Afghanistan to Pakistan's tribal areas. These groups established safe havens in the Pakistan's bordering regions for offering military training and other support to the religious extremist groups in commencing their terrorist activities in Pakistan and Afghanistan.

Thus, during and after the jihad in Afghanistan an aggressive extremism appeared in that country and the former Pakistan's Federally Administered Tribal Areas (FATA), which later merged as part of Khyber-Pakhtunkhwa province, became a hub for radicalism enthused by Takfir. In this context, there were already effects of the Islamization implemented by General Zia ul Haque's regime in the Pakistani society. Accordingly, the influx of radicalized Takfiri militants, combined with state-sponsored controversial Islamist policies in Pakistan, had already deepened sectarian divides and laid the groundwork for the emergence of extremist groups in the country.[4]

2) Islamization of Pakistan

Apart from the Afghan Jihad, General Zia-ul-Haq's controversial Islamization and his victimizing policies in the 1980s also paved the way for the rise of *Takfiri* groups. By imposing biased Islamic laws, Zia' regime generated a significant challenge to Shia population in Pakistan, endangering their basic religious rights that led to the emergence of a Shias' movement for acceptance of their jurisprudence. Subsequently, for countering the Shia's religio-political activism, Zia's regime triggered some Sunni *Deobandi* extremist figures, who in 1984 founded the Sipah-e-Sahaba, the radical group, demanding to declare Shias a "non-Muslim minority in the country".[5] Hence,

in 1980s, it was a state strategy of then regime which encouraged sectarian *Takfiri* groups such as the Sipah-e-Sahaba Pakistan (SSP) to call Shias infidels and to target their professionals, religious congregations and mosques as an obligatory act.

In outline, along with effects of Afghan Jihad, the violent *Takfiri* sectarian groups emerged through Pakistan's stat policies, nurtured *Takfiri* ideologies in the country. These ideologies transformed militant groups into potent threats to Pakistan's national unification, social harmony and internal security. Legacy of the Islamization continues to influence the country's religious and political dynamics, posing challenges to minority community, state stability and interfaith cohesion. It was influence of the *Takfir* that in 1990s, SSP was also able to introduce anti-Shia legislation through a bill "Namus-e-Sahaba" (Honor of the Companions of the Prophet) with an intention to greatly limit the scope of popular Shia remembrances (Stanford University, n.d.).[6] Another SSP's sponsored bill was prepared and presented in the Pakistani parliament in 2023.[7]

The Zia's policy of Islamization was center of attention of his government to establish an Islamic state influenced by a specific brand of Sharia law. According to the literature, Zia's religious policy was a tricky formula of Deobandism (*Deobandi* School of thoughts, a rigid branch of Sunni Islam) based on repackaged Wahhabism which along with some other factors contributed to shaping the militant ideologies such as Talibanization in Pakistan. Even, it was the Zia's strategy which enriched the ideology underpinning the practices of Taliban regime guided by *Deobandi* School in Afghanistan.[8]

3) Unregulated Madaris (Religious Schools)

Unregulated *Madaris* (religious schools) also played a vital role in

perpetuating *Takfiri* narratives in Pakistan. Particularly, the educational institutions, which can lead children towards both good and evil directions, serve a vital source of transformation in society. Recognizing the education's importance, a section of the literature clarifies, "Education has been leveraged to both radicalize and to de-radicalize young people".[9] The influence of *Takfiri* groups expanded in the 1980s and 1990s because they exploited Pakistan's weak governance and religious sentiments of the masses through occupying newly built mosques and establishing *Madaris* through their supporters. Especially, they made proliferation of *Madaris* for promoting extremist views, hate speech and the accessibility of illegal arms in society. Their narratives gained traction, particularly in the tribal areas and other regions with poor state presence and underprivileged segments of the society, where they offered an alternate socio-religious order.

Initially, during the Afghan jihad, along with Pakistan's political and logistical support, foreign funds were supplied to build new *Madaris* in the country (Pakistan), supporting Afghan Mujahideen, but these activities continued even after the jihad. Proving foreign funds for Afghan jihad, an article bared that "Throughout the 1980s, Saudi Arabia and other countries funneled considerable funds through Pakistan for the creation of religious seminaries for Afghans in Pakistan's tribal areas, and many of these seminaries began promoting extremist agendas.[10]

After the Afghan war, due to existence of large number of the elements freed from the Afghan war, the implementation of controversial Islamic laws in Pakistan and the militarily skilled people of these *Madaris*, the environment of the country became militarized and extremist. In such an extremist atmosphere, *Takfir* and militancy certainly took roots, intensely affecting the political, social, and religious values of society. Hence, these arguments are directly aligned with the

works of some scholars claiming, "The radical *madrasas* preach a jihadist version of *Takfiri* ideology, viewing contemporary society as antithetical to Islamic values and consider the killing of fellow Muslims to be justified in their cause to purify the community of alien influences".[11]

The religious schools in Pakistan, specifically *Madaris* of *Deobandi* religious school were rapidly increased during and after Afghan Jihad. The religious clerics belonging to *the Deobandi* sect exploited the opportunity and increased number of their *Madaris* in the country.[12] Although, there is no reliable data about unregistered *Madaris* but according to Pakistan's ministry of education, around three million students are apparently enrolled in 35000 Madaris out of which 26,160 Madaris are registered with under society act with the government.[13] Although, *Deobandi* population in Pakistan less than *Brelvi* school of thoughts, another Sunni sect but 65% *Madaris* in the country are affiliated to the *Deobandi* order.[14]

Due to the distinct schooling system of these *Madaris* with promotion of extremism and militancy, the trained people of these institutions were mobilized in the extremist and terrorist groups at the national and the transnational levels. A research paper found that some *Madaris* were propagating extremism and were subjected to foreign and internal political influences.[15] The article under discussion explores that the political and religious affiliation of *Madaris* to some extent, remains intact and their sectarian linkage is also deep rooted because of sectarian divisions among them, describing that foreign funding and interference in *Madaris* is another reason for sectarian violence.

4) Islamic Revolution at Iran

Beside the Afghan jihad, Iranian Islamic revolution was also a

great development in the region and growing Iranian influence was a matter of concern for some of the regional states. Thus, the Afghan conflict, rise of extremism and Islamization in Pakistan and Iranian revolution were extended with the competition for influence among the regional powers specially contest between Saudi Arabia and Iran in Afghanistan and Pakistan. Pakistan with a large number of religious radical and extremist groups provided a fertile ground for clash of interests between the two countries. Many of these groups were inspired by fanatic interpretation of the religion and most of their members were part of Afghan jihad or were influenced by such radical ideology.

Accordingly, during the 1980s and 1990s, some of Pakistani *Deobandi* groups and their seminaries became under influence of extremist ideology and these extremist elements pushed them to a sectarian oriented *Takfiri* stance. This happened, in fact, as a response to growing influence of the Islamic revolution of Iran in Pakistan. Such *Deobandis* not only expressed their *Takfiri* views against the Shia Muslims in Pakistan, but they also opposed increasing influence of Iranian revolution by blasting its leadership. Particularly, Haq Nawaz Jhangvi, the founder of Sipah-e-Sahaba Pakistan (SSP) attempted to deter the Iranian influence in Pakistan.[16]

The SSP first appeared in Jhang city of Punjab province in 1980s and founder (Haq Nawaz) of this group was belonging to the *Deobandi* religious and political party Jamiat Ulema-e-Islam. SSP’s offshoot Lashkar-e-Jhangvi (LeJ), which was founded in 1990s, also explicitly embraced *Takfiri* ideology, focusing on declaring Iran a Shia Muslim country a “Kafir” state and justifying violence against Iranians based in Pakistan. Thus, SSP and LeJ not only raised slogans and held rallies against Iran in Pakistan while these groups were also involved in killings of Iranians including diplomats in the country in

1990s.[17] The accessible literature further claimed that Iran also supported some Shia groups such as Sipah-e-Mohammad Pakistan (SMP), the anti-SSP group in its retaliatory strategy in Pakistan.[18] Despites, SMP stopped its activities and the group was disappeared in 1990s but anti-Iran activities of SSP and LeJ are persisted in Pakistan.

Though, some portions of the literature claimed of Iranian help towards Pakistani Shias in their difficult times including people of Parachinar, the Shia dominated town located near Afghanistan border, but the literature also highlights that Iran just projects its own interests but did not help Pakistani Shias when Sunni extremists target them.[19] The circumstances and events over the past four decades have demonstrated that *Takfiri* ideology has been used as an effective tactic to curb Iranian's influence in Pakistan as the anti-Iran extremist groups like SSP still continued their activities.

5) Geopolitical developments (2001–2010)

The geopolitical developments of 21st century also caused the modern appearances of *Takfiri* ideology. After September 11, 2001 (9/11), in response to Pakistan's support for US-led international operations in Afghanistan, Pakistani extremist groups influenced by *Takfiri* ideology expanded their operations against Pakistan Army, security installations, religious minorities and religious and public places in Pakistan. All this happened at a time when Pakistan was playing the role of a frontline state in America's war against terrorism. The country was participating in two fronts; on the one hand supported the US-led global coalition and on the other hand faced intense militancy influenced by *Takfir* within the country.

Pakistani militants strengthened ties with international and regional *Takfiri* groups including Afghan Taliban and Al-Qaeda during period between 2001 and 2010 and because of this,

their actions against the state were certainly accelerated. This was the period, when many of these foreign terrorist groups fled from Afghanistan due to international operations led by the US and became refugees in the tribal areas of Pakistan. Besides, providing logistic support and intelligence sharing in the war on terror, Pakistan also conducted a number of military operations against the foreign militants and their Pakistani associates based in Afghanistan and Pakistan's bordering tribal regions. The tribal regions, particularly North and South Waziristan, became safe havens for both foreign militants and their Pakistani allies.[20] Thus, the areas not only became a shelter for these groups, but they also manipulated this opportunity to be reorganized and continued their violent activities. Particularly, the inflow of radicalized Pakistani militant groups led to formation of the umbrella terrorist organization "Tehrik-e-Taliban Pakistan-TTP" in 2007.[21]

The global terrorist narrative also influenced the Pakistani *Takfiri* groups during this period because Al-Qaeda operatives in the region provided ideological guidance, physical training, and financial resources to local militants. This collaboration was evident in joint operations and in the spread of propaganda justifying attacks on both domestic and international targets. Aforementioned period (2001-2010) saw *Takfiri* groups in Pakistan grow into a multifaceted threat because their activities were no longer confined to sectarian violence but also expanded to include anti-state insurgency and transnational terrorist agendas. This decade laid the foundation for enduring instability, as since then the state struggles to counter the ideological and operational resilience of these militant groups.

6) Post-Arab Spring (2011-2024)

Initially, on 17 December 2010, the anti-state protests were

triggered in Tunisia but later were extended to other countries of North Africa and Middle East. The protest moves in these regions, which were coined by some western commentators as "Arab Spring", provoked large scale political and social unrest across the regions. Primarily, post Arab spring clashes between various political and religious groups and state's forces in the different regions provided a productive base for the rise of violent *Takfiri* groups in Syria, Iraq and Yamen and other countries particularly Pakistan.

In 2013, a larger *Takfiri* militant organization "Islamic State of Iraq and Syria (ISIS) gained significant ground in the backdrop of political protests in Iraq and Syria. Success of this group in declaring formation of "Islamic caliphate" inspired existing religious militant groups in Pakistan and Afghanistan maintaining similar *Takfiri* ideologies. Various splitting factions of the Tehreek-e-Taliban Pakistan (TTP), Lashkar-e-Jhangvi (LeJ), and others, intensified their activities under the influence of ISIS's rise. The groups and individuals inspired by ISIS's narrative introduced ISIS's regional chapter with title "Islamic State Khorasan Province-ISKP" soon after creation of its mother organization based in Iraq and Syria.

Subsequently, ISKP, which offered local *Takfiri* militants a larger platform to connect with and magnify their activities, launched the global style of elimination of ideologically opponents with assistance of the likeminded elements in Pakistan and Afghanistan. Especially, the Pakistani groups and individuals such as some likeminded members of TTP and LeJ who already viewed Shia Muslims, Sufi practitioners, and other religious minorities as misbelievers and considering them deserving of death, became effective instruments for this global terror organization involved in the various terrorist events such as suicide bombings and target killings in the country.

In the period from 2011 to 2024, with entry of ISKP in Pakistan,

this group and other the *Takfiri* groups including TTP and LeJ committed brutal attacks on civilians including Shia Muslims, Non-Muslims, mosques and other worship places, holy shrines and public spots in different areas including Karachi, Lahore, Quetta, Rawalpindi, Islamabad, Tribal Areas and Gilgit-Baltistan. The *Takfiri* terrorist used tactics of suicide bombings, bomb blasts and target killings.

Apart from civilians, 5,673 security forces personnel have lost their lives in terrorist attacks, most of which were committed by *Takfiri* elements associated with TTP and ISPK in this period (2011-2024).[22]

7) Lack of Anti-Takfir Strategy Amidst Weak Governance

The state carried out military operations against terrorism and terrorist groups in the last forty years, but there have been no significant soft measures to eliminate the *Takfiri* ideology, which may be due to the unstable political system of the state or other priorities of the governments. Moreover, when the state itself supported certain *Takfiri* groups such as SSP for political purposes, it was not a smooth task to control *Takfir* in the country. It was one of the reasons for the rise of Takfir in Pakistan that state supported some sectarian *Takfiri* groups.[23]

It was the era of 1980s, when Zia's regime introduced Islamization, this regime patronized the groups including SSP, involved in declaring Shia a *Kafir*. Later Lashkar-e-Jhangvi (LeJ), which emerged in 1990s after the assassination of Jhangvi holds an ideology that promote more violence against Shias and its members such as deceased Riaz Basra often had been operated underground. [24]In this era, the grip of the state remained weak and even some state's elements continued to patronize the *Takfiri* elements.

In post-9/11, the *Takfiri* groups such TTP having connection with foreign terrorist organization appeared in Pakistan's

scenario and state engaged a large number of its miliary forces to counter terrorism. The miliary operations continued in the further periods. In the post Arab spring, the Pakistan's state formally declared grown militancy as a new enemy of the country. Pakistan deployed hundreds of thousands of military forces for the broader military operations like Zarb-e-Azb (2014) and Radd-ul-Fasaad (2017) aimed to dismantle militant networks inspired by the *Takfiri* ideology in the tribal areas bordering Afghanistan.[25] But the *Takfiri* terrorists continued their violent activities due to their ideological nature, which thrives the local grievances and sectarian divides.

Additionally, the complicated borders with Afghanistan allowed *Takfiri* militants associated with various networks to regroup and operate transnationally. Hence, the local sectarian *Takfiri* groups in Pakistan sustained their growth in the post-Arab Spring era by establishing connections with global terrorist networks like ISIS. These groups, empowered by regional instability and ideological reinforcement continue to pose a significant threat to Pakistan's security and social cohesion. Addressing this challenge requires not only military action but also soft action based on a comprehensive strategy to counter the extremist narratives and foster inter-sectarian harmony. The weak governance along with the poor efforts for national harmony has been also considered an important factor that caused the wider spread of *Takfiri* ideology in Pakistan.

Another factor which can be considered as a part of state's weak governance is misuse of social media for expanding narratives of *Takfiri* groups. Due to ineffective measures of the state to control fake propaganda and unlawful narratives through communications links, the *Takfiri* groups are able to amplify their narratives among vulnerable populations, particularly youth. Besides the physical interpersonal communication, the easy access of the extremists to the cyber space, the online communication became a quicker and speedy facilitator for enhancement of radicalization of the society.[26]

The religious and religio-political extremists and terrorists use social media platforms to spread their message as according to a report, for instance, nearly two-thirds of extremists (65 %) use Facebook to communicate their views and message.[27] Without curtailing freedom of expression of the masses, the state of Pakistan requires to adopt policy to control the use of social media by the *Takfiri* groups.

4. Theoretical and Methodological Framework of *Takfir*

The rise of violent religious groups influenced by *Takfir* in Pakistan can be understood in light of 'social movement theory' and 'rebellion concept'. Social movement theory explains how grievances, mobilization of resources, and ideological framing intersect to fuel the rise of militant groups. According to literature on this theory, the social movements are created when social conflict are transformed to political action which is translated through social factors where networks, organizations and mass media are particularly important.[28] In case of *Takfiri* activism in Pakistan, Ideological beliefs of the *Takfiri* groups become a resource for mobilization of these groups to show extremist behavior towards others and commit violence in the society.

The concept of *Takfir*, which involves declaring other Muslims as apostates, provides the ideological foundation that justifies violence against perceived groups within and outside the Muslim community.[29] Hence, the debated doctrine of religious extremist or *Takfiri* groups, believing in declaring other as apostate and killing them obligatory, can be considered among the reasons for the terrorist attacks committed by Pakistani *Takfiri* extremists.[30] In post-Afghan Jihad, this ideology was rooted in sectarianism, while in post-9/11 and post-Arab Spring eras, it expanded to include anti-state and global *Takfiri* narratives aiming at gaining political interests through

implementation of idea of a universal caliphate. Additionally, the concept of 'rebellion' offers to assess a political uprising motivated by greed and grievance, using violence to break down the power structure of society and turn it to an anarchic state.[31] The 'rebellion' theory which explains insurgent violence as an attempt to challenge state authority, is appropriate the analyze assaults of *Takfiri* militants on Pakistan military forces, enforcing state sovereignty and resisting insurgencies.

This study employs a qualitative approach, using historical-comparative analysis to trace the evolution of *Takfiri*-inspired extremist groups in Pakistan during the three key periods: post-Afghan Jihad, post-9/11, and post-Arab Spring eras. It draws on secondary data sources, including policy reports, academic articles, and militant groups' statements, to analyze the socio-political contexts and ideological shifts in each era. Key variables include sectarianism, transnational jihadism and Islamization, and anti-state militancy, which are examined to identify patterns of growth and transformation among the extremist groups.

The analysis focuses on the role of terrorist groups, their extremist narratives and state policies in shaping the trajectory of *Takfir* in Pakistan. For example, post-Afghan Jihad groups like Sipah-e-Sahaba Pakistan (SSP) and Lashkar-e-Jhangiv focused on anti-Shia sectarian conflict, while post-9/11 groups like Tehrik-e-Taliban Pakistan (TTP), achieving connections with Afghan Taliban and Al-Qaeda targeted state institutions along with the sectarian violence. In the post-Arab Spring period, the rise of ISIS and its affiliates introduced a transnational dimension to *Takfir*, influencing local groups and international elements to adopt more violent and expansive agendas. This multi-era analysis provides insights into the adaptive strategies and ideological continuity of these groups.

5. Consequences of *Takfir* in Pakistan

Scholars argue that *Takfiri* ideology not only targeted some Muslim sects like Shia and non-*Takfiri* Sunni Muslims, it also targeted non-Muslim religious minorities, like Christians, Sikhs and Hindus. Moreover, it also extremely affected Pakistan's solidarity, stability and harmony; as some *Takfiri* groups declared all authorities in Pakistan to be illicit. For example, TTP having support from both Pakistani and foreign terrorist networks, not only affirms Shia a *Kafir* (non-believer) but getting stimulation from Al-Qaeda, it also calls the authorities in the Muslim land (Pakistan) to be illicit and apostate, to include their civilian employees and military forces and any persons collaborating or engaging with those authorities.[32] This narrative of TTP has been verified by many portions of the literature. Likewise, a scholar describes that TTP considers "any Pakistani standing up for its country's traditions, constitution, and values as infidel *(Kafir)* punishable by death".[33] When comes to ISIS's narrative of *Takfir*, this ideology diverged from the *Wahhabi* doctrine, and the group uses it a tool to rally its members.[34] As members of ISIS systematically exploited ideology of *Takfir* or *Takfir* in their extremist doctrines[35], many violent groups follow this ideology in Pakistan.

Primarily, 1980s was the period of emergence of sectarian violence in Pakistan with declaring Shia a *Kafir* and assassination of prominent Shia clerics and leaders. Allama Syed Arif Hussain Al-Hussaini was among the key Shia figures within Pakistan's Shia community, who was assassinated in Peshawar in August 1988. Although, involvement of SSP in death of Al-Hussaini was not formally proved but through his statements in public, then leader of this sectarian organization (SSP) endorsed this murder.

In 1990s, with rise of Lashkar-e-Jhangvi (LeJ) and further escalation of sectarian violence, LeJ and SSP increasingly targeted Shia professionals, including doctors, lawyers, academics, pilgrims and prayers in different areas of Pakistan,

particularly Karachi and Lahore witnessed killings hundreds of them. For example, on January 11, 1998, in Mominpura Cemetery in Lahore, LeJ gunmen attacked Shia worshippers, killing 25 people and injuring several others during a funeral.[36] This was the period (1990s), Shia population in different areas including members of the Hazara Shia community in Quetta were attacked by LeJ's militants and Iranian nationals working in the cities of Lahore and Multan were also killed by this terrorist group.[37]

Then TTP, inspired by *Takfiri* ideology, not only ratified anti-religious minorities campaign of sectarian extremist groups but also declared a war on the Pakistani state, labelling it apostate for supporting US-led war against Afghan Taliban. Unlike earlier groups that primarily focused on violent sectarianism, the TTP extended its fierce actions to the Pakistani military, intelligence agencies, and police forces. A critical development during this period was the adoption of suicide bombings and mass-casualty attacks as a primary tactic. This group launched several high-profile attacks, including the assassination of former Prime Minister Benazir Bhutto in December 2007.[38]

The year 2009 was a terrible year in the context of threats to Pakistan's military security as TTP stepped up its terror campaigns against the military forces in that year. Police training academy near Lahore was attacked by TTP, killing eight recruits and trained security personnel on March 30, 2009[39] and killing at least 17 people in a bomb blast through a truck loaded with heavy explosive material at the Pearl Continental Hotel in Peshawar on June 09, 2009.[40] Ultimately, the General Headquarters (GHQ) of Pakistani Military in Rawalpindi was attacked by the TTP's militants on October 10, 2009, killing 10 security personnel including officers[41], followed by death of 100 people mostly women and children and wounding 200 others in another attack by a massive bomb

detonate in a crowded commercial market in Peshawar on October 28, 2009.[42] Attacks on state's security installations signaled a significant shift in *Takfiri* strategies, aiming to undermine the state's authority and create widespread fear among the security forces, protecting the state from internal and external threats. In addition to actions against state security institutions, *Takfiri*-inspired groups during this period also intensified violent actions against supporters of religious minorities and followers of other sects including carrying out violent attacks on Shia Muslims. The Lashkar-e-Jhangvi (LeJ) at first continued to harm Shia interests and committed their massacres on its own but after the TTP came into being, LeJ started co-ordinately working with this group.

In the year 2010, TTP conducted many major brutal acts in Pakistan, killing civilians and security personnel. The terrorists killed at least 15 security personnel in a suicide attack, a gun attack, and a helicopter crash in Tirah Valley of Khyber-Pakhtunkhwa province on February 10, 2010.[43] On March 8, 2010, 45 people were dead and over 100 injured when twin suicide bombings targeted military vehicles at R.A. Bazar Lahore.[44] Many other terrorist attacks against the military and police personnels and civilians were committed by TTP in different areas in 2010. Sectarian terrorist groups such a Lashkar-e-Jhangvi also continued their violent activities against the people from opponent groups including Shia and Sufi Muslims.

It was reported that Sufi shrine known as Data Darbar in Lahore was targeted through suicide bombings committed by TTP's activists on July 1, 2010, killing at 42 and injuring over 175.[45] On October 7, 2010, TTP in another devastating suicide attack targeted the shrine of Abdullah Shah Ghazi in Karachi, the largest commercial and port city of Pakistan, killing at least nine people and injuring over 60 others.[46] These shrines as spiritual and traditional places always pack with a large

number of believers and followers for offering prayers and local folk artists for presenting traditional music and local arts and volunteers for distributing food.

In 2011, twin suicide attacks claimed by TTP on a centre of para-military forces in Charsada near Peshawar, killing above 80 trainee security personnel and injuring 120 others on May 13, 2011[47] and in another attack by same group in association with Al-Qaeda on Pakistan Navy Station (PNS) - Mehran (the Naval Military base) in Karachi on May 22, 2011, at least 10 security personnel were killed and 15 others injured.[48] Furthermore, a TTP's targeted attack in collaboration with sectarian terrorists of LeJ on a bus carrying Shia pilgrims in a remote locality of Mastung in Balochistan killed 26 people and six more Shias died in another attack in Quetta city in same province on September 20, 2011, exemplifying the terrorist group's sectarian agenda.[49]

The period from 2001 to 2010 witnessed continuity of TTP's brutal moves along with extreme activities of sectarian groups such as Sipah-e-Sahaba and Lashkar-e-Jhangvi. Sipah-e-Sahaba persisted to declared Shia-Muslims as "*Kafir*" (infidel) and *Wajabul Qatl* (Obligatory to be killed) and Lashkar-e-Jhangvi and TTP remained involved in the brutal actions against civilians including religious minorities and Shia Muslims, common people and security forces as well. Spots like government buildings, centres of security forces, crowd public places, commercial markets and mosques of Muslims' sects and temples of non-Muslims were targeted in the attacks extended beyond tribal areas into urban centres like Islamabad, Lahore, Karachi, and Peshawar. As the timeframe (2001-2011) of this section is crucial in the context of terrorist attacks on the state's security institutions, the statistics illustrate that the deaths of security forces due to terrorist

attacks, most of which were perpetrated by groups following *Takfiri* ideology, reached 3,381 during the period.[50]

With the entry of ISIS in Pakistan terrorist environment in the post Arab spring, not only this group while other *Takfiri* groups such as TTP and LeJ continued their violent activities. For example, on January 10, 2013, the two suicide blasts at the Alamdar Road area in city of Quetta, the capital of Baluchistan resulted in over 79 deaths of Shia-Hazara community and left nearly 180 injured and on February 16, 2013, in a persistence of the sectarian violence over 92 more from same community were killed and nearly 121 were injured in another devastating explosion in the Hazara Town area of Quetta.[51] These atrocities committed by LeJ, targeting the Shia-Hazara community, highlighted the lasting threat to Shia Muslims in the region during this period.

ISKP in its broader terror move targeted a Sufi shrine namely the Shah Noorani in remote area of Hub of Balochistan province on November 12, 2016, through a local suicide bomber, causing death of at least 52 people and injuring above 100 others.[52] On February 16, 2017, ISKP terrorists also bombed the shrine of Lal Shahbaz Qalandar, another famous Sufi figure buried in Sehwan town in Sindh province, killing at least 75 people, including women and children, and injuring over 200 others.[53] Attacks on these shrines, which are distinguished spiritual places for both Sunnis and Shias, highlighted the vulnerability of spiritual and religious sites and traditional and cultural places to extremist violence in Pakistan. In this period, threats also continued to security forces, as TTP through its offshoot "*Jamaat-ul-Ahrar*" steered a suicide bombing near the Punjab provincial Assembly in Lahore on February 13, 2017, killings 13 people, including two high ranking police officers and injuring over 85 others.[54]

The *Takfiri* terrorists also did not spare the political figures as

an election's rally organized by the Balochistan Awami Party (BAP) was attacked by ISKP with a suicide bomber in Mastung town of Balochistan on July 13, 2018, killing 149 people including Siraj Raisani, a BAP's leading figure and leaving many others injured.[55] For targeting business communities and civilians in crowded areas, on November 23, 2018, a bombing as a part of the ongoing violence perpetrated by the Tehrik-i-Taliban Pakistan (TTP) at a marketplace in the Orakzai district of Pakistan killed at least 32 people and 31 injured.[56] As for targeting innocent Sunni Muslims, on January 31, 2020, *Hizbul Ahrar*, another breakaway faction of TTP carried out an suicide attack on a Sunni mosque in Quetta, killing 13 worshippers including a senior police officer and injuring 20 others.[57]

On January 3, 2021, ISKP claimed abduction of eleven Shia-Hazara coal miners and then killing them in a remote mountainous area in Machh locality of Balochistan .[58] On March 4, 2022, a devastating suicide terrorist attack carried out by ISKP on a mosque belonging to the Shia community at Kucha Risaldar neighborhood in Peshawar during Friday prayers that killed at least 56 people and injured 194 others.[59]

In a TTP's deadly suicide attack on a Sunni Mosque located at a high-security area within the police headquarters in Peshawar killed at least 101 people mostly policemen, and injured over 200 others on January 30, 2023.[60]

Furthermore, gunmen opened fire on two separate convoys of Shia pilgrims travelling with police escorts in Kurram district on November 22, 2024, resulting in at least 43 deaths and several injured.[61] Although the attack is reported to have been carried out by unknown persons but Kurram District, which shares a border with Afghanistan, has frequently been targeted by banned terrorist groups such as TTP.[62] Apart from civilians, religious minorities, 5,673 security forces personnel have lost their lives in terrorist activities, most of which were committed

by *Takfiri* elements associated with TTP and ISPK in this period (2011-2024).[63]

6. Results and Discussion

In the above sections of this research article, this author analyzed the terrorist activities and sectarian violence attributed to the *Takfiri* groups such as SSP, LeJ, TTP and ISKP by dividing the study in the different eras between decades of 1980s and 2000s. The research has three partitions of the analytical timeframe—1980-2000, 2001-2010, and 2011-2024—each evaluated separately, with presenting a whole analytical overview.

Post-Afghan Jihad *Takfir* (1980s-1990s) in Pakistan emerged from the radicalization of militants during the Soviet Afghan war and controversial Islamization of General Zia ul Haque regime, with appearance of groups like Sipah-e-Sahaba and Lashkar-e-Jhangvi, targeting Shia Muslims and other sects domestically driven by sectarian hatred and influenced by rigid *Takfiri* ideology.

Post-9/11 violent *Takfiri* militancy (2001 onwards) intensified as militant groups like the Tehrik-e-Taliban Pakistan (TTP) supported by Afghan Talian and Al-Qaeda adopted *Takfiri* ideology, declaring Pakistani security forces as infidels and targeting them (for Pakistan's aligning with the US-led War on Terror), along with continuation of sectarian violence. Post-Arab Spring *Takfir* (2011 onwards) drew inspiration from the rise of groups like Islamic State of Iraq and Syria (ISIS) and its associations, marked by brutal tactics and spreading supra-state radical religious ideology. This period saw an escalation in *Takfir* representing the global terrorist alignment aimed at labelling the Pakistani state, military, and moderate Muslims as infidels, alongside intensified violence against smaller Muslim communities and religious minorities.

The four and half decades from the 1980 to 2024 has been distinct due to some significant geopolitical and socio-religious shifts such as Jihad of Afghanistan, Islamization of Pakistan, anti-Shia sectarianism and various waves of anti-state terrorism. In the first decade (1980-1990), due to the Afghan Jihad in Afghanistan, not only the proliferation of weapons occurred in Pakistan, but also the ongoing Islamization of the country greatly encouraged fundamentalism and *Takfiri* ideas. In the process of Islamization, General Zia ul Haque introduced strict religious laws, during which anti-Shia elements and extremist groups advanced their activities.

In the same decade, Sipah-e-Sahaba came into existence, calling Shia infidels and their killing obligatory. Islamic revolution of Iran was another event of this era which also caused irritation of anti-Iran *Takfiri* groups such as SSP and LeJ, the sectarian groups. Later, in the next decade (1990-2000), another group Lashkar-e-Jhangvi (LeJ) emerged to support extremist sectarian and *takfiri* ideologies, causing widespread violence against Shia Muslims and Iranian citizens including diplomates based in Pakistan.

The aggressive and violent actions carried out by these groups were included spreading extreme dislike, bombings and target killings. The brutal acts against Shia Muslims and spreading hatred towards Shias among the Sunni Muslims remains as their mission. Meanwhile, in this period non-Muslim minorities like Christians were also targeted by the *Takfiri* groups.

Similarly, in the period from 2001 to 2010, Pakistan was heavily affected by horrible acts of extremists having connections with Afghan Taliban and Al-Qaeda’s members who were facing the large-scale US-led military operations in Afghanistan after the 9/11 events. The TTP, which was established by the Pakistani supporters of Afghan Taliban and Al-Qaeda, not only harmed the interests of the state by

attacking on the security forces but also targeted the Shia Muslims and non-Muslim minorities through its associates within the sectarian groups such as LeJ.

As the extremism and sectarian violence had been deep roots in Pakistan even before the TTP came into being, this group easily initiated attacks on the civilians and security forces, posing threats to Pakistan's internal security. The TTP therefore emerged as a dangerous non-state actor in destabilizing the state and launching insurgency against the state through terrorism, kidnappings, assassinations, suicide attacks and strikes on security forces. Meanwhile, the LeJ and SSP also continued their violent sectarian campaigns targeting Shia Muslims and religious minorities, while some elements of the group joined or aligned with the TTP for engaging in confrontation against the security forces of the state.

Terrorist attacks on military and police centers and crowded public areas were continued during the decade, which was a sign of enlarged militancy and sectarian violence. The state was unable to stop or thwart the activities of these groups, which increased the security challenges faced by the nation. Despite the extending threats of the extremism, the state’s response to the *Takfiri* ideology has repeatedly been inconsistent and irresponsive.[64]

From 2011 to 2024, *Takfiri* terrorist groups have increased their violent activities in the backdrop of the advancing ideology of intolerance and the ongoing regional dynamics. In this era, the turmoil of Arab Spring in Middle East, gave birth to a new wave of religious extremism by appearance of more religious extremist groups, particularly Islamic State of Iraq and Syria (ISIS) inspired by the *Takfiri* ideology. This tendency left a deep impact on Pakistan and Afghanistan, which were already disposed to violent extremism based on *Takfiri* ideology by posing threats to Shia Muslims, non-Muslim minorities and

state's security forces. Then, with the defection of Afghan Taliban, TTP and Al-Qaeda's militants active in Pakistan and Afghanistan, the regional branch of ISIS was established under the name Islamic State Khorasan Province (ISKP) in 2014. This chapter of ISIS quickly got attention of the Pakistani extremists; *Takfiri* individuals and groups. A number of *Takfiri* elements of LeJ and TTP declared their allegiance to ISKP, which brutally picked goals and launched attacks on Shia Muslims, non-Muslim minorities and security apparatus.

Despite several military operations aimed at destroying TTP's strongholds in tribal areas bordering Afghanistan, the militant group having constant suicide bombings; killings of civilians and security forces, stayed a dreadful force in this period. Consequently, the extremist and violent passages adopted by SSP, LeJ, TTP and ISKP paid to predominant uncertainty in the different areas of the country, particularly Shia dominated zones and non-Muslim localities and tribal areas bordering Afghanistan. The lasting challenge of sectarian violence, religious extremism and militant insurrection attributed to the *Takfiri* groups in the scenario of domestic and regional political dynamics and ideological influences was surfaced in period from 2011 to 2024.

In the whole of 1980-2024, SSP, LeJ, TTP and ISKP achieved violent sectarian and terrorist campaigns against the aforementioned targets (Shia Muslims, non-Muslim communities and security forces), triggering an extensive fear and uncertainty throughout the country. With the formation of SSP and LeJ and their operational activities through spreading *Takfir* and propaganda against the opponent sects, the country remained under sectarian uncertainty in 1980s-1990s, and the brutal rise of the TTP was proved through terrible acts of this group such a suicide bombings and killings of civilians and security forces in 2001-2010. Besides, continuation of violent

activities of SSP, LeJ and TTP fueled by both internal and regional dynamics, the dreadful entrance ISKP further enhanced the threats of violence to civilians and security forces in 2011-2024.

7. Conclusion

The examination of sectarian violence and severe extremist activities executed by SSP, LeJ, TTP, and ISKP in Pakistan in the phases of 1980-2000, 2001-2010, and 2011-2024, verifies the insistent and growing threats of the *Takfiri* and extremist ideologies in the country. The endless violence started from sectarian militancy by local sectarian groups such as SSP and LeJ in the aftermath of Afghan Jihad and Islamization of Pakistan and threats to Shia Muslims and non-Muslims and hateful reaction of *Takfiri* groups to Iranian revolution caused emergence of regional and international terrorist networks such as TTP and ISKP involved in civilians and military forces' killings, badly impacting human and economic security, national fabric and religious harmony of the country. Despite various military operations and counterterrorism efforts, the state's failure to completely dismantle these terrorist networks has allowed their *Takfiri* ideologies to persist in the geopolitical dynamics in the region.

The research identified historical influence of *takfiri* and vicious sectarian movements, inspiration from the radical ideology of Afghan jihad, state's sponsored Islamization, rigid curriculums of some of unregulated Madaris, connections of foreign terrorist organizations with local *takfiri* terrorists, weak governance, and misuse of social media for *Takfir* and polarized society as the reasons for growth of violent *takfiri* groups in Pakistan. As for impact of evolution of *Takfiri* groups, Pakistan perceives the violent activities of *Takfiri* groups in the country heightened sectarian violence, persecution of religious

minorities, damages of interfaith harmony, radicalization of youth and destabilization of society in many parts of the country, fear at worship places, weakening national unity, threats to traditional political interest and democratic values, economic crisis, problem of law and order, deteriorating state's security and stability and increasing refugees and migration within country and out of country.

The prevention of the violence erupted due to *Takfiri* ideology requires a comprehensive approach to address not only the immediate security challenges posed by extremist groups, but it also needs to handle the socio-political and ideological factors, enabling country to progress in these extents. Strengthening interfaith harmony, intersect connections, introducing educational reforms including reforming *Madaris*' syllabus to counter extremist narratives, strengthening rules to stop hate speech and fostering interfaith discourse, advancing an affective governance, providing social justice to the deprived communities and offering useful academic and health services at the grassroots are essential for mitigating the underlying causes of violent sectarianism and religious extremism.

Additionally, enhancing intelligence coordination and regional cooperation among the state's security institutions such as police and military forces can play a crucial role in curbing internal and transnational support existed for *Takfiri* groups. A broader strategy that combines counterterrorism with socioeconomic reforms is imperative to break the cycle of sectarian and *Takfiri* violence and ensure long-term stability in Pakistan.

*****

References

1. Seth G. Jones, "The Rise of Afghanistan's Insurgency: State Failure and Jihad," *International Security* 32, no. 4 (Spring 2008): 7–40, https://doi.org/10.1162/isec.2008.32.4.7.
2. Shane Drennan, "Constructing Takfir: From Abdullah Azzam to Djamel Zitouni," *Combating Terrorism Center at West Point*, June 2008, https://ctc.westpoint.edu/constructing-takfir-from-abdullah-azzam-to-djamel-zitouni/.
3. Robert M. Cassidy, *War, Will, and Warlords: Counterinsurgency in Afghanistan and Pakistan, 2001–2011* (Quantico, VA: Marine Corps University Press, 2012), 4–7.
4. S. Noor, "Transformation of Sectarian Terrorism in Pakistan," *Counter Terrorist Trends and Analyses* 4, no. 6 (2012): 10–14, http://www.jstor.org/stable/26351066.
5. Andreas Rieck, 'The Zia ul-Haqq Era, 1977–1988', *The Shias of Pakistan: An Assertive and Beleaguered Minority* (2016; online edn, Oxford Academic), p. 197. https://doi.org/10.1093/acprof:oso/9780190240967.003.0006, accessed 26 Nov. 2024.
6. Stanford University, *Sipah-e-Sahaba Pakistan (SSP)*, *Mapping Militant Organizations*, accessed December 8, 2024, https://web.stanford.edu/group/mappingmilitants/cgi-bin/groups/view/147.
7. Nadir Guramani, "Senate Passes Bill to Ramp up Punishment for Blasphemy to at Least 10 Years," *Dawn*, August 8, 2023, https://www.dawn.com/news/1769073.
8. Naveen Khan, "Sifting Facts from Fiction: The Underpinnings of the Taliban’s 'Islamic Emirate'," *The SAIS Review of International Affairs*, December 2024, https://saisreview.sais.jhu.edu/sifting-facts-from-fiction-the-underpinnings-of-the-talibans-islamic-emirate/#_ftn3.
9. S.D. Silva, *The role of education in the prevention of violent extremism.* Washington, (DC: World Bank), Accessed on Dec 2, 2024. https://documents1.worldbank.org/curated/en/448221510079762554/120997-WP-revised-PUBLIC-Role-of-Education-in-Prevention-of-Violence-Extremism -Final.pdf.

10. R. Fazli, C. Johnson, & P. Cook, *Understanding and Countering Violent Extremism in Afghanistan.* United State Institute of Peace. (2015). https://www.usip.org/sites/default/files/SR379-Understanding-and-Countering-Violent-Extremism-in-Afghanistan.pdf.
11. J. Ginges, J. Magouirk & S. Atran, "Radical Madrasas in Southeast Asia," *CTC Sentinel*, 1 (3) (2008). https://ctc.westpoint.edu/radical-madrasas-in-southeast-asia/.
12. SSH. Shah, "Religious Education and Extremism in Pakistan: From Deobandi Militancy to Rising Sufi Fanaticism." *Journal of Education Culture and Society*, *9*(1), (2018):11-6. https://jecs.pl/index.php/jecs/article/view/10.15503jecs20181.11.26.
13. "Madaris Reforms in Pakistan," *Ministry of Federal Education and Professional Training*, accessed December 8, 2024, https://www.mofept.gov.pk/ProjectDetail/YzYxNjUwNDktMjgzMi00YmU3LTkxMzItYWRiZWZjNmU4MDM3.
14. James D. Templin, "Religious Education of Pakistan's Deobandi *Madaris* and Radicalisation," *Counter Terrorist Trends and Analyses* 7, no. 5 (2015): 15–21. http://www.jstor.org/stable/26351354.
15. H. M. D. Qadri, "Foreign, Political and Financial Influences on Religious Extremism: A Study of Madaris in Punjab, Pakistan," *Counter Terrorist Trends and Analyses* 10, no. 4 (2018): 5–11, http://www.jstor.org/stable/26402134.
16. IRB-CISR, *Responses to Information Requests*, Government of Canada, 2005, https://www.irb-cisr.gc.ca/en/country-information/rir/Pages/index.aspx?doc=450126.
17. Hassan Abbas, "Shiism and Sectarian Conflict in Pakistan: Identity Politics, Iranian Influence, and Tit-for-Tat Violence," *Combatting Terrorism Center at West Point*, 2010, p.45. http://www.jstor.org/stable/resrep05604.
18. Ibid.
19. Hassan Abbas, "Shiism and Sectarian Conflict in Pakistan: Identity Politics, Iranian Influence, and Tit-for-Tat Violence," *Combatting Terrorism Center at West Point*, 2010. http://www.jstor.org/stable/resrep05604.
20. National Counterterrorism Center, "*Groups:* Counter Terrorism Guide". Retrieved on Nov 13, 2024 from

https://www.dni.gov/nctc/groups.html.

21. S. Akhtar and Z. S. Ahmed, "Understanding the Resurgence of the Tehrik-e-Taliban Pakistan," *Dynamics of Asymmetric Conflict* 16, no. 3 (2023): 285–306,
22. *South Asian Terrorism Portal (SATP), Fatalities in Pakistan. South Asian Terrorism Portal. Retrieved November 23, 2024, from* https://www.satp.org/datasheet-terrorist-attack/fatalities/pakistan.
23. SSH Shah, "RELIGIOUS EDUCATION AND EXTREMISM IN PAKISTAN: FROM DEOBANDI MILITANCY TO A RISING SUFI FANATICISM," *Journal of Education Culture and Society* 9 (1): 11-26, 2018. https://jecs.pl/index.php/jecs/article/view/10.15503jecs20181.11.26.
24. South Asia Terrorism Portal (SATP), *Lashkar-e-Jhangvi (LeJ).* https://www.satp.org/satporgtp/countries/pakistan/terroristoutfits/lej.htm.
25. *Dawn. Pakistan Army launches 'Operation Radd-ul-Fasaad' across the country. Dawn. 2017, February 22.* https://www.dawn.com/news/1316332.
26. A.Q. Suhaib & M. Adnan, "Religious Extremism and Online Radicalization in Pakistan: How to Counter the Trend?" *Islamic Studies*, *59*(2), 2020: 239–254. https://www.jstor.org/stable/27088390.
27. VCU, *Social Media and Political Extremism*. Online Wilder, 2023, February 23. https://onlinewilder.vcu.edu/blog/political-extremism/.
28. A. Peterson, "Social Movement Theory," review of *Sociale Bevaegelser og Samfundsaendringer* and *The Making of the New Environmental Consciousness: A Comparative Study of the Environmental Movements in Sweden, Denmark and the Netherlands*, *Acta Sociologica* 32, no. 4 (1989): 419–426, http://www.jstor.org/stable/4200771.
29. Kadivar, J. Exploring Takfir, Its Origins and Contemporary Use: The Case of Takfiri Approach in Daesh's Media. *Contemporary Review of the Middle East*, *7*(3), 2020: 259-285. https://doi.org/10.1177/2347798920921706.
30. S. S. H. Shah, "The impact of violent religious extremism on various cultural components of Pakistani society," *The Journal of Education, Culture, and Society*, 13(2), (2022): 107–118.
31. S.N. Kalyvas, The Ontology of "Political Violence": Action and Identity in Civil Wars, *Perspectives on Politics*, *1*(3), (2003): 475–494.

http://www.jstor.org/stable/3688707.

32. S. Drennan, "Constructing Takfir: From `Abdullah `Azzam to Djamel Zitouni," *CTC Sentinel*, 1 (7). (2008). https://ctc.westpoint.edu/constructing-takfir-from-abdullah-azzam-to-djamel-zitouni/.
33. Ali, Basit. "TTP And Its Ideology Of Takfir – OpEd," *Eurasia Review*. 2024, January 6. https://www.eurasiareview.com/06012024-ttp-and-its-ideology-of-takfir-oped/.
34. B. Al-Ibrahim, "ISIS, Wahhabism and *Takfir*," *Contemporary Arab Affairs* 8, no. 3 (2015): 408–15. https://www.jstor.org/stable/48600052.
35. A. Morselli, "The Khawarij Paradigm Takfirism as Expression of Unconstrained Islamism," (2019). 10.13140/RG.2.2.34984.93448.
36. ECOI. "*The 11 January 1998-Mominpura graveyard killing in Lahore and on any subsequent arrests*," (2009). https://www.ecoi.net/de/dokument/1290841.html.
37. Jamestown Foundation, "*Sipah-e-Sahaba: Fomenting sectarian violence in Pakistan*". Retrieved from https://jamestown.org/program/sipah-e-sahaba-fomenting-sectarian-violence-in-pakistan-2/.
38. BBC News, "*Pakistan attack: Who are the militants killing Shias?,*" 2017, December 20. Retrieved from https://www.bbc.com/news/world-asia-42409374.
39. Abbas, H. *Defining the Punjabi Taliban network*. Combating Terrorism Centre at West Point. (2009). Retrieved from https://ctc.westpoint.edu/defining-the-punjabi-taliban-network/.
40. Riedel, B. Pakistan is the new epicenter of terror. Brookings Institution. 2009, June 9. Retrieved from https://www.brookings.edu/articles/pakistan-is-the-new-epicenter-of-terror/.
41. Dawn, *Timeline of Pakistan's defence sites attacked by militants*, 2012, August 16. Retrieved from https://www.dawn.com/news/742602/timeline-of-pakistans-defence-sites-attacked-by-militants.
42. CTV News, *100 dead after bomb rips through Pakistani market*, 2009, October 28. Retrieved from https://www.ctvnews.ca/100-dead-after-bomb-rips-through-pakistani-market-1.448166.
43. Military History Fandom. *Terrorist incidents in Pakistan in 2010*. Retrieved from

https://military-history.fandom.com/wiki/Terrorist_incidents_in_Pakistan_in_2010.

44. France 24. *Twin attacks target military near Lahore market, killing scores*, 2010, March 12. Retrieved from https://www.france24.com/en/20100312-twin-attacks-target-military-near-lahore-market-killing-scores.
45. BBC News, *Pakistan suicide bombers kill dozens in Lahore*, 2010a, July 1. Retrieved from https://www.bbc.com/news/10483453.
46. BBC News, *Blasts kill dozens in Karachi during rally for politician*, 2010b, October 8. Retrieved from https://www.bbc.com/news/world-south-asia-11495500.
47. Dawn, "Twin Blasts Kill at Least Three in Charsadda," 2011, May 13. https://www.dawn.com/news/628325/twin-blasts-kill-at-least-three-in-charsadda-dawnnews.
48. BBC News, "*Pakistan: Troops end attack on Karachi naval air base*," 2011, May 23. Retrieved from https://www.bbc.com/news/world-south-asia-13495127.
49. The Express Tribune, "*Sectarian atrocity: 29 killed in Mastung, Quetta ambushes*," 2011, February 21. Retrieved from https://tribune.com.pk/story/256419/gunmen-attack-bus-in-balochistan-20-killed.
50. *South Asian Terrorism Portal (SATP), "Fatalities in Pakistan, South Asian Terrorism Portal". Retrieved November 23, 2024, from* https://www.satp.org/datasheet-terrorist-attack/fatalities/pakistan.
51. *BBC News, Pakistan: Dozens dead in bomb attack on Quetta market, 2013, February 17. Retrieved from* https://www.bbc.com/news/world-asia-21485731.
52. BBC News, *Pakistan Shah Noorani shrine bomb kills 52*. 2016, November 13. Retrieved from https://www.bbc.com/news/37962741.
53. Al Jazeera. *Blast hits Pakistan's Lal Shahbaz Qalandar Sufi shrine*. 2017, February 17. Retrieved from https://www.aljazeera.com/news/2017/2/17/blast-hits-pakistans-lal-shahbaz-qalandar-sufi-shrine.
54. Dawn, *Senior police officers among 13 killed as suicide bomber strikes Lahore*. 2017, February 13. Retrieved from https://www.dawn.com/news/1314549.
55. Al Jazeera, *Pakistan: Death toll rises to 149 in Mastung attack*, 2018, July 15. Retrieved from

https://www.aljazeera.com/news/2018/7/15/pakistan-death-toll-rises-to-149-in-mastung-attack.

56. Ali Akbar, "32 Killed, 31 Injured in Explosion in Lower Orakzai District: Health Official," *Dawn*, November 23, 2018, https://www.dawn.com/news/1447197.
57. CBC News, *At least 13 killed in Pakistan mosque bombing*, CBC News, 2020, January 10. https://www.cbc.ca/news/world/pakistan-quetta-mosque-bombing-1.5422033.
58. BBC News. *Pakistan coal miners kidnapped and killed in IS attack.* BBC News. 2021, January 3. https://www.bbc.com/news/world-asia-55522830.
59. PBS News, *Suicide bombing attack kills at least 56 in Shiite mosque in Pakistan*, PBS News, 2022, March 4. https://www.pbs.org/newshour/world/suicide-bombing-attack-kills-at-least-56-in-shiite-mosque-in-pakistan.
60. CNN. *Death toll from blast in Pakistan mosque rises to at least 100 as country faces 'national security crisis'.* CNN. 2023, January 31. https://www.cnn.com/2023/01/31/asia/pakistan-peshawar-mosque-blast-tuesday-intl-hnk/index.html.
61. *The Guardian. Hundreds flee deadly sectarian violence in north-west Pakistan. The Guardian. (2024, November 23.* https://www.theguardian.com/world/2024/nov/23/hundreds-flee-deadly-sectarian-violence-in-north-west-pakistan.
62. *The Wire. Deadly attack on Shia convoy in Khyber Pakhtunkhwa. The Wire. 2024, November 23.* https://thewire.in/south-asia/pakistan-deadly-attack-on-shia-convoy-in-khyber-pakhtunkhwa.
63. *South Asian Terrorism Portal (SATP), Fatalities in Pakistan. South Asian Terrorism Portal. Retrieved November 23, 2024, from* https://www.satp.org/datasheet-terrorist-attack/fatalities/pakistan.
64. SSH Shah & A. Mahmood, "Post 2019 Spike in Terrorism: A Threat to Internal Security of Pakistan," *Journal of Security & Strategic Analyses*, 8(2), (2022):53-79. doi: 10.57169/jssa.008.02.0194.

Editorial

The 65th issue of "*Noor-e-Ma'rfat*", a quarterly research Journal, is here. The 1st article of which is decorated with the title of "A Research Review of the Scholarly and Moral Excellences of *Hazrat Imam Muhammad Taqi* (a.s.)". In this paper, first of all, the problem is explained that there is no restriction of any particular age to hold a divine responsibility like Imamate. It is also proved that *Hazrat Imam Muhammad Taqi* (a.s) were possessed of moral virtues and excellences required for *Imamat*. At the end of this article, it has been emphasized to make his life and character a beacon.

The 2nd article in this issue is titled: "Sodomy and its Punishment According to the Both Parties (Shia'-Sunni)". In this article, first of all, it is clarified that Sodomy *(Liwa't)* is among the open forbids and Sins. This is an evil which has disastrous social and moral consequences. As far as its Islamic punishment is concerned, there are different jurisprudential opinions of both the Shiites and the Sunnis. These views have been examined in details in the paper. In addition, in this paper, the involvement in sodomy or not of certain personalities - who are considered to have a specific religious identity - has been also examined. At the end of this article, it has been reminded that to prove one's religious superiority, to establish unfair relations towards the followers of the some other religion, is itself a moral degradation, intellectual ignorance and false method.

Under the title "Study of a few Pages from: "The Principles of Philosophy and the Methodology of Realism(4)" the 3rd paper is, in fact, continuation of a discussion in the previous issues. The main question answered in this paper is whether philosophical claims can be proven true or false in the light of scientific arguments? Also, here the assumption about the discipline of philosophy that philosophy is an outdated knowledge is proved wrong. Also, the present paper provides a

brief but comprehensive introduction to philosophy, sophistry and materialism, as well as dialectical materialism.

In the 4th article, "Characteristics of Islamic Education and Upbrining System" has been examined in the light of the Qur'anic meditations of *Ayatollah Seyyed Ali Hussaini Khamenei,* a great figure of the Islamic world. The contention of this paper is that the religion of Islam has given a lot of importance to the education and upbrining of man. Also, the formation of Islamic civilization in any society is impossible until the righteous people who are trained in the Islamic education system are entrusted to the society.

In this paper, the theoretical foundations, goals, principles and methods of the Islamic education and upbrining system have been described in the light of the Qur'anic meditations of *Hazrat Ayatollah Syed Ali Hussaini Khamenei* under a descriptive, applied and analytical approach.

In the 5th paper, the meanings of "rationality" and its importance have been compared from the viewpoint of European thinkers and Muslim thinkers. Entitled "Reconsidering the Meaning and Status of Rationality: from Viewpoint of Western Philosophy and the Holy Quran" this paper argues that the conflict between Western and Islamic civilizations actually stems from their divergent epistemological views. And the only way to prevent this clash of civilizations of the West and the East is to do a comparative analysis of the ruling apism of Western philosophy and the Qur'anic apism of Eastern researchers and as a result reach a balanced and comprehensive apism on its basis. A solution to the clash of civilizations should be presented.

In this paper, after reviewing the various periods and versions of rationalism ruling the minds of Western intellectuals in full detail, its comparison with the Qur'anic epistemology is presented. So, at the end of this comparative study, the distinguished essayist claims that mankind is once again in dire

need of studying the universal wisdom and rationality of the Holy Qur'an, as a result of which it will be able to develop the ability to solve the intellectual confusion of the people and solve and find the ways of reconciliation in cultural conflict.
The last article of this issue is titled "Evolving the Dynamics of Violent *Takfir* in Pakistan (1980-2024)". In this article, the various factors that led to the emergence of the trend of *takfir* among Muslim sects and followers of some other divine religions in the God-given state of Pakistan from 1980 to 2024 have been examined in details. Here it has been proven that the trend of *takfir* among the believers is, in fact, not only a disturbing attitude for the countrymen living in the God-given state of Pakistan; rather, this trend is also a painful challenge for the peace and stability of this state and its integrity and survival, which is the need of the hour to deal with effectively.
We hope that, as always, this issue of *Noor-e-Ma'rfat* will also serve as a sweet cup in quenching the intellectual thirst of the readers and will prove to be a help and support in solving the intellectual and practical problems of their daily lives.
We hope that as always, this issue of Quarterly research journal *Noor-e-Ma'rfat* will serve as a sweet treat in quenching the knowledge thirst of the readers and will prove to be helpful in solving the intellectual and practical problems of their daily life. God willing!

Editor "*Noor-e-Ma'rfat*",

Dr. Sheikh Muhammad Hasnain Nadir.

NATIONAL ADVISORY BOARD

Dr. Humauoon Abbas
Islamic Studies Department, Govt. College University, Faisalabad.

Dr. Hafiz Tahir Islam
Islamic Studies Department, Allama Iqbal Open University, Islamabad.

Dr. Aafia Mehdi
Islamic Studies Department, National University of Modern Languages, Islamabad.

Dr. Syed Qandil Abbas
International Relations Department, Quaid-I-Azam International University, Islamabad.

Dr. Zahid Ali Zahidi
Islamic Studies Department, University of Karachi.

Dr. Muhammad Riaz
Islamic Studies Department, University of Baltistan, Skardu.

Dr. Muhammad Shakir
Psychology & Human Development Department, University of Bahawalpur.

Dr. Muhammad Nadeem
Ph.D. Education, Govt. Sadiq Egerton College Bahawalpur.

Dr. Raziq Hussain
HoD IR & Assistant Professor, MY University, Islamabad.

INTERNATIONAL ADVISORY BOARD

Dr. Waris Matin Mazaheri.
Islamic Studies Department, Jamia Hamdard, New Delhi, India.

Dr. Syed Zawar Hussain Shah
Ph. D. Quranic Sciences and Hadith, Anjuman-e-Hussani, Oslo, Norway.

Dr. Syed Ammar Yaser Hamadani
Ph.D Quran & Law, Al Mustafa International University Iran.

Dr. Ghulam Raza Javidi
History Department, Katum-un-Nabieen University, kabul, Afghanistan.

Dr. Ghulam Jaber Hussain Mohammadi
Ph.D. Quran & Educational Sciences, Almustafa International University, Iran.

Dr. Ghulam Hussain Mir
Ph. D. Comparative Hadith Sciences, Almustafa International University, Iran.

Dr. Shahla Bakhtiari
History Department, Alzahra University, Tehran, Iran.

Dr. Faizan Jafar Ali
Urdu & Persian Organization Pura Maroof Mau U.P. India.

Editor-in-Chief & Publisher:
Syed Hasnain Abbas Gardezi
M.A. Islamic Studies & Arabic Literature;
Principal Jamia Al-Raza, Bara Kahu, Islamabad.

MANAGERIAL BOARD

Editor:
Dr. Muhammad Hasnain Nadir
Ph.D. Islamic Theology & Philosophy, NoorulHuda Trust®, Islamabad.
Asst. Editor:
Dr. Nadeem Abbas Baloch
Ph.D. Islamic Studies, National University of Modern Languages, Islamabad.
Asst.Research Affairs:
Dr. Muhammad Nazir Atlasi
Ph.D. Quranic Sciences, Jamia-tu-Raza Registered, Islamabad.
Advisor to Editor:
Dr. Sajid Ali Subhani
Ph.D. Arabic literature, Jamia-tu-Raza Registered, Islamabad.
IT Supervisor:
Dr. Zeeshan Ali
Ph.D. Computer Sciences.
IT Co-ordinator:
Fahad Ubaid
MS(CS).

EDITORIAL BOARD

Dr. Hafiz Muhammad Sajjad
Islamic Studies Department, Allama Iqbal Open University, Islamabad.
Dr. Ayesha Rafique
Islamic Studies Department, Gift University, Gujranwala.
Dr. Abdul Basit Mujahid
History Department, Allama Iqbal Open University, Islamabad.
Dr. Syed Nisar Hussain Hamdani
Ph.D. Economics, (Divine Economics), Chairman Hadi Institute Muzaffarabad AJK.
Dr. Zulfiqar Ali
History, NoorulHuda Markaz-e Tehqeeqat.
Dr. Roshan Ali
Islamic Studies Department, IMCB, Islamabad.
Dr. Ali Raza Tahir
Philosophy Department, Punjab Univeristy, Lahore.
Dr. Karam Hussain Wadhoo
Islamic Culture Department, Regional Directorate of Colleges, Larkana.

eISSN: 2710-3463
pISSN: 2221-1659
www.nmt.org.pk
www.nooremarfat.com
Declaration No: 7334

Quarterly Research Journal

NOOR-E-MARFAT

Vol. 15 Issue: 3 Serial Issue: 65

July to September 2024 (Muharam to Rabi-ul-Awal 1446 AH)

Editor

Dr. Muhammad Hasnain Nadir

ORCID ID: https://orcid.org/0000-0002-1002-153X

E-mail: noor.marfat@gmail.com

Publisher: Noor Research and Development (Private Limited) Bara Kahu, Islamabad.

Publisher Syed Husnain Abbas Gardezi published from Noor Research and Development (Private Limited) Office Bara Kahu after Printing form Pictorial Printers, (Pvt) Ltd. 21, I&T Centre, Abpara (Islamabad).

Registration Fee: Pakistan, India: PKR:1000; Middle East: $70; Europe, America, Canada: $150

Indexed in

Www.australianislamiclibrary.org/

Https://iri.aiou.edu.pk/

Https://www.archive.org/

Https://www.tehqeeqat.org/

https://www.ebsco.com/

Websites

https://www.nooremarfat.com

https://www.nmt.org.pk/

https://orcid.org/0000-0001-593-4436

Composer & Designer: **Babar Abbas**

eISSN: 2710-3463
pISSN: 2221-1659
www.nmt.org.pk
www.nooremarfat.com
Declaration No: 7334

Quarterly Research Journal

NOOR-E-MARFAT

Vol. 15 Issue: 3 Serial Issue: 65 Jul. to Sep. 2024

- Evolving the Dynamics of Violent *Takfir* in Pakistan (1980-2024)
- Sodomy and its Punishment According to the Both Parties (Shia'-Sunni)
- Study of a few Pages from:"The Principles of Philosophy and the Methodology of Realism" (4)
- Islamic Education & Upbringing System in the Light of Syed Ali Hussaini Khamenei's Meditations on Holy Quran
- A Research Review of the Scholarly and Moral Excellences of Hazrat Imam Muhammad Taqi (a.s.)
- Reconsidering the Meaning and Status of Rationality: from Viewpoint of Western Philosophy and the Holy Quran

Editor
DR. MUHAMMAD HASNAIN NADIR

Publisher: Noor Research and Development (Private) Limited